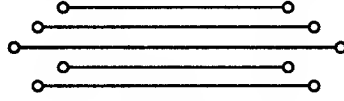


# تفسیر ابن کثیر



چند اہم مضامین کی فہرست



- ۴۱۶ ذکر مدارج الانبیاء • ۳۶۱ انبیاء کے قاتل بنو اسرائیل
- ۴۱۷ آج کے صدقات قیامت کے دن شریک غم ہوں گے! • ۳۶۲ مالک الملک کی حمد و ثناء
- ۴۱۸ جبر اور دعوت اسلام • ۳۶۷ ترک موالات کی وضاحت
- ۴۱۹ ابراہیم علیہ السلام اور عمرو کا آ مناسا منا • ۳۷۰ اللہ تعالیٰ سے ڈر ہمارے لئے بہتر ہے
- ۴۲۰ معمہ حیات و موت • ۳۷۳ جھوٹا دعویٰ
- ۴۲۱ مخیر حضرات کی تعریف اور ہدایات • ۳۷۵ سب سے پہلے نبی علیہ السلام
- ۴۲۲ کفر اور بڑھاپا • ۳۷۷ مریم بنت عمران
- ۴۲۳ خراب اور حرام مال کی خیرات مسترد • ۳۷۸ زکریا علیہ السلام کا تعارف
- ۴۲۴ نیک اور بد لوگ ظاہر اور در پردہ حقیقت • ۳۸۰ حاصل دعا بھی علیہ السلام
- ۴۲۶ مستحق صدقات کون ہیں؟ • ۳۸۲ تین افضل ترین عورتیں
- ۴۲۸ تجارت اور سود کو ہم معنی کہنے والے کج بحث لوگ • ۳۸۳ مسیح ابن مریم علیہ السلام
- ۴۲۹ سود کا کاروبار برکت سے محروم ہوتا ہے • ۳۸۷ فرشتوں کا مریم سے خطاب
- ۴۳۰ سود خور قابل گردن زدنی ہیں اور قرض کے مسائل • ۳۸۸ پچاسی کون چڑھا؟
- ۴۳۲ حفظ قرآن اور نین دین میں گواہ اور لکھنے کی تاکید • ۳۹۱ اختیارات کی وضاحت اور نجرانی وفد کی روداد
- ۴۳۳ مسئلہ رہن، تحریر اور گواہی! • ۳۹۲ حضرت ابراہیم سے متعلق یہودی اور نصرانی دعوے کی تردید
- ۴۳۴ انسان کے ضمیر سے خطاب • ۳۹۷ یہودیوں کا حسد
- ۴۳۵ بقرہ کی آخری آیات اور ان کی فضیلت • ۳۹۹ جھوٹی قسم کھانے والے
- ۴۳۷ آیت الکرسی اور اسم اعظم • ۴۰۲ غلط تاویل اور تحریف کرنے والے لوگ
- ۴۳۸ خالق کل • ۴۰۲ مقصد نبوت
- ۴۳۹ راسخ فی العلم کون • ۴۰۶ انبیاء سے عہد و میثاق
- ۴۵۱ جہنم کا ایندھن کون لوگ؟ • ۴۰۷ اسلامی اصول اور روز جزا
- ۴۵۲ اولین معرکہ حق و باطل • ۴۰۸ توبہ اور قبولیت
- ۴۵۳ دنیا کے حسن اور آخرت کے جمال کا تقابل • ۴۱۰ جب سانس ختم ہونے کو ہوں تو توبہ قبول نہیں ہوگی
- ۴۱۲ متقیوں کا تعارف • ۴۱۲
- ۴۱۳ اللہ وحدہ لا شریک اپنی وحدت کا خود شاہد • ۴۱۳

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ  
 وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ  
 بِرُوحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ  
 مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ  
 آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَكِنْ  
 اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝

یہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دے رکھی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی اور بعض کے درجے بلند کئے اور ہم نے عیسیٰ بن مریمؑ کو معجزات عطا فرمائے اور روح القدس سے ان کی تائید کی اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے اپنے پاس دلیلیں آجانے کے بعد ہرگز آپس میں لڑائی بھڑائی نہ کرتے لیکن ان لوگوں نے اختلاف کیا۔ ان میں سے بعض تو مومن ہوئے اور بعض کافر اور اگر اللہ چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے، لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○

ذکر مدارج الانبیاء: ☆☆ (آیت: ۲۵۳) یہاں وضاحت ہو رہی ہے کہ رسولوں میں بھی مراتب ہیں جیسے اور جگہ فرمایا وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور حضرت داؤدؑ کو ہم نے زبور دی یہاں بھی اسی کا ذکر کر کے فرماتا ہے ان میں سے بعض کو شرف ہم کلامی بھی نصیب ہوا جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت محمدؐ اور حضرت آدم علیہم الصلوٰۃ والسلام صحیح ابن حبان میں حدیث ہے جس میں معراج کے بیان کے ساتھ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ کسی نبی کو آپ نے الگ الگ کس آسمان میں پایا جو ان کے مرتبوں کے کم و بیش ہونے کی دلیل ہے ہاں ایک حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی کی کچھ بات چیت ہو گئی تو یہودی نے کہا 'قسم ہے اس اللہ کی جس نے موسیٰ کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی تو مسلمان سے ضبط نہ ہو سکا اس نے اٹھا کر ایک پتھر مارا اور کہا غیبی! کیا ہمارے نبی محمد ﷺ سے بھی وہ افضل ہیں؟ یہودی نے سرکار نبویؐ میں آکر اس کی شکایت کی آپؐ نے فرمایا مجھے نبیوں پر فضیلت نہ دو قیامت کے دن سب بے ہوش ہوں گے۔ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کے عرش کا پایہ تھا سے ہوئے ہوں گے مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے ہی ہوش میں آگئے یا سرے سے بے ہوش ہی نہیں ہوئے تھے اور طور کی بے ہوشی کے بدلے یہاں کی بے ہوشی سے بچائے گئے۔ پس مجھے نبیوں پر فضیلت نہ دو ایک اور روایت میں ہے کہ پیغمبروں کے درمیان فضیلت نہ دو۔ پس یہ حدیث بظاہر قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل کوئی تعارض نہیں ممکن ہے کہ حضورؐ کا یہ فرمان اس سے پہلے ہو کہ آپ کو فضیلت کا علم نہ ہوا ہو لیکن یہ قول ذرا غور طلب ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آپؐ نے مخصوص اضع اور فرتی کے طور پر فرمایا ہے نہ کہ حقیقت کے طور پر۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ایسے جھگڑے اور اختلاف کے وقت ایک کو ایک پر فضیلت دینا دوسرے کی شان گھٹانا ہے۔ اس لئے آپؐ نے منع فرمادیا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ تم فضیلت نہ دو یعنی صرف اپنی رائے اپنے خیال اور ذہنی تعصب سے اپنے نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت نہ دو۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ فضیلت و تکریم کا فیصلہ تمہارے بس کا نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ جسے جو فضیلت دے تم مان لو تمہارا

کام تسلیم کرنا اور ایمان لانا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واضح دلیلیں اور پھر ایسی جتیں عطا فرمائی تھیں جن سے بنی اسرائیل پر صاف واضح ہو گیا کہ آپ کی رسالت بالکل سچی ہے اور ساتھ ہی آپ کی یہ حیثیت بھی واضح ہو گئی کہ مثل اور بندوں کے آپ بھی اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے اور بے کس غلام ہیں اور روح القدس یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہم نے ان کی تائید کی۔ پھر فرمایا کہ بعد والوں کے اختلاف بھی ہمارے قضا و قدر کا نمونہ ہیں ہماری شان یہ ہے کہ جو چاہیں کریں ہمارے کسی ارادے سے مراد جدا نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمْ  
يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ  
الظَّالِمُونَ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ  
سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي  
يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا  
يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۝

ایمان والو جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی نہ شفاعت کافر ہی ظالم ہیں ○ اللہ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھانے والا جسے نہ اوجھ آئے نہ نیند اس کی ملکیت میں زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہیں کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے وہ اس کی منشا کے بغیر کسی چیز کے علم کا حاطہ نہیں کر سکتے اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے وہ اللہ ان کی حفاظت سے نہ ٹھکے نہ اکتائے تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے ○

آج کے صدقات قیامت کے دن شریک غم ہوں گے: ☆ ☆ (آیت: ۲۵۴) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم کرتا ہے کہ وہ بھلائی کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کا ثواب جمع رہے اور پھر فرماتا ہے کہ اپنی زندگی میں ہی خیرات و صدقات کر لو قیامت کے دن نہ تو خرید و فروخت ہے نہ زمین بھر کر سونا دینے سے جان چھوٹ سکتی ہے نہ کسی کا نسب اور دوستی و محبت کچھ کام آ سکتی ہے۔ جیسے اور جگہ ہے فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ یعنی جب صور پھونکا جائے گا اس دن نہ تو نسب رہے گا نہ کوئی کسی کا پرسان حال ہوگا اور اس دن سفارشوں کی سفارش بھی کچھ نفع نہ دے گی۔ پھر فرمایا کافر ہی ظالم ہیں یعنی پورے اور کچھ ظالم وہ ہیں جو کفر کی حالت میں ہی اللہ سے ملیں عطا بن دینا رکھتے ہیں شکر ہے اللہ نے کافروں کو ظالم فرمایا لیکن ظالموں کو کافر نہیں فرمایا۔

عظیم تر آیت تعارف الہ بزبان الہ: ☆ ☆ (آیت: ۲۵۵) یہ آیت آیت الکرسی ہے جو بڑی عظمت والی آیت ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ دریافت فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے آپ جواب دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس کا سب سے زیادہ علم ہے آپ پھر یہی سوال کرتے ہیں بار بار کے سوال پر جواب دیتے ہیں کہ آیت الکرسی حضور ﷺ فرماتے ہیں ابوالمند ر اللہ تعالیٰ تجھے تیرا علم مبارک کرے اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی زبان ہوگی

اور ہونٹ ہوں گے اور یہ بادشاہ حقیقی کی تقدیس بیان کرے گی اور عرش کے پایہ سے لگی ہوئی ہوگی (مسند احمد) صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے لیکن یہ پچھلا قسمیہ جملہ اس میں نہیں، حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں میرے ہاں ایک کھجور کی بوری تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس میں سے کھجوریں روز بروز گھٹ رہی ہیں ایک رات میں جاگتا رہا اور اس کی نگہبانی کرتا رہا، میں نے دیکھا کہ ایک جانور مثل جو ان لڑکے کے آیا، میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے میرے سلام کا جواب دیا، میں نے کہا تو انسان ہے یا جن اس نے کہا میں جن ہوں، میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دے، اس نے ہاتھ بڑھا دیا۔ میں نے اپنے ہاتھ میں لیا تو کتے جیسا ہاتھ تھا اور اس پر کتے جیسے ہی بال بھی تھے، میں نے کہا کیا جنوں کی پیدائش ایسی ہی ہے۔ اس نے کہا تمام جنات میں سب سے زیادہ قوت طاقت والا میں ہی ہوں، میں نے کہا بھلا تو میری چیز چرانے پر کیسے دلیر ہو گیا۔ اس نے کہا مجھے معلوم ہے کہ تو صدقہ کو پسند کرتا ہے، ہم نے کہا پھر ہم کیوں محروم رہیں۔ میں نے کہا تمہارے شر سے بچانے والی کون سی چیز ہے اس نے کہا آیت الکرسی۔ صبح کو جب میں سرکار محمدیؐ میں حاضر ہوا تو میں نے رات کا سارا واقعہ بیان کیا، آپؐ نے فرمایا، خبیث نے یہ بات تو بالکل سچ کہی (ابو یعلیٰ) ایک بار مہاجرین کے پاس آپؐ گئے تو ایک شخص نے کہا، حضور قرآن کی آیت کون سی بہت بڑی ہے، آپؐ نے یہی آیت الکرسی پڑھ کر سنائی (طبرانی)

آپؐ نے ایک مرتبہ صحابہ میں سے ایک سے پوچھا، کیا تم نے نکاح کر لیا، اس نے کہا، حضرت میرے پاس مال نہیں، اس لئے نکاح نہیں کیا، آپؐ نے فرمایا قُلْ هُوَ اللَّهُ يَدِينُ اس نے کہا وہ تو یاد ہے فرمایا چوتھائی قرآن تو یہ ہو گیا، کہا قُلْ يَكْفُرُونَ يَا دِينُ کہا ہاں وہ بھی یاد ہے فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا، پھر پوچھا کیا اِذَا زُلْزِلَتْ بھی یاد ہے کہا ہاں فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا، کیا اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ بھی یاد ہے کہا ہاں۔ فرمایا چوتھائی یہ، کیا آیت الکرسی یاد ہے کہا ہاں فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا (مسند احمد) حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں۔ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں آ کر بیٹھ گیا۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم نے نماز پڑھ لی میں نے کہا نہیں فرمایا اٹھو۔ نماز ادا کرلو۔ میں نے نماز پڑھی۔ پھر آ کر بیٹھا تو آپؐ نے فرمایا۔ ابوذر شیطان انسانوں اور جنوں سے پناہ مانگ، میں نے کہا حضورؐ کیا انسانی شیطان بھی ہوتے ہیں۔ فرمایا ہاں میں نے کہا حضورؐ کی نماز کی نسبت کیا ارشاد ہے فرمایا وہ سراسر خیر ہے جو چاہے کم حصہ لے جو چاہے زیادہ، میں نے کہا حضورؐ روزہ فرمایا کفایت کرنے والا فرض ہے اور اللہ کے نزدیک زیادتی ہے، میں نے کہا صدقہ۔ فرمایا بہت زیادہ اور بڑھ چڑھ کر بدلہ دلوانے والا، میں نے کہا سب سے افضل صدقہ کون سا ہے۔ فرمایا کم مال والے کا ہمت کرنا یا پوشیدگی سے محتاج کی احتیاج پوری کرنا میں نے سوال کیا سب سے پہلے نبی کون ہیں فرمایا حضرت آدم علیہ السلام میں نے کہا وہ نبی تھے فرمایا نبی اور اللہ سے ہم کلام ہونے والے، میں نے پوچھا رسولوں کی تعداد کیا ہے فرمایا تین سوا در کچھ اوپر دس بڑی بہت، جماعت، ایک روایت میں تین سو پندرہ کا لفظ ہے، میں نے پوچھا۔ حضور آپؐ پر سب سے زیادہ بزرگی والی آیت کون سی اتری ہے۔ فرمایا آیت الکرسی اللہ لا الہ الا هو الحی القيوم الخ (مسند احمد)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خزانہ میں سے جنات چرا کر لے جایا کرتے تھے میں نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی آپؐ نے فرمایا جب تو اسے دیکھے تو کہنا بسم اللہ احیی رسول اللہ جب وہ آیا میں نے یہی کہا پھر اسے چھوڑ دیا میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا تیرے قیدی نے کیا کیا میں نے کہا میں نے اسے پکڑ لیا تھا لیکن اس نے وعدہ کیا کہ اب پھر نہیں آؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا وہ پھر بھی آئے گا، میں نے اسے اسی طرح دو تین بار پکڑا اور اقرار لے کر چھوڑ دیا، میں نے حضورؐ سے ذکر کیا اور آپؐ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ وہ پھر بھی آئے گا، آخری مرتبہ میں نے کہا اب میں تجھے نہ چھوڑوں گا، اس نے کہا چھوڑ دے۔ میں تجھے ایک ایسی چیز بتاؤں گا کہ کوئی جن اور شیطان تیرے پاس ہی نہ آ سکے، میں نے کہا اچھا بتاؤ۔ کہا وہ آیت الکرسی ہے میں نے آ کر

حضور سے ذکر کیا آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا گو وہ جھوٹا ہے (مسند احمد)

صحیح بخاری شریف میں کتاب فضائل القرآن اور کتاب الوکالہ اور صفۃ الملیس کے بیان میں بھی یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اس میں ہے کہ زکوٰۃ رمضان کے مال پر میں پہرہ دے رہا تھا جو یہ شیطان آیا اور سمیٹ سمیٹ کر اپنی چادر میں جمع کرنے لگا تیسری مرتبہ اس نے بتایا کہ اگر تورات کو بستر پر جا کر اس آیت کو پڑھ لے گا تو اللہ کی طرف سے تجھ پر حافظ مقرر ہوگا اور صبح تک شیطان تیرے قریب بھی نہ آ سکے گا (بخاری) دوسری روایت میں ہے کہ یہ کھجوریں تھیں اور مٹھی بھر دے لے گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ اگر اسے پکڑنا چاہے تو جب وہ دروازے کھولے کہنا سبحان من سحرک محمد شیطان نے یہ عذر بتایا تھا کہ ایک فقیر جن کے بال بچوں کے لئے میں یہ لے جا رہا تھا (ابن مردویہ) پس یہ واقعہ تین صحابہ کا ہوا، حضرت ابی بن کعب کا، حضرت ابوالیوب انصاری کا اور حضرت ابو ہریرہؓ کا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں ایک انسان کی ایک جن سے ملاقات ہوئی، جن نے کہا مجھ سے کشتی کرے گا، اگر مجھے گرا دے تو میں تجھے ایک ایسی آیت سکھاؤں گا کہ جب تو اپنے گھر جائے اور اسے پڑھ لے تو شیطان اس میں نہ آ سکے، کشتی ہوئی اور اس آدمی نے جن کو گرا دیا اس شخص نے جن سے کہا، تو تو نحیف اور ڈرپوک ہے اور تیرے ہاتھ مثل کتے کے ہیں۔ کیا جنات ایسے ہی ہوتے ہیں یا صرف تو ہی ایسا ہے کہا میں تو ان سب میں سے قوی ہوں، پھر دوبارہ کشتی ہوئی اور دوسری مرتبہ بھی اس شخص نے گرا دیا تو جن نے کہا جو آیت میں نے سکھانے کے لئے کہا تھا وہ آیت الکرسی ہے۔ جو شخص اپنے گھر میں جاتے ہوئے اسے پڑھ لے تو شیطان اس گھر سے گدھے کی طرح چیخا ہوا بھاگ کھڑا ہوتا ہے جس شخص سے کشتی ہوئی تھی وہ شخص حضرت عمرؓ تھے (کتاب الغریب) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سورہ بقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآن کریم کی تمام آیتوں کی سردار ہے جس گھر میں وہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے وہ آیت آیت الکرسی ہے (متدرک حاکم)۔ ترمذی میں ہے ہر چیز کی کوہان اور بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورہ بقرہ ہے اور اس میں بھی آیت الکرسی تمام آیتوں کی سردار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس سوال پر کہ سارے قرآن میں سب سے زیادہ بزرگ آیت کون سی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے خوب معلوم ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ آیت آیت الکرسی ہے (ابن مردویہ)۔ حضورؐ فرماتے ہیں ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے ایک تو آیت الکرسی دوسری آیت اَلَمْ يَلَمْ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (مسند احمد)

ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ اسم اعظم جس نام کی برکت سے جو دعا اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے وہ قبول فرماتا ہے، وہ تین سورتوں میں ہے سورہ بقرہ، سورہ آل عمران اور سورہ طہ (ابن مردویہ) ہشام بن عمار خطیب دمشق فرماتے ہیں سورہ بقرہ کی آیت آیت الکرسی ہے اور آل عمران کی پہلی ہی آیت اور طہ کی آیت وَعَنْتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ہے اور حدیث میں ہے جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لے اسے جنت میں جانے سے کوئی چیز نہیں روکے گی سوائے موت کے (ابن مردویہ) اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی کتاب عمل الیوم والیلہ میں وارد کیا ہے اور ابن حبان نے بھی اسے اپنی صحیح میں وارد کیا ہے اس حدیث کی سند شرط بخاری پر ہے لیکن ابوالفرج بن جوزی اسے موضوع کہتے ہیں واللہ اعلم۔ تفسیر ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث ہے لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں ابن مردویہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔ جو شخص یہ کرے گا میں اسے شکر گزاروں اور ذکر کرنے والی زبان دوں گا اور اسے نبیوں کا ثواب اور صدیقیوں کا عمل دوں گا جس عمل کی پابندی صرف انبیاء اور صدیقین سے ہی ہوتی ہے یا اس بندے سے جس کا دل میں نے ایمان کے لئے آزمایا ہو یا اسے اپنی راہ میں شہید کرنا طے کر لیا ہو، لیکن یہ حدیث بہت منکر ہے۔

ترذی کی حدیث میں ہے جو شخص سورہ حم المؤمن کو الیہ المصیر تک اور آیت الکرسی کو صبح کے وقت پڑھ لے گا وہ شام تک اللہ کی حفاظت میں رہے گا اور شام کو پڑھنے والے کی صبح تک حفاظت ہوگی لیکن یہ حدیث بھی غریب ہے اس آیت کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں لیکن ایک تو اس لئے کہ ان کی سندیں ضعیف ہیں اور دوسرے اس لئے بھی کہ ہمیں اختصار مد نظر ہے ہم نے انہیں وارد نہیں کیا۔

اس مبارک آیت میں دس مستقل جملے ہیں پہلے جملے میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہے کہ کل مخلوق کا وہی ایک اللہ ہے دوسرے جملے میں ہے کہ وہ خود زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے قیوم کی دوسری قرأت قیام بھی ہے۔ پس تمام موجودات اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے کوئی بھی بغیر اس کی اجازت کے کسی چیز کا سنبھالنے والا نہیں جیسے اور جگہ سے و مِنْ اٰیۃِ اَنْ تَقُوْمَ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہِ یعنی اس کی نشانیں میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان و زمین اسی کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر فرمایا نہ تو اس پر کوئی نقصان آئے نہ کبھی وہ اپنی مخلوق سے غافل اور بے خبر ہو بلکہ ہر شخص کے اعمال پر وہ حاضر ہر شخص کے احوال پر وہ ناظر دل کے ہر خطرے سے وہ واقف مخلوق کا کوئی ذرہ بھی اس کی حفاظت اور علم سے کبھی باہر نہیں یہی پوری "قیومیت" ہے۔ اولیٰ غفلت نیند اور بے خبری سے اس کی ذات مکمل پاک ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ کھڑے ہو کر صحابہ کرام کو چار باتیں بتائیں فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ سوتا نہیں نہ نیند اس کی ذات کے لائق ہے وہ ترازو کا حافظ ہے جس کے لئے چاہے جھکا دے جس کے لئے چاہے نہ جھکائے۔ دن کے اعمال رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف لے جائے جاتے ہیں اس کے سامنے نور یا آگ کے پردے ہیں اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے چہرے کی تجلیاں ان تمام چیزوں کو جلا دیں جن تک اس کی نگاہ پہنچے۔

عبدالرزاق میں حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ سوتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی بھیجی کہ حضرت موسیٰ کو تین راتوں تک بیدار رکھیں انہوں نے یہی کیا۔ تین راتوں تک سوئے نہ دیا اس کے بعد دو بوتلیں ان کے ہاتھوں میں دے دی گئیں اور کہہ دیا گیا کہ انہیں تھامے رہو خبردار یہ گرنے اور ٹوٹنے نہ پائیں آپ نے انہیں تھام لیا لیکن جاگے ہوئے تھے نیند کا غلبہ ہوا اولیٰ گئے لگی آکٹھ بند ہو جاتی لیکن پھر ہوشیار ہو جاتے مگر کب تک آخر ایک مرتبہ ایسا جھکولا آیا کہ بوتلیں ٹوٹ گئیں گویا انہیں بتایا گیا کہ جب ایک اونگھنے اور سونے والا دو بوتلوں کو نہیں سنبھال سکتا تو اللہ تعالیٰ اگر اونگھے یا سونے تو زمین و آسمان کی حفاظت کس طرح ہو سکے۔ لیکن یہ بنی اسرائیل کی بات ہے اور کچھ دل کو گتی بھی نہیں اس لئے کہ یہ ناممکن ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر عارف باللہ اللہ جل شانہ کی اس صفت سے ناواقف ہوں اور انہیں اس میں تردد ہو کہ اللہ ذوالجلال والا کرام جاگتا ہی رہتا ہے یا سو بھی جاتا ہے اور اس سے بھی بہت زیادہ غرابت والی وہ حدیث ہے جو ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کو منبر پر بیان فرمایا۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فرمان جو بغیر ہونا ثابت نہیں بلکہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے یہ سوال کیا تھا اور پھر آپ کو بتلیں پکڑوائی گئیں اور وہ بوجہ نیند کے نہ سنبھال سکے اور حضور پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آسمان و زمین کی تمام چیزیں اس کی غلامی میں اور اس کی ماتحتی میں اور اس کی سلطنت میں ہیں جیسے فرمایا اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا لِحٰجِیِّ رَبِّہِ یعنی زمین و آسمان کی کل چیزیں رحمن کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہیں ان سب کو رب العالمین نے ایک ایک کر کے گن رکھا ہے ساری مخلوق تنہا تنہا اس کے پاس حاضر ہوگی کوئی نہیں جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش یا شفاعت کر سکے جیسے ارشاد ہے وَكَمْ مِنْ مُلْكٍ فِی السَّمٰوٰتِ اِلَّا لِحٰجِیِّ رَبِّہِ یعنی آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں لیکن ان کی شفاعت بھی کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء اور مرضی سے ہو۔ اور جگہ ہے وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنْ اَرٰضٰی کسی کی وہ شفاعت نہیں کرتے

مگر اس کی جس سے اللہ خوش ہو۔ پس یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کا جلال اور اس کی کبریائی بیان ہو رہی ہے کہ بغیر اس کی اجازت اور رضامندی کے کسی کی جرات نہیں کہ اس کے سامنے کسی کی سفارش میں زبان کھولے حدیث شفاعت میں بھی ہے کہ میں اللہ کے عرش کے نیچے جاؤں گا اور جہنم میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ مجھے جہنم میں ہی چھوڑ دے گا جب تک چاہے پھر کہا جائے گا کہ اپنا سراٹھاؤ کہو سنا جائے گا شفاعت کرو منظور کی جائے گی آپ فرماتے ہیں پھر میرے لئے حد مقرر کر دی جائے گی اور میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا۔ وہ اللہ تمام گزشتہ موجودہ اور آئندہ کا عالم ہے اس کا علم تمام مخلوق کا احاطہ کئے ہوئے ہے جیسے اور جگہ فرشتوں کا قول ہے کہ مَا نَنْتَزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ اَلْحَمْدُ لِرَبِّكَ تَعَالٰی ہم تیرے رب کے حکم کے بغیر اتر نہیں سکتے۔ ہمارے آگے پیچھے اور سامنے کی سب چیزیں اس کی ملکیت ہیں اور تیرا رب بھول چوک سے پاک ہے۔

کرسی سے مراد حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے علم منقول ہے دوسرے بزرگوں سے دونوں پاؤں رکھنے کی جگہ منقول ہے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مروی ہے اور یہ بھی ہے کہ اس کا اندازہ بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں خود ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مرفوعاً یہی مروی ہے لیکن رفع ثابت نہیں ابواملکؓ فرماتے ہیں کہ عرش کے نیچے ہے سداً کہتے ہیں آسمان و زمین کرسی کے جوف میں اور کرسی عرش کے سامنے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان اگر پھیلا دیئے جائیں اور سب کو ملا کر بسیط کر دیا جائے تو بھی کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہوں گے جیسے ایک حلقہ کسی چٹیل میدان میں۔ ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان کرسی میں ایسے ہی ہیں جیسے سات درہم ڈھال میں اور حدیث میں ہے کرسی عرش کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک لوہے کا حلقہ چٹیل میدان میں ابوذر غفاریؓ نے ایک مرتبہ کرسی کے بارے میں سوال کیا تو حضورؐ نے قسم کھا کر یہی فرمایا اور فرمایا کہ پھر عرش کی فضیلت کرسی پر بھی ایسی ہی ہے ایک عورت نے آ کر حضورؐ سے درخواست کی کہ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں لے جائے آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی کرسی نے آسمان و زمین کو گھیر رکھا ہے مگر جس طرح نیا پالان چرچراتا ہے وہ کرسی عظمت پروردگار سے چرچرا رہی ہے۔ گویہ حدیث بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے لیکن کسی سند میں کوئی راوی غیر مشہور ہے کسی میں ارسال ہے کوئی موقوف ہے۔ کسی میں بہت کچھ غریب زیادتی ہے کسی میں حذف ہے اور ان میں سب سے زیادہ غریب حضرت جبیرؓ والی حدیث ہے جو ابوداؤد میں مروی ہے۔ اور وہ روایات بھی ہیں جن میں قیامت کے روز کرسی کا فیصلوں کے لئے رکھا جانا مروی ہے ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں یہ ذکر نہیں واللہ اعلم۔ مسلمانوں کے ہیئت والے مشکمین کہتے ہیں کہ کرسی آٹھواں آسمان ہے جسے فلک ثوابت کہتے ہیں اور جس پر نواں آسمان ہے اور جسے فلک اثیر کہتے ہیں اور اطلس بھی لیکن دوسرے لوگوں نے اس کی تردید کی ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کرسی ہی عرش ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ کرسی اور ہے اور عرش اور ہے جو اس سے بہت بڑا ہے جیسے کہ آثار احادیث میں وارد ہوا ہے۔ علامہ ابن جریرؒ تو اس بارے میں حضرت عمرؓ والی روایت پر اعتماد کئے ہوئے ہیں لیکن میرے نزدیک اس کی صحت میں کلام ہے واللہ اعلم۔

پھر فرمایا کہ اللہ پران کی حفاظت بوجہل اور گراں نہیں بلکہ سہل اور آسان ہے۔ وہ ساری مخلوق کے اعمال پر خبردار تمام چیزوں پر نگہبان کوئی چیز اس سے پوشیدہ اور انجان نہیں تمام مخلوق اس کے سامنے حقیر متواضع و ذلیل پست محتاج اور فقیر و غنی وہ حمید وہ جو کچھ چاہے کر گزرنے والا کوئی اس پر حاکم نہیں۔ باز پرس کرنے والا نہیں ہر چیز پر وہ غالب ہر چیز کا حافظ اور مالک وہ علو بلندی اور رفعت والا وہ عظمت بڑائی اور کبریائی والا اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ اس کے سوا کوئی خبر گیری کرنے والا پالنے پوسنے والا وہ کبریائی والا اور فخر والا ہے اسی لئے فرمایا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ بلندی اور عظمت والا وہی ہے۔ یہ آیتیں اور ان جیسی اور آیتیں اور صحیح حدیثیں جتنی کچھ ذات و

صفات باری میں وارد ہوئی ہیں ان سب پر ایمان لانا بغیر کیفیت معلوم کئے اور بغیر تشبیہ دیئے جن الفاظ میں وہ وارد ہوئی ہیں ضروری ہے اور یہی طریقہ ہمارے سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۚ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ  
بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ  
لَا انفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں سیدھی راہ نیز سچی راہ سے ممتاز اور روشنی ہو چکی جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں سے انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے پس اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے ○

جبر اور دعوت اسلام: ☆☆ (آیت ۲۵۶) یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ کسی کو جبر اسلام میں داخل نہ کرو اسلام کی حقانیت واضح اور روشن ہو چکی اس کے دلائل و براہین بیان ہو چکے ہیں۔ پھر کسی پر جبر اور زبردستی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جسے اللہ رب العزت ہدایت دے گا جس کا سینہ کھلا ہوا دل روشن اور آنکھیں بینا ہوں گی وہ تو خود بخود اس کا والا و شیدا ہو جائے گا ہاں اندھے دل والے بہرے کانوں والے پھوٹی آنکھوں والے اس سے دور رہیں گے۔ پھر انہیں اگر جبر اسلام میں داخل بھی کیا تو کیا فائدہ۔ کسی پر اسلام کے قبول کرانے کے لئے جبر اور زبردستی نہ کرو۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرک عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تھی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود بنادیں گے یہودیوں کے سپرد کر دیں گے اسی طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے۔ جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور اللہ کے دین کے انصار بنے یہودیوں سے جنگ ہوئی اور ان کی اندرونی سازشوں اور فریب کاریوں سے نجات پانے کے لئے سرورِ رسل علیہ السلام نے یہ حکم فرمایا کہ بنی نضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جائے اس وقت انصار یوں نے اپنے بچے جو ان کے پاس تھے ان سے طلب کئے تاکہ انہیں اپنے اثر سے مسلمان بنالیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی نہ کرو۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار کے قبیلے بنو سالم بن عوف کا ایک شخص حبشی نامی تھا جس کے دو لڑکے نصرانی تھے اور خود مسلمان تھا۔ اس نے نبی ﷺ کی خدمت میں ایک بار عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان لڑکوں کو جبراً مسلمان بنالوں۔ ویسے تو وہ عیسائیت سے ہٹے نہیں اس پر یہ آیت اتری اور ممانعت کر دی۔ اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ نصرانیوں کا ایک قافلہ ملک شام سے تجارت کے لئے کشمش لے کر آیا تھا جن کے ہاتھوں پر دونوں لڑکے نصرانی ہو گئے تھے جب وہ قافلہ جانے لگا تو یہ بھی جانے پر تیار ہو گئے۔ ان کے باپ نے حضورؐ سے یہ ذکر کیا اور کہا اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں اسلام لانے کے لئے کچھ تکلیف دوں اور جبراً مسلمان بنالوں ورنہ پھر آپ کو انہیں واپس لانے کے لئے اپنے آدمی بھیجنے پڑیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عمرؓ کا غلام اسبق نصرانی تھا۔ آپؐ اس پر اسلام پیش کرتے وہ انکار کرتا آپؐ کہہ دیتے کہ خیر تیری مرضی۔ اسلام جبر سے روکتا ہے علماء کی ایک بڑی جماعت کا یہ خیال ہے کہ یہ آیت ان اہل کتاب کے حق میں ہے جو فحش و تبدیل و توراۃ و انجیل سے پہلے دین مسیحی اختیار کر چکے تھے اور اب وہ جزیہ پر رضامند ہو جائیں بعض اور کہتے ہیں آیت قتال نے اسے منسوخ کر دیا۔ تمام انسانوں کو اس پاک دین کی دعوت دینا ضروری ہے اگر کوئی انکار کرے تو بے شک مسلمان اس سے جہاد کریں گے جیسے اور جگہ ہے سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اَلْعَنَقَرِیْبِ تَمْهِنُ اس قوم کی طرف بلایا جائے گا جو بڑی لڑاکا ہے۔ یا تو تم اس



سے لڑو گے یا وہ اسلام لائیں گے۔ اور جگہ ہے اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان سختی کرو اور جگہ ہے ایماندارو اپنے آس پاس کے کفار سے جہاد کرو تم میں وہ گھر جائیں اور یقین رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ صحیح حدیث میں ہے تیرے رب کو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو غیروں میں جکڑے ہوئے جنت کی طرف کھینچے جاتے ہیں یعنی وہ کفار جو میدان جنگ سے قیدی ہو کر طوق و سلاسل پہنا کر یہاں لائے جاتے ہیں پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور ان کا ظاہر باطن اچھا ہو جاتا ہے اور وہ جنت کے لائق بن جاتے ہیں۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص سے حضورؐ نے کہا 'مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا' حضرت میرا دل نہیں مانتا' آپؐ نے فرمایا گو دل نہ چاہتا ہو۔ یہ حدیث مٹائی ہے یعنی آنحضرتؐ تک اس میں صرف تین راوی ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپؐ نے اسے مجبور کیا۔ مطلب یہ ہے کہ تو کلمہ تو پڑھ لے پھر ایک دن وہ بھی آئے گا اللہ تیرے دل کو کھول دے اور تو دل سے بھی اسلام کا دلدادہ ہو جائے۔ حسن نیت اور اخلاص عمل تجھے نصیب ہو، جو شخص امت اور اوثان اور معبودان باطل اور شیطانی کلام کی قبولیت کو چھوڑ دے اللہ تعالیٰ حید کا اقراری اور عامل بن جائے وہ سیدمی اور صحیح راہ پر ہے حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں جنت سے مراد جادو ہے اور طاغوت سے مراد شیطان ہے دلیری اور نامردی دونوں اونٹ کے دونوں طرف کے برابر کے بوجھ ہیں جو لوگوں میں ہوتے ہیں۔ ایک دلیر آدمی تو انجان شخص کی حمایت میں بھی جان دینے پر تزل جاتا ہے لیکن ایک بزدل اور ڈرپوک اپنی سگی ماں کی خاطر بھی قدم آگے نہیں بڑھاتا۔ انسان کا حقیقی کرم اس کا دین ہے۔ انسان کا سچا حسن نسب و خلق ہے۔ گو وہ فارسی ہو یا ہنسی۔ حضرت عمرؓ کا طاغوت کو شیطان کے معنی میں لینا بہت ہی اچھا ہے اس لئے کہ یہ ہر اس برائی کو شامل ہے جو اہل جاہلیت میں تہمت کی پوجا کرنا ان کی طرف حاجتیں لے جانا ان سے سختی کے وقت طلب امداد کرنا وغیرہ۔

پھر فرمایا 'اس شخص نے مضبوط کڑا تمام لیا' یعنی دین کے اعلیٰ اور قوی سب کو لے لیا جو نہ ٹوٹے نہ پھوٹے، خوب مضبوط، مستحکم قوی اور گڑا ہوا، عروہ دھمی سے مراد ایمان، اسلام، توحید باری، قرآن اور اللہ کی راہ کی محبت اور اسی کے لئے دشمنی کرنا ہے۔ یہ کڑا کبھی نہ ٹوٹے گا یعنی اس کے جنت میں پہنچنے تک۔ اور جگہ ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی يُغَيِّرُوْا اَمَّا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بگاڑتا جب تک خود وہ اپنی حالت نہ بگاڑ لے۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے حضرت قیس بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مسجد نبویؐ میں تھا تو ایک شخص آیا جس کا چہرہ اللہ سے خائف تھا نماز کی دوہلی رکعتیں اس نے ادا کیں لوگ انہیں دیکھ کر کہنے لگے یہ جنتی ہے۔ جب وہ باہر نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے گیا باتیں کرنے لگا جب وہ متوجہ ہوئے تو میں نے کہا جب آپ تشریف لائے تھے تب لوگوں نے آپ کی نسبت یوں کہا تھا تو آپ نے کہا 'سمعان اللہ کسی کو وہ نہ کہتا چاہئے جس کا علم اسے نہ ہو' ہاں البتہ اتنی بات تو ہے کہ میں نے حضورؐ کی موجودگی میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گویا میں ایک لہلہاتے ہوئے سرسبز گلشن میں ہوں اس کے درمیان ایک لوہے کا ستون ہے جو زمین سے آسمان تک چلا گیا ہے اس کی چوٹی پر ایک کڑا ہے مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ۔ میں نے کہا میں تو نہیں چڑھ سکتا۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھے تھاما اور میں با آسانی چڑھ گیا اور اس کڑے کو تھام لیا اس نے کہا۔ دیکھو مضبوط پکڑے رکھنا، بس اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی کہ وہ کڑا میرے ہاتھ میں تھا میں نے حضورؐ سے اپنا خواب بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا گلشن باغ اسلام ہے اور ستون ستون دین ہے اور کڑا عروہ دھمی ہے تو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے گا۔ یہ شخص حضرت عبداللہ بن سلام ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں مروی ہے۔

مسند کی اسی حدیث میں ہے کہ اس وقت آپؐ بوڑھے تھے اور لکڑی پر ٹیک لگائے ہوئے مسجد نبویؐ میں آئے تھے اور ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھتی تھی اور سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ جنت اللہ کی چیز ہے جسے چاہے اس میں لے جائے۔ خواب کے ذکر میں فرمایا کہ ایک

فخص آیا مجھے لے کر چلا۔ جب ہم ایک لمبے چوڑے صاف شفاف میدان میں پہنچے تو میں نے بائیں طرف جانا چاہا تو اس نے کہا تو ایسا نہیں میں دائیں جانب چلے گا تو اچانک ایک پھسلنا پہاڑ نظر آیا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اوپر چڑھالیا اور میں اس کی چوٹی تک پہنچ گیا۔ وہاں میں نے ایک اونچا ستون لوہے کا دیکھا جس کے سرے پر ایک سونے کا کڑا تھا۔ مجھے اس نے اس ستون پر چڑھادیا یہاں تک کہ میں نے اس کڑے کو تھام لیا۔ اس نے پوچھا خوب مضبوط تھام لیا ہے میں نے کہا ہاں اس نے زور سے ستون پر اپنا پاؤں مارا وہ نکل گیا اور کڑا میرے ہاتھ میں رہ گیا جب یہ خواب حضور کو میں نے سنایا تو آپ نے فرمایا بہت نیک خواب ہے میدان میدان حشر ہے بائیں طرف کا راستہ جہنم کا راستہ ہے تو ان لوگوں میں نہیں دائیں جانب کا راستہ جنتیوں کی راہ ہے پھسلنا پہاڑ شہداء کی منزل ہے کڑا اسلام کا کڑا ہے مرتے دم تک اسے مضبوط تھام رکھو اس کے بعد حضرت عبداللہ نے فرمایا امید تو مجھے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں لے جائے گا۔

اللَّهُ وَلِیُّ الَّذِینَ آمَنُوا یُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِینَ  
كَفَرُوا أَوْلِیٰهُمُ الطَّاغُوتُ یُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى  
الظُّلُمَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۸۵﴾

ایمان والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے ○

اندھیرے سے اجالے تک: ☆☆ (آیت: ۲۵۷) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی رضامندی کے طلب گار کو وہ سلامتی کی رہنمائی کرتا ہے اور کفر و شک کے اندھیروں سے نکال کر نور حق کی صاف روشنی میں لاکھڑا کرتا ہے کفار کے ولی شیاطین ہیں جو جہالت و ضلالت کو کفر و شرک کو مزین کر کے انہیں ایمان سے اور توحید سے روکتے ہیں اور یوں نور حق سے ہٹا کر ناحق کے اندھیروں میں جھونک دیتے ہیں یہی کافر ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں ہی پڑے رہیں گے۔

لفظ نور کو واحد لانا اور ظلمات کو جمع لانا اس لئے ہے کہ حق اور ایمان اور سچا راستہ ایک ہی ہے اور کفر کی کئی قسمیں ہیں کافروں کی بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب باطل اور ناحق ہیں جیسے اور جگہ ہے وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ الخ میری سیدھی راہ یہی ہے تم اسی کی تابعداری کرو۔ اور راستوں پر نہ چلو ورنہ اس راہ سے بھٹک جاؤ گے۔ یہ وصیت تمہیں تمہارے بچاؤ کے لئے کر دی۔ اور جگہ ہے وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ اور بھی اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حق ایک ہی ہے اور باطل میں تفرق و انتشار ہے حضرت ایوب بن خالد فرماتے ہیں اہل ہوا یا اہل فتنہ کھڑے کئے جائیں گے جس کی چاہت صرف ایمان ہی کی ہو وہ تو روشن صاف اور نورانی ہوگا اور جس کی خواہش کفر کی ہو وہ سیاہ اور اندھیروں والا ہوگا۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِی حَاجَّ إِبْرٰہِمَ فِی رَبِّہٖ أَنْ اٰتٰہُ الْمُلْکَ  
اِذْ قَالَ اِبْرٰہِمُ رَبِّیَ الَّذِی یُحٰی وَیُمِیْتُ قَالَ اَنَا اٰحِیْ وَامِیْتُ  
قَالَ اِبْرٰہِمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاَتِ بِہَا مِنْ

## الْمَغْرِبِ فِيهِتَ الَّذِي كَفَرًا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ٥٨

کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو سلطنت پا کر ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا۔ جب ابراہیم نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ وہ کہنے لگا: میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں ابراہیم نے کہا اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق کی طرف سے لے آتا ہے تو اسے مغرب کی جانب سے لے آ، اب تو وہ کافر حیران رہ گیا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ○

ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا سامنا: ☆☆ (آیت: ۲۵۸) اس بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان بن سام بن نوح تھا۔ اس کا پایہ تخت بابل تھا۔ اس کے نسب نامہ میں کچھ اختلاف بھی ہے، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دنیا کی مشرق مغرب کی سلطنت رکھنے والے چار ہوئے ہیں جن میں سے دو مومن ہیں اور دو کافر، حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر فرمان ہوتا ہے کہ اے نبی تم نے اسے نہیں دیکھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وجود باری تعالیٰ میں مباحثہ کرنے لگا۔ یہ شخص خود اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ جیسے اس کے بعد فرعون نے بھی اپنے والوں میں دعویٰ کیا تھا کہ میں اپنے سوا کسی کو تمہارا رب نہیں جانتا، چونکہ ایک مدت مدید اور عرصہ بعید سے یہ بادشاہ چلا آتا تھا۔ اس لئے داغ میں رعوت اور انا نیت آگئی تھی۔ سرکشی اور تکبر، نخوت اور غرور طبیعت میں سما گیا تھا، بعض لوگ کہتے ہیں چار سو سال تک حکومت کرتا رہا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب اس نے وجود باری تعالیٰ پر دلیل مانگی تو آپ نے نیست سے ہست اور ہست سے نیست کرنے کی دلیل دی جو ایک بدیہی اور مثل آفتاب روشن دلیل تھی کہ موجودات کا پہلے کچھ نہ ہونا، پھر ہونا، پھر مٹ جانا کھلی دلیل ہے، موجود اور پیدا کرنے والے کے موجود ہونے کی اور وہی اللہ ہے، نمرود نے جوابا کہا کہ یہ تو میں بھی کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر دو شخصوں کو اس نے بلوایا جو واجب القتل تھے۔ ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو رہا کر دیا۔ دراصل یہ جواب اور یہ دعویٰ کس قدر لچر اور بے معنی ہے۔ اس کے بیان کی بھی ضرورت نہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو صفات باری میں سے ایک صفت پیدا کرنا اور پھر نیست کر دینا بیان کی تھی اور اس نے نہ تو انہیں پیدا کیا نہ ان کی یا اپنی موت، حیات پر اسے قدرت، لیکن جہلا کو بھڑکانے کے لئے اور اپنی غلیٹ جتانے کے لئے باوجود اپنی غلطی اور مباحثہ کے اصول سے طریقہ فرار کو جانتے ہوئے صرف ایک بات بنالی۔

ابراہیم علیہ السلام بھی اس کو سمجھ گئے اور آپ نے اس کندیہن کے سامنے ایسی دلیل پیش کر دی کہ صورتا بھی اس کی مشابہت نہ کر سکے، چنانچہ فرمایا کہ جب تو پیدائش اور موت تک کا اختیار رکھتا ہے تو مخلوق پر تصرف تیرا پورا ہونا چاہئے، میرے اللہ نے تو یہ تصرف کیا کہ سورج کو حکم دے دیا ہے کہ وہ مشرق کی طرف سے نکلا کرے چنانچہ وہ نکل رہا ہے، اب تو اسے حکم دے کہ وہ مغرب کی طرف سے نکلے۔ اس کا کوئی ظاہری ثبوت پھوٹا جواب بھی اس سے نہ بن پڑا اور بے زبان ہو کر اپنی عاجزی کا معترف ہو گیا اور اللہ کی حجت اس پر پوری ہو گئی، لیکن چونکہ ہدایت نصیب نہ تھی، راہ یافتہ نہ ہو سکا ایسے بد وضع لوگوں کو اللہ کوئی دلیل نہیں سمجھتا اور وہ حق کے مقابلے میں بغلیں جھانکتے ہی نظر آتے ہیں۔ ان پر اللہ کا غضب و غصہ اور ناراضگی ہوتی ہے اور اس کے لئے اس جہان میں بھی سخت عذاب ہوتے ہیں۔

بعض منطقیوں نے کہا ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے یہاں ایک واضح دلیل کے بعد دوسری اس سے بھی زیادہ واضح دلیل پیش کر دی، لیکن درحقیقت یوں نہیں بلکہ پہلی دلیل دوسری دلیل کا مقدمہ تھی اور ان دونوں میں سے نمرود کے دعویٰ کا بطلان بالکل واضح ہو گیا اصل دلیل پیدائش و موت ہی ہے چونکہ اس کا دعویٰ اس نا سمجھ مشت خاک نے بھی کیا تو لازم تھا کہ جو بنانے بگاڑنے پر نہ صرف قادر ہو بلکہ بنانا بگاڑنا بھی خالق ہو، اس کی ملکیت پوری طرح اسی کے قبضہ میں ہونی چاہئے اور جس طرح موت و حیات کے احکام اس کے جاری ہو جاتے ہیں اسی طرح دوسرے احکام بھی جاری ہو جائیں، پھر کیا وجہ کہ سورج جو کہ ایک مخلوق ہے اس کی فرمانبرداری اور اطاعت

گزارى نہ کرے اور اس کے کہنے سے مشرق کی بجائے مغرب سے نہ نکلے؟ پس ابراہیم علیہ السلام نے اس پر اس مباحثہ میں کھلا غلبہ پایا اور اسے بالکل لا جواب کر دیا۔ فالحمد للہ۔

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ مناظرہ حضرت ابراہیمؑ کے آگ سے نکل آنے کے بعد ہوا تھا اس سے پہلے آپ کی اس خالم بادشاہ سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ زید بن اسلم کا قول ہے کہ قحط سالی تھی۔ لوگ نمرود کے پاس جاتے تھے اور غلہ لے آتے تھے حضرت غلیل اللہ علیہ السلام بھی گئے وہاں یہ مناظرہ ہو گیا بد بخت نے آپ کو غلہ نہ دیا۔ آپ خالی ہاتھ واپس آ گئے۔ گھر کے قریب پہنچ کر آپ نے دونوں بوریوں میں ریت بھر لی کہ گھروالے سمجھیں کچھ لے آئے گھر آتے ہی بوریاں رکھ کر سو گئے۔ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ انھیں بوریوں کو کھولا تو دیکھا کہ عمدہ اناج سے دونوں پر ہیں کھانا پکا کر تیار کیا۔ آپ کی بھی آنکھ کھلی۔ دیکھا کہ کھانا تیار ہے۔ پوچھا اناج کہاں سے آیا کہا دو بوریاں جو آپ بھر کر لائے ہیں انہی میں سے یہ اناج نکالا تھا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے برکت اور اس کی رحمت ہے۔ اس ناہنجار بادشاہ کے پاس اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا۔ اس نے آ کر اسے توحید کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہ کی دوبارہ دعوت دی لیکن انکار کیا۔ تیسری مرتبہ اللہ کی طرف بلایا لیکن پھر بھی یہ منکر ہی رہا اس بار بار کے انکار کے بعد فرشتے نے اس سے کہا: اچھا تو اپنا لشکر تیار کر میں بھی اپنا لشکر لے آتا ہوں۔ نمرود نے بڑا بھاری لشکر تیار کیا اور زبردست فوج کو لے کر سورج نکلنے کے وقت میدان میں آ ڈٹا، ادھر اللہ تعالیٰ نے مجھروں کا ایک دروازہ کھول دیا، بڑے بڑے مجھر اس کثرت سے آئے کہ لوگوں کو سورج بھی نظر نہ آتا تھا، اللہ کی یہ فوج نمرود یوں پر گری اور تھوڑی دیر میں ان کا خون تو کیا ان کا گوشت پوست سب کھاپی گئی اور سارے کے سارے یہیں ہلاک ہو گئے، ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ گیا، انہی مجھروں میں سے ایک نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا دماغ چاٹتا رہا، ایسے عذاب میں وہ رہا کہ اس سے موت ہزاروں درجے بہتر تھی، اپنا سردیواروں اور پتھروں پر مارتا پھرتا تھا، ہتھوڑوں سے پکھلواتا تھا، یونہی ریک ریک کر بد نصیب نے ہلاکت پائی۔ اعاذنا اللہ

اَوْ كَاٰلِذِي مَرَّةٍ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ  
اٰنِي يُحْيِي هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مَاتَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ  
قَالَ كَمْ لَبِثْتُ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتُ  
مِائَةً عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَاَنْظُرْ اِلٰى  
حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَاَنْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا  
ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ  
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

یابندگان فصیح کے جس کا گزر اس ہستی پر ہوا جو منہ کے بل اوندمی بڑی ہوتی تھی کہنے لگا: اسے اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ کس طرح زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اسے مار دیا، سو سال کے بعد اسے اٹھایا پوچھا کتنی مدت تجھ پر گزری؟ کہنے لگا: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ فرمایا بلکہ تو سو سال تک رہا اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ

بالکل خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ، ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں تو دیکھ کہ ہڈیوں کو ہم کس طرح اٹھا بٹھاتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں جب یہ سب اس پر ظاہر ہو چکا تو کہنے لگائیں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

سوسال بعد: ☆ ☆ (آیت: ۲۵۹) اور پر جو واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مباحثہ کا گزرا اس پر اس کا عطف ہے یہ گزرنے والے یا تو حضرت عزیر علیہ السلام تھے جیسا کہ مشہور ہے یا ارمیا بن خلقیہ تھے اور یہ نام حضرت خضر کا ہے یا خرقیل بن یارقیل یا بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا۔ یہ بتی بیت المقدس تھی اور یہی قول مشہور ہے۔ بخت نصر نے جب اسے اجازت یہاں کے باشندوں کو تہ تیغ کیا، مکانات گرا دیئے اور اس آباد بستی کو بالکل ویرانہ کر دیا اس کے بعد یہ بزرگ یہاں سے گزرے انہوں نے دیکھا کہ ساری بستی تہہ بالا ہو گئی ہے نہ مکان ہیں نہ مکین تو وہاں ٹھہر کر سوچنے لگے کہ بھلا ایسا بڑا پر رونق شہر جو اس طرح اجڑا ہے یہ پھر کیسے آباد ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے خود ان پر موت نازل فرمائی۔ یہ تو اسی حالت میں رہے اور وہاں ستر سال کے بعد بیت المقدس پھر آباد ہو گیا۔ بھاگے ہوئے بنی اسرائیل بھی پھر آ پہنچے اور شہر کھچا کھچ بھر گیا وہی اگلی سی رونق اور چہل پہل ہو گئی اب سوسال کا کل کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا اور سب سے پہلے روح آنکھوں میں آئی تاکہ اپنا جی اٹھنا خود دیکھ سکیں، جب سارے بدن میں روح پھونک دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ پچھوایا کہ کتنی مدت تک تم مردہ رہے؟ جس کے جواب میں کہا کہ ابھی تو ایک دن بھی پورا نہیں ہوا۔

وجہ یہ ہوتی کہ صبح کے وقت ان کی روح نکلتی تھی اور سوسال کے بعد جب جئے ہیں تو شام کا وقت تھا۔ خیال کیا کہ یہ یہی دن ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک سوسال کا کل تک مردہ رہے۔ اب ہماری قدرت دیکھو کہ تمہارا تو شہر جتنا جوتہا رہے ساتھ تھا، باوجود سوسال گزر جانے کے بھی ویسا ہی ہے نہ سڑا نہ خراب ہوا ہے یہ تو شہر انور اور انجیر اور عصر تھا نہ تو یہ شہرہ بگڑا تھا نہ انجیر کھٹے ہوئے تھے نہ انور خراب ہوئے تھے بلکہ ٹھیک اپنی اصلی حالت پر تھے اب فرمایا یہ تیرا گدھا جس کی بوسیدہ ہڈیاں تیرے سامنے پڑی ہیں انہیں دیکھ تیرے دیکھتے ہوئے ہم اسے زندہ کرتے ہیں ہم خود تیری ذات کو لوگوں کے لئے دلیل بنانے والے ہیں کہ انہیں قیامت کے دن اپنے دوبارہ جی اٹھنے پر یقین کا مل ہو جائے چنانچہ ان کے دیکھتے ہوئے ہڈیاں انھیں اور ایک ایک کے ساتھ جڑیں۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت نُنشِرَ ہا ”ز“ کے ساتھ ہے اور اسے نُنسِشِرَ ہا ”ز“ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی زندہ کریں گے، مجاہد کی قرأت یہی ہے، سدی وغیرہ کہتے ہیں یہ ہڈیاں ان کے دائیں بائیں پھیلی پڑی تھیں اور بوسیدہ ہونے کی وجہ سے ان کی سفیدی چمک رہی تھی ہوا سے یہ سب یکجا جمع ہو گئیں۔ پھر ایک ایک ہڈی اپنی اپنی جگہ جڑ گئی اور ہڈیوں کا پورا ڈھانچہ قائم ہو گیا جس پر گوشت مطلق نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے گوشت رگیں پٹھے اور کھال پہنادی، پھر فرشتے کو بھیجا جس نے اس کے نکتے میں پھونک ماری، بس اللہ کے حکم سے اسی وقت زندہ ہو گیا اور آواز نکالنے لگا، ان تمام باتوں کو حضرت عزیرؑ دیکھتے رہے اور قدرت کی یہ ساری کاریگری ان کی آنکھوں کے سامنے ہی ہوئی، جب یہ سب کچھ دیکھ چکے تو کہنے لگے اس بات کا علم تو مجھے تھا ہی کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اب میں نے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا تو میں اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے زیادہ علم دقیقین والا ہوں۔ بعض لوگوں نے اَعْلَمَ کو اِغْلَمَ بھی پڑھا ہے یعنی اللہ مقتدر نے فرمایا کہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُنحِي الْمَوْتِ قَالَ أَوْلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ

الطَّيْرِ فَصَرُهِنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا  
ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۖ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾

اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے جناب باری نے فرمایا: کیا تمہیں ایمان نہیں؟ جواب دیا ایمان تو ہے؟ لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے گی فرمایا چار پرند لو ان کے ٹکڑے کر ڈالو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں پکارو تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے۔ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمتوں والا ہے ○

معمرہ حیات و موت: ☆☆ (آیت: ۲۶۰) حضرت ابراہیم کے اس سوال کی بہت سی وجوہات تھیں ایک تو یہ کہ چونکہ یہی دلیل آپ نے نمرود و مردوک کے سامنے پیش کی تھی تو آپ نے چاہا کہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل ہو جائے جانتا تو ہوں ہی لیکن دیکھ بھی لوں۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کے موقعہ کی ایک حدیث ہے جس میں ہے کہ ہم شک کے حقدار بہ نسبت حضرت ابراہیم کے زیادہ ہیں جبکہ انہوں نے کہا رَبِّ اَرِنِي اِلٰحٌ تو اس سے کوئی جاہل یہ نہ سمجھے کہ حضرت خلیل اللہ کو اللہ کی اس صفت میں شک تھا اس حدیث کے بہت سے جواب ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ (شاید یہ ہوگا کہ ہم خلیل اللہ سے کمزور ایمان والے ہونے کے باوجود خلاق عالم کی اس صفت میں شک نہیں کرتے تو خلیل اللہ کو شک کیوں ہوگا؟ مترجم) اب رب العالمین خالق کل فرماتا ہے کہ چار پرند لے لو مفسرین کے اس بارے میں کئی قول ہیں کہ کون کون سے پرند حضرت ابراہیم نے لئے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کا علم ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اس کا نہ جانتا ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا کوئی کہتا ہے وہ کلنگ اور مور اور مرغ اور کبوتر تھے۔ کوئی کہتا ہے وہ مرغابی اور سیرغ کا بچہ اور مرغ اور مور تھے۔ کوئی کہتا ہے کبوتر مرغ اور مور کو اٹھے۔ پھر انہیں کاٹ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ حضرت ابن عباسؓ یہی فرماتے ہیں۔

اور روایت میں ہے اپنے پاس رکھ لیا جب مل گئے انہیں ذبح کر دیا پھر ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ کر دیئے۔ پس آپ نے چار پرند لئے ذبح کر کے ان کے ٹکڑے کیے۔ پھر اکھڑویئے اور سارے مختلف ٹکڑے آپس میں ملا دیئے۔ پھر چاروں پہاڑوں پر وہ ٹکڑے رکھ دیئے اور سب پرندوں کے سر اپنے ہاتھ میں رکھے پھر حکم الہ انہیں بلانے لگے جس جانور کو آواز دیتے اس کے بکھرے ہوئے پر اوھر اوھر سے اڑتے اور آپس میں جڑتے۔ اسی طرح خون خون کے ساتھ ملتا اور باقی اجزا بھی جس جس پہاڑ پر ہوتے آپس میں مل جاتے اور پرندہ اڑتا ہوا آپ کے پاس آتا آپ اسے دوسرے پرند کا سرویتے تو وہ قبول نہ کرتا خود اس کا سرویتے تو وہ بھی جڑ جاتا یہاں تک کہ ایک ایک کر کے یہ چاروں پرند زندہ ہو کر اڑ گئے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اور مردوں کے زندہ ہونے کا یہ ایمان افروز نظارہ خلیل اللہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

پھر فرماتا ہے کہ جان لے اللہ تعالیٰ غالب ہے کوئی چیز اسے عاجز نہیں کر سکتی جس کا کام کو وہ چاہے بے روک ہو جاتا ہے۔ ہر چیز اس کے قبضے میں ہے وہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے۔ اسی طرح اپنے انتظام میں اور شریعت کے مقرر کرنے میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام سے جناب باری کا یہ سوال کرنا کہ کیا تو ایمان نہیں لایا اور حضرت خلیل اللہ کا یہ جواب دینا کہ ہاں ایمان تو ہے لیکن ولی اطمینان چاہتا ہوں یہ آیت مجھے تو اور تمام آیتوں سے زیادہ امید دلانے والی معلوم ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ ایک ایماندار کے دل میں اگر کوئی خطرہ و وسوسہ شیطانی پیدا ہو تو اس پر پکڑ نہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی ملاقات ہوتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ قرآن میں سب سے زیادہ امید پیدا کرنے والی آیت کون سی ہے؟ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں لَا تَقْنَطُوا اِلٰحٌ وَاٰیٰتِہٖ جَسْمٌ مِّنْ اَرْشَادِہٖ کہ اے میرے گنہگار بندو میری رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ میں سب گناہوں کو بخش دیتا ہوں ابن

عباسؓ نے فرمایا میرے نزدیک تو اس امت کے لئے سب سے زیادہ ڈھارس بندھانے والی آیت حضرت ابراہیم کا یہ قول پھر رب دعو عالم کا سوال اور آپ کا جواب ہے (عبدالرزاق وابن ابی حاتم وغیرہ)

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ  
أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَعِفُ  
لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بائیس نکلیں اور ہر بانی میں سودانے ہوں اور اللہ جسے چاہے بڑھا  
چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کسادگی والا اور علم والا ہے ○

سوغنا زیادہ ثواب ☆ ☆ (آیت: ۲۶۱) اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طلب میں اپنے مال کو خرچ کرے اسے بڑی برکتیں اور بہت بڑے ثواب ملتے ہیں اور نیکیاں سات سو گنا کر کے دی جاتی ہیں تو فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں یعنی اللہ کی فرماں برداری میں جہاد کے گھوڑوں کو پالنے میں ہتھیار خریدنے میں حج کرنے کرانے میں خرچہ کراتے ہیں۔ اللہ کے نام دیئے ہوئے کی مثال کس پاکیزگی سے بیان ہو رہی ہے جو آنکھوں میں کھب جائے اور دل میں گھر کر جائے ایک دم یوں فرما دینا کہ اس کے بدلے سات سو ملیں گے اس سے بہت زیادہ لطافت اس کلام اور اس مثال میں ہے اور پھر اس میں اشارہ ہے کہ اعمال صالحہ اللہ کے پاس بڑھتے رہتے ہیں جس طرح تمہارے بوئے ہوئے بیج کھیت میں بڑھنے بڑھاتے رہتے ہیں۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ احمد مجتبیٰ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اپنی بچی ہوئی چیز فی سبیل اللہ دیتا ہے اسے سات سو کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص اپنی جان پر اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے اسے دس گنا ملتا ہے اور بیمار کی عیادت کا ثواب بھی دس گنا ملتا ہے روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اسے خراب نہ کرے جس شخص پر کوئی جسمانی بلا مصیبت دکھ درد بیماری آئے وہ اس کے گناہوں کو جھاڑ دیتی ہے یہ حدیث حضرت ابو عبیدہؓ نے اس وقت بیان فرمائی تھی جبکہ آپ سخت بیمار تھے اور لوگ عیادت کے لئے گئے تھے آپ کی بیوی صاحبہ سرہانے بیٹھی تھیں۔ ان سے پوچھا کہ رات کیسی گزری؟ انہوں نے کہا نہایت سختی سے آپ کا منہ اس وقت دیوار کی جانب تھا یہ سنتے ہی لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا میری رات سختی کی نہیں گزری اس لئے کہ میں نے حضورؐ سے یہ سنا ہے۔

مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نکیل والی اونٹنی خیرات کی آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ قیامت کے دن سات سو نکیل والی اونٹنیاں پائے گا مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی ایک نیکی کو دس نیکیوں کے برابر کر دیا ہے اور پھر وہ بڑھتی رہتی ہیں سات سو تک مگر روزہ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ خاص میرے ہی لئے ہے اور میں آپ اس کا اجر و ثواب دوں گا روزے دار کو دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت دوسری قیامت کے دن روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے دوسری حدیث میں اتنی زیادتی اور ہے کہ روزے دار اپنے کھانے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑتا ہے آخر میں ہے روزہ ڈھال ہے روزہ ڈھال ہے۔

مسند کی اور حدیث میں ہے نماز روزہ اللہ کا ذکر ہیں اللہ کی راہ کے خرچ پر سات سو گئے بڑھ جاتے ہیں ابن ابی حاتم کی حدیث

میں ہے کہ جو شخص جہاد میں کچھ مالی مدد دے گو خود نہ جائے تاہم اسے ایک کے بدلے سات سو کے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور خود بھی شریک ہو تو ایک درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کے خرچ کا ثواب ملتا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی وَاللّٰهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ يَهْدِيْهِ فَرِيْقًا غَرِيْبًا ۚ اِنَّ هُوَ عَلِيمٌ غَرِيْبٌ اور حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ الْفَرَسَ فِيْ سَبْعِ مِائَاتٍ میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی علیہ صلوٰۃ اللہ نے دعا کی کہ اے اللہ میری امت کو کچھ اور زیادتی عطا فرما تو مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ الْفَرَسَ والی آیت اتری اور آپ نے پھر بھی یہی دعا کی تو آیت اِنَّمَا يُؤْتِي السُّبُوْرَةَ اٰجْرُهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ اتری پس ثابت ہوا کہ جس قدر اخلاص عمل میں ہو اسی قدر ثواب میں زیادتی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ بڑے وسیع فضل و کرم والا ہے وہ دیکھ جانتا ہے کہ کون کس قدر مستحق ہے اور کسے استحقاق نہیں فَبُحْبِحْنَا لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

الَّذِيْنَ يَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتَّبِعُوْنَ مَّا  
اَنْفَقُوْا مِمَّا وَّلَا اَذٰى لَهُمْ اٰجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ  
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَّدَقَةٍ تَتَّبِعَهَا  
اَذٰى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۱﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَتِكُمْ  
بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهُ رِثًا لِلنَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ  
الْاٰخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَابٍ عَلَيْهِ ثُرَابٌ فَاَصَابَهُ وَاِبِلٌ فَتَرَكَهٗ  
صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ  
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہوں گے ○ نرم بات کہنا اور معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا رسانی ہو اللہ بے نیاز اور بردبار ہے ○ ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر بر باد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو۔ پھر اس پر زور کا مینہ برے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو راہ نہیں دکھاتا ○

مخیر حضرات کی تعریف اور ہدایات: ☆ ☆ (آیت ۲۶۳-۲۶۴) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ان بندوں کی مدح و تعریف کرتا ہے جو خیرات و صدقات کرتے ہیں اور پھر جسے دیتے ہیں اس پر احسان جتانے نہیں بیٹھتے نہ ہی اپنی زبان یا اپنے کسی فعل سے اس شخص کو کوئی نقصان پہنچاتے ہیں ان سے ایسے جزائے خیر کا وعدہ فرماتا ہے کہ ان کا اجر و ثواب رب دوعالم کے ذمہ ہے۔ ان پر قیامت کے دن کوئی ہول اور خوف و خطر نہ ہوگا اور نہ دنیا اور بال بچے چھوٹ جانے کا انہیں کوئی غم و رنج ہوگا اس لئے کہ وہاں پہنچ کر اس سے بہتر چیزیں انہیں مل چکی ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ کلمہ خیر زبان سے نکالنا، کسی مسلمان بھائی کے لئے دعا کرنا، درگزر کرنا، خطا دار کو معاف کر دینا اس صدقے سے بہت



بہتر ہے جس کی تہہ میں ایذا دہی ہو، ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کوئی صدقہ نیک کام سے افضل نہیں کیا تم فرمان باری قَوْلٌ مَعْرُوفٌ الخ، نہیں سنا، اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے وہ حلیم اور بردبار ہے۔ گناہوں کو دیکھتا ہے اور حلم و کرم کرتا ہے بلکہ معاف فرما دیتا ہے تجاوز کر لیتا ہے اور بخش دیتا ہے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات چیت نہ کرے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہیں ایک تو وہ کراہان جتانے والا دوسرا انٹوں سے نیچے پا جامہ اور تہ لٹکانے والا تیسرا اپنے سووے کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ ماں باپ کا نافرمان خیرات صدقہ کر کے احسان جتانے والا شرابی اور نقدیر کو جھٹلانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

نسائی میں ہے تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں ماں باپ کا نافرمان، شراب کا عادی اور وہ کراہان جتانے والا نسائی کی اور حدیث میں ہے یہ تینوں شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے اسی لئے اس آیت میں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے صدقات و خیرات کو منت و احسان رکھ کر اور تکلیف پہنچا کر برباد نہ کرو۔ اس احسان کے جتانے اور تکلیف کے پہنچانے کا گناہ صدقہ اور خیرات کا ثواب باقی نہیں رکھتا۔ پھر مثال دی کہ احسان اور تکلیف وہی کے صدقے کے غارت ہو جانے کی مثال اس صدقہ جیسی ہے جو ریاکاری کے طور پر لوگوں کے دکھاوے کے لئے دیا جائے۔ اپنی سخاوت اور فیاضی اور نیکی کی شہرت مد نظر ہو لوگوں میں تعریف و ستائش کی چاہت ہو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب نہ ہو نہ اس کے ثواب پر نظر ہو اسی لئے اس جملے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہ ہو تو اس ریاکارانہ صدقے کی اور اس احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے کے صدقہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی صاف چمیل پتھر کی چٹان ہو جس پر مٹی بھی پڑی ہوئی ہو پھر سخت شدت کی بارش ہو تو جس طرح اس پتھر کی تمام مٹی محل جاتی ہے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتی اسی طرح ان دونوں قسم کے لوگوں کے خرچ کی کیفیت ہے کہ گو لوگ سمجھتے ہوں کہ اس کے صدقہ کی نیکی اس کے پاس ہے جس طرح بہ ظاہر پتھر پر مٹی نظر آتی تھی لیکن جیسے کہ بارش سے وہ مٹی جاتی رہی اسی طرح اس کے احسان جتانے یا تکلیف پہنچانے یا ریاکاری کرنے سے وہ ثواب بھی جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گا تو کچھ بھی جزا نہ پائے گا اپنے اعمال میں سے کسی چیز پر قدرت نہ رکھے گا، اللہ تعالیٰ کا فرگروہ کی راہ راست کی طرف رہبری نہیں کرتا۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَشْبِيهَا  
مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَاتَتْ أَكْثُهَا  
ضَعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطُلَّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضامندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو اونچی اور تر زمین پر ہواور پوری بارش اس پر رہے اور وہ اپنا پھل و گنالاٹے اور اگر بارش اس پر نہ بھی برے تو شبنم ہی کافی ہے اللہ تعالیٰ تمہارے کام کو دیکھ رہا ہے ○

سدا بہار عمل: ☆☆ (آیت: ۲۶۵) یہ مثال مومنوں کے صدقات کی دی جن کی نیتیں اللہ کو خوش کرنے کی ہوتی ہیں اور جزائے خیر ملنے کا بھی پورا یقین ہوتا ہے جیسے حدیث میں ہے جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان داری کے ساتھ ثواب ملنے کے یقین پر رکھے، ربوۂ کہتے ہیں اونچی زمین کو جہاں نہریں چلتی ہیں اس لفظ کو ربوۂ اور برنوۂ بھی پڑھا گیا ہے۔ وابل کے معنی سخت بارش کے ہیں۔ وہ دو گنا پھل

لاتی ہے یعنی بہ نسبت دوسرے باغوں کی زمین کے یہ باغ ایسا ہے اور ایسی جگہ واقع ہے کہ بالفرض بارش نہ بھی ہوتا ہم صرف شبنم سے ہی پھلتا پھولتا ہے۔ یہ نامکن ہے کہ موسم خالی جائے اسی طرح ایمانداروں کے اعمال کبھی بھی بے اثر نہیں رہتے۔ وہ ضرور بدلہ دلاتے ہیں ہاں اس جزا میں فرق ہوتا ہے جو ہر ایماندار کے خلوص اور اخلاص اور نیک کام کی اہمیت کے اعتبار سے بڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اپنے بندوں میں سے کسی بندے کا کوئی عمل مخفی اور پوشیدہ نہیں۔

أَيُّدٌ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي  
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ  
وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضَعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَلِكَ  
يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٢٦﴾

کیا تم میں سے کوئی بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور ہر قسم کے پھل موجود ہوں اس شخص کو بڑھا یا گیا ہو اور اس کے ننھے ننھے سے بچے بھی ہوں اور اچانک باغ میں آندھی آئے جس میں آگ بھی ہو اور باغ کو وہ جلا ڈالے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو ○

کفر اور بڑھا یا: ☆☆ (آیت ۲۲۶) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن صحابہ سے پوچھا جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہوں نے کہا اللہ زیادہ جاننے والا ہے آپ نے ناراض ہو کر فرمایا تم جانتے ہو یا نہیں۔ اس کا صاف جواب دو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا امیر المومنین میرے دل میں ایک بات ہے آپ نے فرمایا سنیجے کھو اور اپنے نفس کو اتنا حقیر نہ کرو فرمایا ایک عمل کی مثال دی گئی ہے۔ پوچھا کون سا عمل؟ کہا ایک مالدار شخص جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کرتا ہے۔ پھر شیطان اسے بہکا تا ہے اور وہ گناہوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنے نیک اعمال کو کھودیتا ہے۔ پس یہ روایت اس آیت کی پوری تفسیر ہے۔ اس میں بیان ہو رہا ہے کہ ایک شخص نے ابتداء میں اچھے عمل کئے پھر اس کے بعد اس کی حالت بدل گئی اور برائیوں میں پھنس گیا اور پہلے کی نیکیوں کا ذخیرہ برباد کر دیا اور آخری وقت جبکہ نیکیوں کی بہت زیادہ ضرورت تھی یہ خالی ہاتھ رہ گیا جس طرح ایک شخص ہے جس نے باغ لگایا پھل اتار رہا لیکن جبکہ بڑھاپے کے زمانہ کو پہنچا چھوٹے بچے بھی ہیں آپ کسی کام کاج کے قابل بھی نہیں رہا اب مدار زندگی صرف وہ ایک باغ ہے اتفاقاً آندھی چلی اس میں آگ بھی تھی اور وہ ہر ابھرا ہلہلا تا باغ دم بھر میں لاکھ کا خاک ہو گیا۔

اسی طرح یہ شخص ہے کہ پہلے تو نیکیاں کر لیں۔ پھر برائیوں پر اتر آیا اور خاتمہ اچھا نہ ہوا تو جب ان نیکیوں کے بدلے کا وقت آیا تو خالی ہاتھ رہ گیا کافر شخص بھی جب اللہ کے پاس جاتا ہے تو وہاں تو کچھ کرنے کی طاقت نہیں جس طرح اس بڑھے کو اور جو کیا ہے وہ کفر کی آگ والی آندھی نے برباد کر دیا۔ اب پیچھے سے بھی کوئی اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جس طرح اس بڑھے کی کم سن اولاد اسے کوئی کام نہیں دے سکتی مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلٰی عِنْدَ كَبَرِ سِنِيَّ وَانْقِصَاءِ عُمُرِيْ اے اللہ اپنی روزی کو سب سے زیادہ مجھے اس وقت عنایت فرما جب میری عمر بڑی ہو جائے اور ختم ہونے کو آئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے یہ مثالیں بیان فرمادیں تم بھی غور و فکر تدبر و تفکر کرو سوچو سمجھو اور عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ جیسے فرمایا وَلَلَّذِيْنَ

نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعُلَمَاءُ ان مثالوں کو ہم نے لوگوں کے لئے بیان فرمادیا۔ انہیں علماء ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ٥  
الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمُ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً  
مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ٦ يُوْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّؤْتَ  
الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ٧

ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں کو خرچ کرو اور ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا جسے تم خود لینے والے نہیں ہو ہاں اگر آکھیں بند کر لو تو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے ○ شیطان تمہیں فقیری سے دھمکا رہا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے ○ وہ جسے چاہے حکمت اور اورادائی دیتا ہے اور جو حکمت اور سمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا، نصیحت صرف غلطی حاصل کرتے ہیں ○

خراب اور حرام مال کی خیرات مسترد: ☆ ☆ (آیت: ۲۶۷-۲۶۹) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہے کہ مال تجارت جو اللہ جل شانہ نے تمہیں دیا ہے، سونا چاندی اور پھل اناج وغیرہ جو اس نے تمہیں زمین سے نکال کر دیئے ہیں اس میں سے بہترین مرغوب طبع اور پسند خاطر عمدہ عمدہ چیزیں اللہ کی راہ میں دو۔ ردی و اہیات سڑی گلی گری پڑی بے کار فضول اور خراب چیزیں راہ اللہ نہ دو اللہ خود طیب ہے وہ خبیث کو قبول نہیں کرتا۔ تم اس کے نام پر یعنی گویا اسے وہ خراب چیز دینا چاہتے ہو جسے اگر تمہیں دی جاتی تو نہ قبول کرتے۔ پھر اللہ کیسے لے لے گا؟ ہاں مال جاتا دیکھ کر اپنے حق کے بدلے کوئی گری پڑی چیز بھی مجبور ہو کر لے لو تو اور بات ہے لیکن اللہ ایسا مجبور بھی نہیں وہ کسی حالت میں ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتا یہ بھی مطلب ہے کہ حلال چیز کو چھوڑ حرام چیز یا حرام مال سے خیرات نہ کرو۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمہاری روزیاں تم میں تقسیم کی ہیں تمہارے اخلاق بھی تم میں بانٹ دیئے ہیں دنیا تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو بھی دیتا ہے اور دشمنوں کو بھی ہاں دین صرف دوستوں کو ہی عطا فرماتا ہے اور جسے دین مل جائے وہ اللہ کا محبوب ہے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے خوف نہ ہو جائیں لوگوں کے سوال پر آپ نے فرمایا ایذا سے مراد دھوکہ بازی اور ظلم و ستم ہے جو شخص حرام وجہ سے مال حاصل کرے اس میں اللہ برکت نہیں دیتا نہ اس کے صدقہ خیرات کو قبول فرماتا ہے اور جو چھوڑ کر جاتا ہے وہ سب اس کے لئے آگ میں جانے کا توشہ اور سبب بنتا ہے اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو اچھائی سے دفع کرتا ہے خباثت سے خباثت نہیں ٹپتی پس دو قول ہوئے ایک تو ردی چیزیں دوسرے حرام مال۔ اس آیت میں پہلا قول مراد لینا ہی زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی اپنی وسعت کے مطابق

کھجوروں کے خوشے لاکر ستونوں کے درمیان ایک سی لٹک رہی تھی اس میں لٹکا دیتے جسے اصحاب صفہ اور مسکین مہاجر بھوک کے وقت کھا لیتے کسی نے جسے صدقہ کی رغبت کم تھی اس میں ردی کھجور کا ایک خوشہ لٹکا دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں ایسی ہی چیز ہدیہ میں دی جائے تو ہرگز نہ لو گے ہاں اگر شرم لحاظ سے بادل ناخواستہ لے لو تو اور بات ہے اس کے نازل ہونے کے بعد ہم میں سے ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا (ابن جریر)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ہلکی قسم کی کھجوریں اور وادی (خراب) پھل لوگ خیرات میں نکالتے جس پر یہ آیت اتری اور حضورؐ نے ان چیزوں سے صدقہ دینا منع فرمایا حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں: موئن کی کمائی کبھی غبیث نہیں ہوتی مراویہ ہے کہ بیکار چیز صدقہ میں نہ دو مسند میں حدیث ہے کہ حضورؐ کے سامنے گوہ کا گوشت لایا گیا۔ آپؐ نے نہ کھایا نہ کسی کو کھانے سے منع فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے کہا: کسی مسکین کو دے دیں؟ آپؐ نے فرمایا جو تمہیں پسند نہیں اور جسے تم کھانا گوارا نہیں کرتیں اسے کسی اور کو کیا دو گی؟ حضرت براؓ فرماتے ہیں: جب تمہارا حق کسی پر ہو اور وہ تمہیں وہ چیز دے جو بے قدر و قیمت ہو تو تم اسے نہ لو گے مگر اس وقت جب تمہیں اپنے حق کی بربادی دکھائی دیتی ہو تو تم چشم پوشی کر کے اسی کو لے لو گے ابن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم نے کسی کو اچھا مال دیا اور ادائیگی کے وقت وہ ناقص مال لے کر آیا تو تم ہرگز نہ لو گے اور اگر لو گے بھی تو اس کی قیمت گھٹا کر تو تم جس چیز کو اپنے حق میں لینا پسند نہیں کرتے اسے اللہ کے حق کے عوض کیوں دیتے ہو؟ پس بہترین اور مرغوب مال اس کی راہ میں خرچ کر دو اور یہی معنی ہیں آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ کے بھی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا اور عمدہ چیز دینے کا کہیں اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ محتاج ہے۔ نہیں نہیں۔ وہ تو محض بے نیاز ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو یہ حکم صرف اس لئے ہے کہ غریب بھی دنیا کی نعمتوں سے محروم نہ رہیں گے جیسے اور جگہ قربانی کے حکم کے بعد فرمایا لَنْ يَنَالَ اللَّهُ الْخَبْثَ اللہ تعالیٰ نہ اس کا خون لے نہ گوشت وہ تو تمہارے تقوے کی آزمائش کرتا ہے وہ کشادہ فضل والا ہے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں صدقہ اپنے جہتے حلال مال سے نکال کر اللہ کے فضل اس کی بخشش اس کے کرم اور اس کی سخاوت پر نظریں رکھو وہ اس کا بدلہ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر تمہیں عطا فرمائے گا۔ وہ مفلس نہیں وہ عالم نہیں وہ حمید ہے تمام اقوال و افعال تقدیر و شریعت سب میں اس کی تعریفیں ہی کی جاتی ہیں اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ ہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اس کے سوا کوئی کسی کی پرورش نہیں کرتا۔

حدیث میں ہے کہ ایک چوکا شیطان مارتا ہے اور ایک توفیق کی رہبری فرشتہ کرتا ہے شیطان تو شرارت پر آمادہ کرتا ہے اور حق کے جھٹلانے پر اور فرشتہ نیکی پر اور حق کی تصدیق پر جس کے دل میں یہ خیال آئے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور جان لے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جس کے دل میں وہ دوسوہ پیدا ہو وہ آعوذ پڑھے پھر حضورؐ نے آیت اَلشَّيْطَانُ الْخَ کی تلاوت فرمائی (ترمذی) یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ سے موقوف بھی مروی ہے مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے شیطان روکتا ہے اور دل میں دوسوہ ڈالتا ہے کہ اس طرح ہم فقیر ہو جائیں گے اس نیک کام سے روک کر پھر بے حیائیوں اور بدکاریوں کی رغبت دلاتا ہے گناہوں پر نافرمانیوں پر حرام کاریوں پر اور مخالفت حق پر اس کا ساتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے برخلاف حکم دیتا ہے کہ خرچ فی سبیل اللہ سے ہاتھ نہ روکو اور شیطان کی دھمکی کے خلاف وہ فرماتا ہے کہ اس صدقہ کے باعث میں تمہاری خطاؤں کو بھی معاف کر دوں گا اور وہ جو تمہیں فقری سے ڈراتا ہے میں اس کے مقابلہ میں تمہیں اپنے فضل کا یقین دلاتا ہوں مجھ سے بڑھ کر رحم و کرم فضل و لطف کس کا زیادہ وسیع ہوگا اور انجام کار کا علم بھی مجھ سے زیادہ اچھا کسے حاصل ہو سکتا ہے؟

حکمت سے مراد یہاں پر قرآن کریم اور حدیث شریف کی پوری مہارت ہے جس سے ناسخ منسوخ، محکم، متشابہ، مقدم، موخر، حلال، حرام کی اور مثالوں کی معرفت حاصل ہو جائے، پڑھنے کو تو اسے ہر برا بھلا پڑھتا ہے لیکن اس کی تفسیر اور اس کی سمجھ وہ حکمت ہے جسے اللہ چاہے عنایت فرماتا ہے کہ وہ اصل مطلب کو پالے اور بات کی تہہ کو پہنچ جائے اور زبان سے اس کے صحیح مطلب ادا ہو، سچا علم صحیح سمجھ اسے عطا ہو، اللہ کا ڈراس کے دل میں ہو، چنانچہ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حکمت کا راز اللہ کا ڈر ہے، ایسے لوگ بھی ہیں جو دنیا کے علم کے بڑے ماہر ہیں۔ ہر امر دنیوی کو تفہمدی سے سمجھ لیتے ہیں لیکن دین میں بالکل اندھے ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں کہ دنیوی علم میں کمزور ہیں لیکن علوم شرعی میں بڑے ماہر ہیں، پس یہ ہے وہ حکمت جسے اللہ نے اسے دی اور اسے اس سے محروم رکھا، سدی کہتے ہیں یہاں حکمت سے مراد نبوت ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حکمت کا لفظ ان تمام چیزوں پر شامل ہے اور نبوت بھی اس کا اعلیٰ اور بہترین حصہ ہے اور اس سے بالکل خاص چیز ہے جو انبیاء کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں۔ ان کے تابع فرمان لوگوں کو اللہ کی طرف سے محرومی نہیں، سچی اور اچھی سمجھ کی دولت سے یہ بھی مالا مال ہوتے ہیں، بعض احادیث میں ہے جس نے قرآن کریم کو حفظ کر لیا، اس کے دونوں بازوؤں کے درمیان نبوت چڑھ گئی۔ وہ صاحب وحی نہیں لیکن دوسرے طریق سے کہ وہ ضعیف ہے۔ منقول ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا قول ہے۔

مسند کی حدیث میں ہے کہ قابل رشک صرف دو شخص ہیں جسے اللہ نے مال دیا اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی اور جسے اللہ نے حکمت دی اور ساتھ ہی اس کے ساتھ فیصلے کرنے اور اس کی تعلیم دینے کی توفیق بھی عطا فرمائی۔ وعظ و نصیحت اسی کو نفع پہنچاتی ہے جو عقل سے کام لے، سمجھ رکھتا ہو۔ بات کو یاد رکھے اور مطلب پر نظریں رکھے۔

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ ثَمَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۖ إِنْ تَبَدُّوا لَصَدَقْتَ ۚ فَبِعِمَّاهِيَّ وَإِنْ تَخَفَوْهَا ۖ وَتَوْتَوْهَا الْفَقْرَ ۚ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيَكْفِرْ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

تم جتنا کچھ خرچ کرو یعنی خیرات اور جو کچھ نذر مانو اللہ اسے بخوبی جانتا ہے، ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ○ اگر تم صدقے خیرات کو ظاہر کر دو وہ بھی اچھا ہے اور اگر تم اسے پوشیدہ پوشیدہ مسکینوں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دے گا، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے ○

نیک اور بد لوگ، ظاہر اور در پردہ حقیقت: ☆ ☆ (آیت: ۲۷۱) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ہر ایک چیز اور نذر کو، ہر بھلے عمل کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس کا حکم بجالاتے ہیں، اس سے ثواب کی امید رکھتے ہیں، اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہیں، اس کے فرمان پر ایمان رکھتے ہیں، بہترین بدلہ عطا فرمائے گا اور ان کے خلاف جو لوگ اس کی حکم برداری سے جی چراتے ہیں، گناہ کے کام کرتے ہیں، اس کی خبروں کو جھٹلاتے ہیں، اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں، یہ ظالم ہیں قیامت کے دن قسم قسم کے سخت بدترین اور الم ناک عذاب انہیں ہوں گے اور کوئی نہ ہوگا جو انہیں چھڑائے یا ان کی مدد میں اٹھے۔ پھر فرمایا کہ ظاہر کر کے صدقہ دینا بھی اچھا ہے اور چھپا کر فقراء و مساکین کو دینا بہت ہی بہتر ہے اس لئے کہ یہ ریاکاری سے کوسوں دور ہے، ہاں یہ اور بات ہے کہ ظاہر کرنے میں کوئی دینی مصلحت یا دینی

فائدہ ہو مثلاً اس لئے کہ اور لوگ بھی دیں وغیرہ حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ کا ظاہر کرنے والا مثل بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے کے ہے اور اسے چھپانے والا آہستہ پڑھنے والے کی طرح ہے پس اس آیت سے صدقہ جو پوشیدہ دیا جائے اس کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات شخصوں کو قیامت کے دن اللہ اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا عادل بادشاہ وہ نوجوان جو اپنی جوانی اللہ کی عبادت اور شریعت کی فرمانبرداری میں گزارے وہ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت رکھیں اسی پر جمع ہوں اور اسی پر جدا ہوں وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے نکلنے کے وقت سے جانے کے وقت تک وہ شخص جو غفلت میں اللہ کا ذکر کر کے ردوے وہ شخص جسے کوئی منصب و جمال والی عورت بدکاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو اپنا صدقہ اس قدر چھپا کر دے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر تک نہ ہو۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا کر کے انہیں گاڑ دیا جس سے زمین کا ہلنا موقوف ہو گیا فرشتوں کو پہاڑوں کی ایسی سنگین پیداؤں پر تعجب ہوا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ باری تعالیٰ کیا تیری مخلوق میں پہاڑ سے زیادہ سخت چیز بھی کوئی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں لوہا پوچھا اس سے بھی سخت کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں آگ پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ابن آدم جو اس طرح صدقہ کرتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر نہیں ہوتی۔<sup>(۱)</sup> آیت اکرسی کی تفسیر میں وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو پوشیدگی سے کسی حاجت مند کو دے دیا جائے۔ باوجود مال کی قلت کے پھر بھی اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے پھر اسی آیت کی تلاوت کی (ابن ابی حاتم)

ایک اور حدیث میں ہے پوشیدگی کا صدقہ اللہ کے غضب کو بھادیتا ہے۔ حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں اتری ہے حضرت عمرؓ تو اپنا آدھا مال حضورؐ کے پاس لائے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جو کچھ تھا لا کر رکھ دیا۔ آپؐ نے پوچھا اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ فاروقؓ نے جواب دیا اتنا ہی صدیقؓ کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے اور چپکے سے سب کا سب حضورؐ کے حوالے کر چکے تھے لیکن جب ان سے بھی پوچھا گیا تو کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کافی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر ردوئے اور فرمانے لگے اللہ کی قسم جس کسی نیکی کے کام کی طرف ہم لپکے ہیں اس میں اے صدیقؓ آپ کو آگے ہی آگے پاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ آیت کے الفاظ عام ہیں صدقہ خواہ فرض ہو خواہ نفلی زکوٰۃ ہو یا خیرات اسکی پوشیدگی اظہار سے افضل ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نفلی صدقہ تو پوشیدہ دینا ستر گنی فضیلت رکھتا ہے لیکن فرضی زکوٰۃ کو اعلانیہ ادا کرنا پچیس گنی فضیلت رکھتا ہے پھر فرمایا صدقے کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں اور برائیوں کو دور کر دے گا بالخصوص اس وقت جبکہ وہ چھپا کر دیا جائے تمہیں بہت سی بھلائی ملے گی درجات بڑھیں گے گناہوں کا کفارہ ہوگا یُکْفَر کو یُکْفَر بھی پڑھا گیا ہے۔ اس میں صورثا یہ جواب شرط کے محل پر عطف ہوگا جو نعمناہی ہے جیسے فَاصْذَقْ وَاکُونْ میں وَاکُنْ اللہ تعالیٰ پر تمہاری کوئی نیکی بدی سخاوت بخیلی پوشیدگی اور اظہار نیک نیتی اور دنیا طلبی پوشیدہ نہیں۔ وہ پورا پورا بدلہ دے گا۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا نَفْسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفِّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿۵۷﴾

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي  
الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ  
بِسِيمَتِهِمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ  
اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْئِيلِ وَالْتَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً  
فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

۲۷

انہیں ہدایت پر لا کھڑا کرتا تیرے ذمہ نہیں بلکہ ہدایت اللہ دیتا ہے جسے چاہے تم جو بھی چیز اللہ کی راہ میں دو گے اس کا فائدہ خود پاؤ گے تمہیں صرف اللہ کی رضامندی کی طلب کے لئے ہی خرچ کرنا چاہئے۔ تم جو کچھ مال خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا ○ صدقات کے مستحق صرف وہ غریب ہیں جو راہ اللہ میں روک دیئے گئے ہیں۔ جو ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔ نادان لوگ ان کی بے سوالی کی وجہ سے انہیں مالدار خیال کرتے ہیں تو ان کے چہرے دیکھ کر قیافے سے انہیں پہچان لے گا وہ لوگوں سے چٹ کر سوال نہیں کرتے تم جو کچھ مال خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کا جاننے والا ہے ○ جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن چھپے کھلے خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور نہ انہیں خوف ہے اور نہ غمیانی ○

مستحق صدقات کون ہیں: ☆☆ (آیت: ۲۷۲-۲۷۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان صحابہ اپنے مشرک رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا ناپسند کرتے تھے۔ پھر حضور ﷺ سے سوال ہوا اور یہ آیت اتری اور انہیں رخصت دی فرماتے ہیں کہ حضور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ صدقہ صرف مسلمانوں کو دیا جائے۔ جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمادیا ہر سال کو دو گودہ کسی مذہب کا ہو۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت اسماءؓ والی روایت آیت لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ اِلٰیْهِ کی تفسیر میں آئے گی ان شاء اللہ۔ یہاں فرمایا تم جو نیکی کرو گے اپنے لئے ہی کرو گے جیسے اور جگہ ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ اور اس جیسی اور آیتیں بھی بہت ہیں حسن بصریؒ فرماتے ہیں ایماندار کا ہر خرچ اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے گودہ خود کھائے بچے عطا خراسانیؒ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب تم نے مرضی مولا اور رضائے رب کے لئے دیا تو لینے والا خواہ کوئی ہو اور کیسے ہی اعمال کا کرنے والا ہو یہ مطلب بھی بہت اچھا ہے حاصل یہ ہے کہ نیک نیتی سے دینے والے کا اجر تو اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا۔ اب خواہ وہ مال کسی نیک کے ہاتھ لگے یا بد کے مستحق یا غیر مستحق کے اسے اپنے قصد اور اپنی نیک نیتی کا ثواب مل گیا جبکہ اس نے دیکھ بھال کر لی۔ پھر غلطی ہوئی تو ثواب ضائع نہیں جاتا۔ اسی لئے آیت کے آخر میں بدلہ ملنے کی بشارت دی گئی۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں آیا کہ ایک شخص نے قصد کیا کہ آج رات میں صدقہ دوں گا لے کر نکلا اور چپکے سے ایک عورت کو دے کر چلا گیا۔ صبح لوگوں میں باتیں ہونے لگیں کہ آج رات کو کوئی شخص ایک بدکار عورت کو کوئی خیرات دے گیا۔ اس نے بھی سنا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر اپنے جی میں کہا آج رات اور صدقہ دوں گا لے کر چلا اور ایک شخص کی مٹھی میں رکھ کر چل آیا صبح سنتا ہے کہ

ایک حدیث میں ہے کہ جس کے پاس بے پرواہی کے لائق ہو پھر بھی وہ سوال کرے قیامت کے دن اس کے چہرہ پر اس کا سوال زخم نہ ہوگا۔ اس کا منہ نچا ہوا ہوگا، لوگوں نے کہا۔ حضرت کتنا پاس ہو تو؟ فرمایا پچاس درہم یا اس کی قیمت کا سونا، یہ حدیث ضعیف



ہے شام میں ایک قریشی تھے جنہیں معلوم ہوا کہ حضرت ابوذر ضرورت مند ہیں تو تین سو گنیاں انہیں بھجوائیں۔ آپ خفا ہو کر فرمانے لگیا اس اللہ کے بندے کو کوئی مسکین ہی نہیں ملا؟ جو میرے پاس یہ بھیجیں۔ میں نے تو نبی اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ چالیس درہم جس کے پاس ہوں اور پھر سوال کرے وہ چٹ کر سوال کرنے والا ہے اور ابوذرؓ کے گھرانے والوں کے پاس تو چالیس درہم بھی ہیں چالیس بکریاں بھی ہیں اور دو غلام بھی ہیں ایک روایت میں حضورؐ کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ چالیس درہم ہوتے ہوئے سوال کرنے والا الحاف کرنے والا اور مثل ریت کے ہے۔

پھر فرمایا تمہارے تمام صدقات کا اللہ کو علم ہے اور جبکہ تم پورے محتاج ہو گئے اللہ پاک اس وقت تمہیں اس کا بدلہ دے گا اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ پھر ان لوگوں کی تعریفیں ہو رہی ہیں جو ہر وقت اللہ کے فرمان کے مطابق خرچ کرتے رہتے ہیں۔ انہیں اجر ملے گا اور خوف سے امن پائیں گے بال بچوں کے کھلانے پر بھی انہیں ثواب ملے گا۔ جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ فتح مکہ والے سال جبکہ آپؐ حضرت سعد بن ابی وقاص کی عیادت کو گئے تو فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ حجتہ الوداع والے سال فرمایا تو جو کچھ اللہ کی خوشی کے لئے خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تیرے درجات بڑھائے گا یہاں تک کہ تو جو اپنی بیوی کو کھلائے پلائے اس کے بدلے بھی مسند میں ہے کہ مسلمان طلب ثواب کی نیت سے اپنے بال بچوں پر بھی جو خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ ہے حضورؐ فرماتے ہیں اس آیت کا شان نزول مسلمان مجاہدین کا وہ خرچ ہے جو اپنے گھوڑوں پر کرتے ہیں ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چار درہم تھے جن میں سے ایک راہ اللہ رات کو دیا۔ ایک دن کو ایک پوشیدہ ایک ظاہر تو یہ آیت اتری یہ روایت ضعیف ہے دوسری سند سے یہی مروی ہے اطاعت الہی میں جو مال ان لوگوں نے خرچ کیا اس کا بدلہ قیامت کے دن اپنے پروردگار سے لیں گے یہ لوگ نڈر اور بے غم ہیں۔

الَّذِينَ يَكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ  
الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ  
اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ  
مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا  
خَالِدُونَ ﴿۲۷۵﴾

سو خورد لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر ٹھٹھکا دے۔ یہ اس لئے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ بیو پار بھی تو سود ہی کی طرح ہے اور اللہ نے بیو پار حلال کیا اور سود حرام جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لئے وہ ہے جو گزرا اور اس کا کام اللہ کی طرف ہے اور جس نے پھر بھی کیا وہ جہنمی ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ اسی میں رہیں گے ○

تجارت اور سود کو ہم معنی کہنے والے کج بحث لوگ: ☆☆ (آیت: ۲۷۵) چونکہ پہلے ان لوگوں کا ذکر ہوا ہے جو نیک کام کرنے والے صدقہ خیرات کرنے والے زکوٰۃ دینے والے حاجت مندوں اور رشتہ داروں کی مدد کرنے والے غرض ہر حال میں اور ہر وقت دوسروں کے کام آنے والے تھے تو اب ان کا بیان ہو رہا ہے جو کسی کو دینا تو ایک طرف رہا دوسروں سے چھیننے ظلم کرنے اور ناحق اپنے پراپیوں کا مال

ہضم کرنے والے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ سود خور لوگ اپنی قبروں سے ان کے بارہ میں دیوانوں اور پاگلوں، خبطیوں اور بے ہوشوں کی طرح انھیں گے، پاگل ہوں گے، کھڑے بھی نہ ہو سکتے ہوں گے، ایک قرأت میں ”مِنَ الْمَسِّ“ کے بعد ”يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ کا لفظ بھی ہے ان سے کہا جائے گا کہ لو اب ہتھیار تھام لو اور اپنے رب سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔

شب معراج میں حضورؐ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھروں کی مانند تھے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا سود اور بیاج لینے والے ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جوڑ سے رہتے تھے۔ اور ایک مطول حدیث میں ہے کہ ہم جب ایک سرخ رنگ نہر پر پہنچے جس کا پانی مثل خون کے سرخ تھا تو میں نے دیکھا اس میں کچھ لوگ بمشکل تمام کنارے پر آتے ہیں تو ایک فرشتہ بہت سے پتھر لئے بیٹھا ہے۔ وہ ان کا منہ پھاڑ کر ایک پتھر ان کے منہ میں اتار دیتا ہے۔ وہ پھر بھاگتے ہیں پھر یہی ہوتا ہے پوچھا تو معلوم ہوا یہ سود خواروں کا گروہ ہے۔ ان پر یہ وبال اس باعث ہے کہ یہ کہتے تھے تجارت بھی تو سود ہی ہے ان کا یہ اعتراض شریعت اور احکام الہی پر تھا۔ وہ سود کو تجارت کی طرح حلال جانتے تھے جبکہ بیع پر سود کا قیاس کرنا ہی غلط ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مشرکین تو تجارت کے شرعاً جائز ہونے کے بھی قائل نہیں ورنہ یوں کہتے کہ سود مثل بیع کے ہے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ تجارت اور سود دونوں ایک جیسی چیزیں ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو حلال کہا جائے اور دوسری کو حرام؟

پھر انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ حلت و حرمت اللہ کے حکم کی بناء پر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ بھی کافروں کا قول ہی ہو تو بھی انتہائی اچھے انداز سے جوابا کہا گیا اس میں مصلحت الہیہ کہ ایک کو اللہ نے حرام ٹھہرایا اور دوسرے کو حلال پھر اعتراض کیا؟ علیم و حکیم اللہ کے حکموں پر اعتراض کرنے والے تم کون؟ کس کی ہستی ہے اس سے باز پرس کرنے کی؟ تمام کاموں کی حقیقت کو جاننے والا تو وہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ میرے بندوں کا حقیقی نفع کس چیز میں اور فی الواقع نقصان کس چیز میں ہے تو وہ نفع والی چیزیں حلال کرتا ہے اور نقصان پہنچانے والی چیزیں حرام کرتا ہے۔ کوئی ماں اپنے دودھ پیتے بچے پر اتنی مہربان نہ ہوگی جتنا اللہ اپنے بندوں پر ہے۔ وہ روکتا ہے تو بھی مصلحت سے اور حکم دیتا ہے تو بھی مصلحت سے اپنے رب کی نصیحت سن کر جو باز آ جائے اس کے پہلے کئے ہوئے تمام گناہ معاف ہیں جیسے فرمایا عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ اور جیسے حضورؐ نے فتح مکہ والے دن فرمایا تھا جاہلیت کے تمام سود آج میرے ان دونوں قدموں تلے دفن کر دیئے گئے ہیں چنانچہ سب سے پہلا سود جس سے میں دستبردار ہوتا ہوں وہ عباسؓ کا سود ہے پس جاہلیت میں جو سود لے چکے تھے ان کو لوٹانے کا حکم نہیں ہوا ایک روایت میں ہے کہ ام بعدہ حضرت زید بن ارقمؓ کی ام ولد تھیں حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے ایک غلام حضرت زیدؓ کے ہاتھوں آٹھ سو کا اس شرط پر بیچا کہ جب ان کے پاس رقم آئے تو وہ ادا کر دیں۔ اس کے بعد انہیں نقدی کی ضرورت پڑی تو وقت سے پہلے ہی وہ اسے فروخت کرنے کو تیار ہو گئے۔ میں نے چھ سو کا خرید لیا۔ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا تو نے بھی اور اس نے بھی بالکل خلاف شرع کیا بہت برا کیا جاؤ زید سے کہہ دو اگر وہ توبہ نہ کرے گا تو اس کا جہاد بھی غارت ہوگا جو اس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر کیا ہے میں نے کہا اگر وہ دو سو جو مجھے اس سے لینے ہیں چھوڑ دوں اور صرف چھ سو وصول کر لوں تا کہ مجھے میری پوری رقم آٹھ سو کی مل جائے آپؐ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں پھر آپؐ نے فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّهِ فَارْتَدَّ عَلَىٰ رِجْلَيْهِ مِمَّا كَسَبَ سِوَىٰ ذَٰلِكَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّهِ فَارْتَدَّ عَلَىٰ رِجْلَيْهِ مِمَّا كَسَبَ سِوَىٰ ذَٰلِكَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ۔ یہ اثر بھی مشہور ہے اور ان لوگوں کی دلیل ہے جو عینہ کے مسئلہ کو حرام بتاتے ہیں اس کی تفصیل کتاب الاحکام میں ہے اور احادیث بھی ہیں والحمد للہ۔

پھر فرمایا کہ حرمت کا مسئلہ کانوں میں پڑنے کے بعد بھی سود لے تو وہ مزا کا مستحق ہے۔ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے جب یہ آیت اتری

تو آپ نے فرمایا جو مغابرہ کو اب بھی نہ چھوڑے وہ اللہ کے رسولؐ سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے (ابوداؤد) ”مغابرہ“ اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے کی زمین میں کھیتی بوئے اور اس سے یہ طے ہو کہ زمین کے اس محدود ٹکڑے سے جتنا اناج نکلے وہ میرا باقی تیرا اور ”مزانبہ“ اسے کہتے ہیں کہ درخت میں جو کھجوریں ہیں وہ میری اور میں اس کے بدلے اپنے پاس سے تجھے اتنی اتنی کھجوریں تیار دیتا ہوں اور ”مخالقہ“ اسے کہتے ہیں کہ کھیت میں جو اناج خوشوں میں ہے اسے اپنے پاس سے کچھ اناج دے کر خریدنا ان تمام صورتوں کو شریعت نے حرام قرار دیا تاکہ سود کی جڑیں کٹ جائیں اس لئے کہ ان صورتوں میں صحیح طور پر کیفیت تبادلہ کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ پس بعض علماء نے اس کی کچھ علت نکالی۔ بعض نے کچھ ایک جماعت نے اسی قیاس پر ایسے تمام کاروبار کو منع کیا دوسری جماعت نے برعکس کہا لیکن دوسری علت کی بناء پر۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ ذرا مشکل ہے یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں افسوس کہ تین مسئلے پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئے دادا کی میراث کا کالہ اور سود کی صورتوں کا یعنی کاروبار کی ایسی صورتیں جن پر سود کا شبہ ہوتا ہے اور وہ ذرائع جو سود کی مماثلت تک لے جاتے ہوں۔ جب یہ حرام ہیں تو وہ بھی حرام ہی ٹھہریں گے جیسے کہ وہ چیز واجب ہو جاتی ہے جس کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہوتا ہو بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس طرح حلال ظاہر ہے اسی طرح حرام بھی ظاہر ہے لیکن کچھ کام درمیانی شبہ والے بھی ہیں ان شبہات والے کاموں سے بچنے والے نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا اور جو ان مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ حرام میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس چرواہے کی طرح جو کسی کی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چراتا ہو تو ممکن ہے کہ کوئی جانور اس چراگاہ میں بھی منہ مار لے سنن میں حدیث ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اسے لے لو جو شک شبہ سے پاک ہے دوسری حدیث میں ہے گناہ وہ ہے جو دل میں کھلے طبیعت میں تردد ہو اور اس کے بارے میں لوگوں کا واقف ہونا اسے برا لگتا ہو ایک اور روایت میں ہے اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لوگ چاہے کچھ بھی فتویٰ دیتے ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سود کی حرمت سب سے آخر میں نازل ہوئی (بخاری) حضرت عمرؓ یہ فرما کر کہتے ہیں افسوس کہ اس کی پوری تفسیر بھی مجھ تک نہ پہنچ سکی اور حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں کو بھی چھوڑ دو اور ہر اس چیز کو جس میں سود کا کچھ بھی شبہ ہو (مسند احمد)

حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا شاید میں تمہیں بعض ان چیزوں سے روک دوں جو تمہارے لئے نفع والی ہوں اور ممکن ہے میں تمہیں کچھ ایسے احکام بھی دوں جو تمہاری مصلحت کے خلاف ہوں سنو قرآن میں سب سے آخر سود کی حرمت کی آیت اتری۔ حضورؐ کا انتقال ہو گیا اور افسوس کہ اسے کھول کر ہمارے سامنے بیان نہ فرمایا۔ پس تم ہر اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالتی ہو (ابن ماجہ) ایک حدیث میں ہے کہ سود کے تہتر گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے سب سے بڑا سود مسلمان کی چٹک عزت کرنا ہے (متدرک حاکم) فرماتے ہیں ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ لوگ سود کھائیں گے صحابہؓ نے پوچھا کیا سب کے سب؟ فرمایا جو نہ کھائے گا اسے بھی غبار تو پہنچے گا ہی (مسند احمد)

پس غبار سے بچنے کے لئے ان اسباب کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے جو ان حرام کاموں کی طرف پہنچانے والے ہوں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب سورہ بقرہ کی آخری آیت حرمت سود میں نازل ہوئی تو حضرتؐ نے مسجد میں آکر اس کی تلاوت کی اور سودی کاروبار اور سودی تجارت کو حرام قرار دیا بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح شراب اور اس طرح کی تمام خرید و فروخت وغیرہ وہ وسائل (ذرائع) ہیں جو اس تک پہنچانے والے ہیں۔ سب حضورؐ نے حرام کئے ہیں صحیح حدیث ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت اس لئے کی کہ جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے حیلہ سازی کر کے حلال بنانے کی کوشش کی چنانچہ یہ کوشش کرنا بھی حرام ہے اور موجب لعنت ہے اسی طرح پہلے وہ

حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص دوسرے کی تین طلاقیں والی عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ پہلے خاندان کے لئے وہ حلال ہو جائے اس پر اور اس خاندان پر اللہ کی پھینکار اور اس کی لعنت ہے آیت حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَہ کی تفسیر میں دیکھ لیجئے حدیث شریف میں ہے سود کھانے والے پر کھلانے والے پر شہادت دینے والوں پر گواہ بننے والوں پر لکھنے والے پر سب پر اللہ کی لعنت ہے ظاہر ہے کہ تب و شہاد کو کیا ضرورت پڑی ہے جو وہ خواہ مخواہ اللہ کی لعنت اپنے اوپر لے اسی طرح بظاہر عقد شرعی کی صورت کا اظہار اور نیت میں فساد رکھنے والوں پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتے ہیں، حضرت علامہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان جیلوں حوالوں کے رو میں ایک مستقل کتاب ”ابطال التحلیل“ لکھی ہے جو اس موضوع میں بہترین کتاب ہے۔ اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان سے خوش ہو۔

يَمَحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ  
أَشِيمٍ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا  
الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے اللہ تعالیٰ کسی ناشرے اور گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔ جو لوگ ایمان کے ساتھ سنت کے مطابق کام کرتے ہیں نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ کو ادا کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کوئی خوف ہے نہ ادا اسی اور غم۔

سود کا کاروبار برکت سے محروم ہوتا ہے ☆ ☆ (آیت ۲۷۶-۲۷۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سود کو بر باد کرتا ہے یعنی یا تو اسے بالکل غارت کر دیتا ہے یا سودی کاروبار سے خیر و برکت ہٹا دیتا ہے۔ علاوہ ازیں دنیا میں بھی وہ تباہی کا باعث بنتا ہے اور آخرت میں عذاب کا سبب جیسے ہے قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ الخ یعنی ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتا گو تمہیں ناپاک کی زیادتی تعجب میں ڈالے۔ ارشاد فرمایا وَيَجْعَلُ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمُهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ خبائث والی چیزوں کو تہہ و بالا کر کے وہ جہنم میں جھونک دے گا۔ اور جگہ ہے وَمَا أَنْتُمْ مِنْ رَبِّ الخ یعنی سودوے کر جو مال تم بڑھانا چاہتے ہو وہ دراصل بڑھتا نہیں اسی واسطے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں ہے کہ سود سے اگر مال میں اضافہ ہو بھی جائے لیکن انجام کار کمی ہوتی ہے (مسند احمد)

مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے نکلے اور اناج پھیلا ہوا دیکھا پوچھا یہ غلہ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا بکنے کے لئے آیا ہے آپ نے دعا کی کہ اللہ اس میں برکت دے لوگوں نے کہا یہ غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے پہلے ہی جمع کر لیا تھا پوچھا کس نے جمع کیا تھا؟ لوگوں نے کہا ایک تو فروخ نے جو حضرت عثمانؓ کے مولیٰ ہیں اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے آپ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا جواب دیا کہ ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں اور جب چاہیں بیچیں ہمیں اختیار ہے آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک رکھے اسے اللہ مفلس کر دے گا یہ سن کر حضرت فروخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے۔ میں اللہ سے اور پھر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہ کروں گا لیکن حضرت عمرؓ کے غلام نے پھر بھی یہی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اٹھا کر بیچتے ہیں۔ اس میں کیا حرج ہے؟ راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ فرماتے ہیں میں نے پھر دیکھا کہ اسے جذام ہو گیا اور جذامی (کوڑھ) بنا پھر تاتھا ابن ماجہ میں ہے جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ

بیچنے کے لئے روک رکھے، اللہ تعالیٰ اسے مفلس کروے گا یا جذامی۔

پھر فرماتا ہے وہ صدقہ کو بڑھاتا ہے ”یُرَبِّی“ کی دوسری قرات ”یُرَبِّی“ بھی ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی خیرات کرے اسے اللہ تعالیٰ اپنے واسطے ہاتھ لیتا ہے، پھر اسے پال کر بڑا کرتا ہے (جس طرح تم لوگ اپنے بچھڑوں کو پالتے ہو) اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے اور پاک چیز کے سوا وہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا، ایک اور روایت میں ہے کہ ایک کھجور کا ثواب احد پہاڑ کے برابر ملتا ہے اور روایت میں ہے کہ ایک لقمہ مثل احد کے ہو کر ملتا ہے پس تم صدقہ خیرات کیا کرو۔ پھر فرمایا، ناپسندیدہ کافروں، نافرمان، زبان زور اور نافرمان فعل والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صدقہ خیرات نہ کریں اور اللہ کی طرف سے صدقہ خیرات کے سبب مال میں اضافہ کے وعدہ کی پرواہ کئے بغیر دنیا کا مال جمع کرتے پھر میں اور بدترین اور خلاف شرع طریقوں سے کمائیاں کریں، لوگوں کے مال باطل اور ناحق طریقوں سے کھا جائیں، یہ اللہ کے دشمن ہیں، ان ناشکروں اور گنہگاروں سے اللہ کا پیار ممکن نہیں۔

پھر ان بندوں کی تعریف ہو رہی ہے جو اپنے رب کے احکام کی بجا آوری کریں مخلوق کے ساتھ سلوک و احسان کریں نمازیں قائم کریں، زکوٰۃ دیتے رہیں، یہ قیامت کے دن تمام وکھ ورد سے امن میں رہیں گے، کوئی کھٹکا بھی ان کے دل پر نہ گزرے گا بلکہ رب العالمین اپنے انعام و اکرام سے انہیں سرفراز فرمائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۲۸۱﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿۲۸۲﴾ وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَإِن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۸۳﴾ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَىٰ اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۸۴﴾

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر تم سچے ایماندار ہو۔ اور اگر نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسولؐ سے لڑنے کے لئے ہوشیار ہو جاؤ! ہاں اگر تو یہ کر لو تو تمہارا اپنا اصل مال تمہارا ہی ہے۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک کی مہلت دینی چاہئے اور معاف کر دینا ہی بہت بہتر ہے اگر تم میں علم ہو اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ○

سود خور قابل گردن زدنی ہیں اور قرض کے مسائل: ☆☆ (آیت: ۲۷۸-۲۸۱) ان آیات میں اللہ تعالیٰ ایماندار بندوں کو تقوے کا حکم دے رہا ہے اور ایسے کاموں سے روک رہا ہے جن سے وہ ناراض ہو اور لوگ اس کی قربت سے محروم ہو جائیں، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا لحاظ کرو اور اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور تمہارا سود جن مسلمانوں پر باقی ہے، خبردار ان سے اب نہ لو جبکہ وہ حرام ہو گیا، یہ

آیت قبیلہ ثقیف بنی عمرو بن عیسر اور بنو مخزوم کے قبیلہ بنو مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں ان کا سودی کاروبار تھا۔ اسلام کے بعد بنو عمرو نے مغیرہ سے اپنا سود و طلب کیا اور انہوں نے کہا کہ اب ہم اسے اسلام لانے کے بعد ادا نہ کریں گے۔ آخر جھگڑا بڑھا۔ حضرت عتاب بن اسید جو مکہ شریف کے نائب تھے انہوں نے نبی ﷺ کو یہ لکھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضورؐ نے یہ لکھوا کر بھیج دی اور انہیں قابل وصول سود لینا حرام قرار دیا چنانچہ وہ نائب ہوئے اور اپنا سود بالکل چھوڑ دیا۔

اس آیت میں ہے ان لوگوں پر جو سود کی حرمت کا علم ہونے کے باوجود بھی اس پر جرمے رہیں، زبردست وعید ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سود خور سے قیامت کے دن کہا جائے گا، لے اپنے ہتھیار لے لے اور اللہ سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جا۔ آپ فرماتے ہیں، امام وقت پر فرض ہے کہ سود خور لوگ جو اسے نہ چھوڑیں، ان سے توبہ کرائے اور اگر نہ کریں تو ان کی گردن مار دے حسن اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہما کا فرمان بھی یہی ہے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں، دیکھو اللہ نے انہیں ہلاکت کی دھمکی دی۔ انہیں ذلیل کئے جانے کے قابل ٹھہرایا، خبردار سود سے اور سودی لین وین سے بچتے رہو، حلال چیزوں اور حلال خرید و فروخت بہت کچھ ہے، فاقے گزرتے ہوں تاہم اللہ کی مصیبت سے رکھو، روایت بھی یاد ہوگی جو پہلے گزر چکی کہ حضرت عائشہؓ نے ایک ایسے معاملہ کی نسبت جس میں سود تھا، حضرت زید بن ارقمؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کا جہاد بھی برباد ہو گیا اس لئے کہ جہاد اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کا نام ہے اور سود خواری خود اللہ سے مقابلہ کرنا ہے لیکن اس کی اسناد کمزور ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اگر توبہ کر لو تو اصل مال جو کسی پر فرض ہے، بے شک لے لو، نہ تم تول میں زیادہ لے کر اس پر ظلم کرو، نہ کم وے کر، یا نہ دے کرو، نہ تم پر ظلم کرے، نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا، جاہلیت کا تمام سود میں برباد کرتا ہوں۔ اصل رقم لے لو، سود لے کر کسی پر ظلم کرو، نہ کوئی تمہارا مال مار کر تم پر زیادتی کرے، حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا تمام سود میں ختم کرتا ہوں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تنگی والا شخص ہو اور اس کے پاس تمہارے قرض کی ادائیگی کے قابل مال نہ ہو تو اسے مہلت دو کہ کچھ اور مدت کے بعد ادا کر دے۔ یہ نہ کرو کہ سود و سود و لگائے چلے جاؤ کہ مدت گزر گئی۔ اب اتنا اتنا سود لیں گے، بلکہ بہتر بات تو یہ ہے کہ ایسے غریب کو اپنا قرض معاف کر دو، طبرانی کی حدیث میں ہے کہ جو شخص قیامت کے دن اللہ کے عرش کا سایہ چاہتا ہو، وہ یا تو ایسے تنگی والے شخص کو مہلت دے یا معاف کر دے، مسند احمد کی حدیث میں ہے، جو شخص مفلس آدمی پر اپنا قرض وصول کرنے میں نرمی کرے اور اسے ڈھیل دے، اس کی جتنے دن دہ قرض کی رقم ادا نہ کر سکے، اتنے دنوں تک ہر دن اتنی رقم خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، ہر دن اس سے وگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ یہ سن کر حضرت بریدہؓ نے فرمایا، حضورؐ پہلے تو آپؐ نے ہر دن اس کے مثل ثواب ملنے کا فرمایا تھا۔ آج دو مثل فرماتے ہیں؟ فرمایا ہاں، جب تک معیاد ختم نہیں ہوئی، مثل کا ثواب اور معیاد گزرنے کے بعد دو مثل کا، حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرض ایک شخص کے ذمہ تھا وہ تقاضا کرنے کو آتے لیکن یہ چھپ رہے اور نہ ملنے، ایک دن آئے گھر سے ایک بچہ نکلا آپؐ نے اس سے پوچھا، اس نے کہا، ہاں گھر میں موجود ہیں کھانا کھا رہے ہیں، اب حضرت ابوقحافہؓ نے اونچی آواز سے انہیں پکارا اور فرمایا مجھے معلوم ہو گیا کہ تم گھر میں موجود ہو، آؤ باہر آؤ۔ جواب دو، وہ بیچارے باہر نکلے۔ آپؐ نے کہا۔ کیوں چھپ رہے ہو، کہا حضرت بات یہ ہے کہ میں مفلس ہوں۔ اس وقت میرے پاس رقم نہیں بوجہ شرمندگی کے آپؐ سے نہیں ملتا، آپؐ نے کہا قسم کھاؤ اس نے قسم کھائی، آپؐ روئے اور فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، جو شخص نادار قرض دار کو ڈھیل دے یا اپنا قرض معاف کر دے، وہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سائے تلے ہوگا (صحیح مسلم)۔

ابوبلی نے ایک حدیث روایت کی ہے، حضورؐ فرماتے ہیں، قیامت کے دن ایک بندہ اللہ کے سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کہ بتا میرے لئے تو نے کیا نیکی کی ہے۔ وہ کہے گا اے اللہ ایک ذرے کے برابر بھی کوئی ایسی نیکی مجھ سے نہیں ہوئی جو آج میں اس کی جزا طلب کر سکوں، اللہ اس سے پھر پوچھے گا وہ پھر یہی جواب دے گا، پھر پوچھے گا وہ پھر یہی کہے گا پروردگار ایک چھوٹی سی بات البتہ یاد پڑتی ہے کہ تو نے اپنے فضل سے کچھ مال بھی مجھے دے رکھا تھا۔ میں تجارت پیشہ شخص تھا۔ لوگ ادھار سدھار لے جاتے تھے۔ میں اگر دیکھتا کہ یہ غریب شخص ہے اور وعدہ پر قرض نہ ادا کر سکا تو میں اسے اور کچھ مدت کی مہلت دے دیتا عیال داروں پر سختی نہ کرتا زیادہ تنگی والا اگر کسی کو پاتا تو معاف بھی کر دیتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، پھر میں تجھ پر آسانی کیوں نہ کروں میں تو سب سے زیادہ آسانی کرنے والا ہوں، جا میں نے تجھے بخشا۔ جنت میں داخل ہو جا، مستدرک حاکم میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کی مدد کرے یا قرض دار بے مال کی اعانت کرے یا غلام جس نے لکھ دیا ہو کہ اتنی رقم دے دو تو آزاد ہوں۔ اس کی مدد کرے، اللہ تعالیٰ اسے اس دن سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

مسند احمد میں ہے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعائیں قبول کی جائیں اور اس کی تکلیف و مصیبت دور ہو جائے، اسے چاہئے کہ تنگی والے لوگوں پر کثادگی کرے، عباد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد طلب علم میں نکلے اور ہم نے کہا کہ انصاریوں سے حدیثیں پڑھیں، سب سے پہلے ہماری ملاقات حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ ان کے ساتھ ان کے غلام تھے جن کے ہاتھ میں ایک دفتر تھا اور غلام و آقا کا ایک ہی لباس تھا، میرے باپ نے کہا، چچا آپ تو اس وقت غصہ میں نظر آتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ سنو۔ فلاں شخص پر میرا کچھ قرض تھا، مدت ختم ہو چکی تھی۔ میں قرض مانگنے گیا سلام کیا اور پوچھا کہ کیا وہ مکان پر ہیں۔ گھر میں سے جواب ملا کہ نہیں، اتفاقاً ان کا ایک چھوٹا بچہ باہر آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے والد کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ آپ کی آوازیں کر چار پائی تلے جا چھپے ہیں، میں نے پھر آواز دی اور کہا کہ تمہارا اندر ہونا مجھے معلوم ہو گیا ہے اب چھپو نہیں آؤ جواب دو، وہ آئے میں نے کہا کیوں چھپ رہے ہو؟ کہا محض اس لئے کہ میرے پاس روپیہ تو اس وقت ہے نہیں، آپ سے ملوں گا تو کوئی جھوٹا عذر حیلہ بیان کروں گا یا غلط وعدہ کر لوں گا اس لئے سامنے ہونے سے جھجکتا تھا۔ آپ رسول اللہؐ کے صحابی ہیں، آپ سے جھوٹ کیا کہوں؟ میں نے کہا، سچ کہتے ہو اللہ کی قسم تمہارے پاس روپیہ نہیں، اس نے کہا ہاں سچ کہتا ہوں اللہ کی قسم کچھ نہیں، تین مرتبہ میں نے قسم کھائی اور انہوں نے کھائی، میں نے اپنے دفتر میں سے ان کا نام کاٹ دیا اور رقم جمع کر لی اور کہہ دیا کہ جاؤ میں نے تمہارے نام سے یہ رقم کاٹ دی ہے، اب اگر تمہیں مل جائے تو دے دینا ورنہ معاف ہے۔ سنو میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور میرے اس دل نے اسے خوب یاد رکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص کسی سختی والے کو ڈھیل دے یا معاف کر دے اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا، مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد آتے ہوئے زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، جو شخص کسی نادار پر آسانی کر دے یا اسے معاف کر دے، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی سے بچالے گا، سنو جنت کے کام مشقت والے ہیں اور خواہش کے خلاف ہیں اور جہنم کے کام آسانی والے ہیں اور خواہش نفس کے مطابق ہیں، نیک بخت وہ لوگ ہیں جو فتنوں سے بچ جائیں، وہ انسان جو غصے کا گھونٹ پی لے، اس کو اللہ تعالیٰ ایمان سے نوازتا ہے، طبرانی میں ہے جو شخص کسی مفلس شخص پر رحم کرے اپنے قرض کی وصولی میں اس پر سختی نہ کرے، اللہ بھی اس کے گناہوں پر اس کو نہیں پکڑتا یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نصیحت کرتا ہے۔ انہیں دنیا کے زوال، مال کے فنا، آخرت کا آنا، اللہ کی طرف لوٹنا، اللہ کو اپنے اعمال کا حساب دینا اور ان تمام اعمال پر جزا و سزا کا ملنا یاد دلانا ہے اور اپنے عذابوں سے ڈراتا ہے، یہ بھی مروی ہے کہ قرآن کریم کی سب سے

آخری آیت یہی ہے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ صرف نور اتوں تک زندہ رہے اور ربیع الاول کی دوسری تاریخ کو پیر کے دن آپ کا انتقال ہو گیا۔ اللہ صلی وسلم و علیہ۔ ابن عباسؓ سے ایک روایت میں اس کے بعد حضورؐ کی زندگی اکتیس دن کی بھی مری ہے ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ سلف کا قول ہے کہ اس کے بعد حضورؐ نور ات زندہ رہے۔ ہفتہ کے دن سے ابتدا ہوئی اور پیر والے دن انتقال ہوا۔ الغرض قرآن کریم میں سب سے آخر یہی آیات نازل ہوئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى  
فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبَ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ  
يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ  
وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسَ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ  
سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ  
وَأَسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ  
وَأَمْرَاتَيْنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ  
إِحْدَاهُمَا الْآخَرَىٰ

ایمان والو جب تم آپس میں ایک دوسرے سے عیاد مقرر پر قرض کا معاملہ کر دو تو اسے لکھ لیا کر دو اور لکھنے والے کو چاہئے کہ تمہارا آپس کا معاملہ عدل سے لکھے کاتب کو چاہئے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے اللہ نے اسے سکھایا ہے وہ بھی لکھ دے اور جس کے ذمہ حق ہو وہ لکھوائے اور اپنے اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ گھٹائے نہیں جس شخص کے ذمہ حق ہے وہ اگر نادان ہو یا کمزور ہو یا لکھوانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوادے اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کر دو تاکہ ایک کی بھول چوک کو دوسری یاد دلادے

حفظ قرآن اور لین دین میں گواہ اور لکھنے کی تاکید: ☆ ☆ (آیت: ۲۸۲) یہ آیت قرآن کریم کی تمام آیتوں سے بڑی ہے حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قرآن کی سب سے بڑی آیت یہی آیت الدین ہے یہ آیت جب نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے انکار کرنے والے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو پیدا کیا ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور قیامت تک کی ان کی تمام اولاد نکالی آپ نے اپنی اولاد کو دیکھا۔ ایک شخص کو خوب تر تازہ اور نورانی دیکھ کر پوچھا کہ الہی ان کا کیا نام ہے؟ جناب باری نے فرمایا تمہارے لڑکے داد دے ہیں پوچھا اللہ ان کی عمر کیا ہے؟ فرمایا ساٹھ سال کہا اے اللہ اس کی عمر کچھ اور بڑھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں۔ ہاں اگر تم اپنی عمر میں سے انہیں کچھ دینا چاہو تو دے دو کہا اے اللہ میری عمر میں سے چالیس سال اسے دیئے جائیں چنانچہ دے دیئے گئے حضرت آدمؑ کی اصلی عمر ایک ہزار سال کی تھی۔ اس لین دین کو لکھا گیا اور فرشتوں کو اس پر گواہ کیا گیا حضرت آدمؑ کی موت جب آئی کہنے لگے اے اللہ میری عمر میں سے تو ابھی چالیس سال باقی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تم نے اپنے لڑکے حضرت داد دے کو دے دیئے ہیں تو حضرت آدمؑ نے انکار کیا جس پر وہ لکھا ہوا دیکھا گیا اور فرشتوں کی گواہی گزری دوسری روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ



؎ کی عمر پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار کی پوری کی اور حضرت داؤدؑ کی ایک سو سال کی (مسند احمد) لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ اس کے راوی علی بن زید بن جدعان کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں، مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت ہے۔

وَلَا يَأْتِ الشَّهَادَةَ إِذَا مَا دُعُوا وَلَا تَسْمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ  
كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا  
تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ  
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهَدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ  
وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفَعَّلُوا فَإِنَّهُ فَسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ  
وَيَعْلَمُكُمْ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۸۵﴾

گواہوں کو چاہئے کہ جب وہ بلائے جائیں تو انکار نہ کریں، قرض کو جس کی مدت مقرر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو لکھنے میں کاہلی نہ کرو، اللہ کے نزدیک یہ بات بہت انصاف والی ہے اور گواہی زیادہ درست رکھنے والی اور شک وشبہ سے بھی زیادہ بچانے والی ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ معاملہ نقد تجارت کی شکل میں ہو جو آپس میں تم لین دین کر رہے ہو تو تم پر اس کے نہ لکھنے میں کوئی گناہ نہیں، خرید و فروخت کے وقت بھی گواہ مقرر کر لیا کرو نہ تو لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے نہ گواہ کو اور اگر تم یہ کرو تو یہ تمہاری مکلی نافرمانی ہے۔ اللہ سے ڈرو، اللہ تمہیں تعلیم دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ادھار کے معاملات لکھ لیا کریں تاکہ رقم اور معیار خوب یاد رہے۔ گواہ کو بھی غلطی نہ ہو، اس سے ایک وقت مقررہ کے لئے ادھار دینے کا جواز بھی ثابت ہوا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ معیار مقرر کر کے قرض کے لین و دین کی اجازت اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتی ہے، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ مدینے والوں کا ادھار لین و دین دیکھ کر آنحضور ﷺ نے فرمایا، ناپ تول یا وزن مقرر کر لیا کرو، بھاؤ تاؤ چکا لیا کرو اور مدت کا بھی فیصلہ کر لیا کرو۔

قرآن حکم دیتا ہے کہ لکھ لیا کرو اور حدیث شریف میں ہے کہ ہم ان پڑھا امت ہیں نہ لکھنا جائیں نہ حساب ان دونوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ دینی مسائل اور شرعی امور کے لکھنے کی تو مطلق ضرورت ہی نہیں خواہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بے حد آسان اور بالکل سہل کر دیا گیا، قرآن کا حفظ اور احادیث کا حفظ قدرتا لوگوں پر سہل ہے لیکن دنیوی چھوٹی بڑی لین و دین کی باتیں اور وہ معاملات جو ادھار سدھار ہوں ان کی بابت بے شک لکھ لینے کا حکم ہوا، اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ حکم بھی وجوہاً نہیں پس نہ لکھنا دینی امور کا ہے اور لکھ لینا دنیوی کام کا ہے۔ بعض لوگ اس کے وجوب کی طرف بھی گئے ہیں ابن جریجؒ فرماتے ہیں، جو ادھار دئے وہ لکھ لے اور جو بیچے وہ گواہ کر لے، ابوسلیمان عرشیؒ جنہوں نے حضرت کعبؓ کی صحبت بہت اٹھائی تھی، انہوں نے ایک دن اپنے پاس والوں سے کہا، اس مظلوم کو بھی جاننے ہو جو اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی، لوگوں نے کہا یہ کس طرح؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو ایک مدت تک کے لئے ادھار دیتا ہے اور نہ گواہ رکھتا ہے نہ لکھت پڑھت کرتا ہے۔

پھر مدت گزرنے پر تقاضا کرتا ہے اور دوسرا شخص انکار کر جاتا ہے۔ اب یہ اللہ سے دعا کرتا ہے لیکن پروردگار قبول نہیں کرتا اس لئے کہ اس نے کام اس کے فرمان کے خلاف کیا ہے اور اپنے رب کا نافرمان ہوا ہے، حضرت ابوسعید، شععی، ربیع بن انس، حسن، ابن جریج، ابن زید وغیرہ رحمہم اللہ عنہم کا قول ہے کہ پہلے تو یہ واجب تھا پھر وجوب منسوخ ہو گیا اور فرمایا گیا کہ اگر ایک دوسرے پر اطمینان ہو تو جسے امانت دی گئی ہے اسے چاہئے کہ ادا کر دے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ گو یہ واقعہ اگلی امت کا ہے لیکن تاہم ان کی شریعت ہماری شریعت ہے جب تک ہماری شریعت پر سے انکار نہ ہو۔ اس واقعہ میں جسے اب ہم بیان کرتے ہیں لکھت پڑھت کے نہ ہونے اور گواہ مقرر نہ کئے جانے پر شارع علیہ السلام نے انکار نہیں کیا۔

مسند میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار ادھار مانگے۔ اس نے کہا گواہ لاؤ۔ جواب دیا کہ اللہ کی گواہی کافی ہے، کہا ضمانت لاؤ، جواب دیا اللہ کی ضمانت کافی ہے، کہا تو نے سچ کہا، ادائیگی کی معیاد مقرر ہوگئی اور اس نے اسے ایک ہزار دینار رکن دیئے۔ اس نے تری کا سفر کیا اور اپنے کام سے فارغ ہوا جب معیاد پوری ہونے کو آئی تو یہ سمندر کے قریب آیا کہ کوئی جہاز کشتی ملے تو اس میں بیٹھ جاؤں اور رقم ادا کر آؤں لیکن کوئی جہاز نہ ملا جب دیکھا کہ وقت پر نہیں پہنچ سکتا تو اس نے ایک لکڑی لی۔ اسے بیچ سے کھوکھلی کر لی اور اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک پرچہ بھی رکھ دیا پھر منہ کو بند کر دیا اور اللہ سے دعا کی کہ پروردگار تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے اس نے مجھ سے ضمانت طلب کی میں نے تجھے ضامن دیا اور وہ اس پر خوش ہو گیا گواہ مانگا میں نے گواہ بھی تجھی کو رکھا وہ اس پر بھی خوش ہو گیا۔ اب جبکہ اپنا قرض ادا کر آؤں لیکن کوئی کشتی نہیں ملی۔ اب میں اس رقم کو تجھے سونپتا ہوں اور سمندر میں ڈال دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ رقم اسے پہنچا دے، پھر اس لکڑی کو سمندر میں ڈال دیا اور خود چلا گیا لیکن پھر بھی کشتی کی تلاش میں رہا کہ مل جائے تو جاؤں۔ یہاں تو یہ ہوا وہاں جس شخص نے اسے قرض دیا، جب اس نے دیکھا کہ وقت پورا ہوا اور آج اسے آنا چاہئے تو وہ بھی دریا کنارے آ کھڑا ہوا کہ وہ آئے گا اور میری رقم مجھے دے دے گا یا کسی کے ہاتھ بھجوائے گا مگر جب شام ہونے کو آئی اور کوئی کشتی اس کی طرف سے نہیں آئی تو یہ واپس لوٹا، کنارے پر ایک لکڑی دیکھی تو یہ سمجھ کر کہ خالی ہاتھ تو جابی رہا ہوں، آؤ اس لکڑی کو لے چلو پھاڑ کر سکھالوں گا۔ جلانے کے کام آئے گی، گھر پہنچ کر جب اسے چیرتا ہے تو کھانکھن بجتی ہوئی اشرفیاں نکلتی ہیں۔ گنتا ہے تو پوری ایک ہزار ہیں۔ وہیں پرچہ پر نظر پڑتی ہے اسے بھی اٹھا کر پڑھ لیتا ہے۔ پھر اپک دن وہی شخص آتا ہے اور ایک ہزار دینار پیش کر کے کہتا ہے۔ یہ لیجئے آپ کی رقم معاف کیجئے گا میں نے ہر چند کوشش کی کہ وعدہ خلافی نہ ہو لیکن کشتی کے نہ ملنے کی وجہ سے مجبور ہو گیا اور دیر لگ گئی، آج کشتی ملی آپ کی رقم لے کر حاضر ہوا، اس نے پوچھا کیا میری رقم آپ نے بھجوائی بھی ہے اس نے کہا میں کہہ چکا کہ مجھے کشتی نہ ملی اس نے کہا اپنی رقم واپس لے کر خوش ہو کر چلے جاؤ، آپ نے جو رقم لکڑی میں ڈال کر اسے تو کل علی اللہ ڈال دی تھی اسے اللہ نے مجھ تک پہنچا دیا اور میں نے اپنی رقم پوری وصول پالی۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے صحیح بخاری شریف میں سات جگہ یہ حدیث آئی ہے۔

پھر فرمان ہے کہ لکھنے والا عدل و حق کے ساتھ لکھے کتابت میں کسی فریق پر ظلم نہ کرے۔ ادھر ادھر کچھ کمی بیشی نہ کرے بلکہ لین دین والے دونوں متفق ہو کر جو لکھوائیں، وہی لکھئے، لکھا پڑھا شخص معاملہ کو لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جب اسے لکھنے کو کہا جائے لکھ دے، جس طرح اللہ کا یہ احسان اس پر ہے کہ اس نے اسے لکھنا سکھایا، اسی طرح جو لکھنا نہ جانتے ہوں ان پر یہ احسان کرے اور ان کے معاملہ کو لکھ دیا کرے، حدیث میں ہے یہ بھی صدقہ ہے کہ کسی کام کرنے والے کا ہاتھ بٹاؤ کسی گرے پڑے کا کام کر دو اور حدیث میں ہے جو علم کو جان کر پھر اسے

چھپائے، قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی؛ حضرت مجاہدؒ اور حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں، کاتب پر لکھ دینا اس آیت کی رو سے واجب ہے۔ جس کے ذمہ حق ہو وہ لکھوائے اور اللہ سے ڈرے نہ کی بیشی کرے نہ خیانت کرے۔ اگر یہ شخص بے سمجھ ہے اسراف وغیرہ کی وجہ سے روک دیا گیا ہے یا کمزور ہے یعنی بچہ ہے یا حواس درست نہیں یا جہالت اور کندہ فنی کی وجہ سے لکھوانا بھی نہیں جانتا تو جو اس کا والی اور بڑا ہو وہ لکھوائے۔

پھر فرمایا کتابت کے ساتھ شہادت بھی ہونی چاہئے تاکہ معاملہ خوب مضبوط اور بالکل صاف ہو جائے، دو مردوں کو گواہ کر لیا کرو۔ اگر نمل سکیں تو خیر ایک مرد اور دو عورتیں سہی یہ حکم مال کے اور مقصود مال کے بارے میں ہے، دو عورتوں کو ایک عورت کے قائم مقام کرنا عورت کی عقل کے نقصان کے سبب ہے، جیسے صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، اے عورتو! صدقہ کرو اور بکثرت استغفار کرتی رہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ جہنم میں تم بہت زیادہ تعداد میں جاؤ گی، ایک عورت نے پوچھا، حضورؐ یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا تم لعنت زیادہ بھیجا کرتی ہو اور اپنے خاندانوں کی ناشکری کرتی ہو، میں نے نہیں دیکھا کہ باوجود عقل و دین کی کمی کے مردوں کی قتل مارنے والی تم سے زیادہ کوئی ہو، اس نے پھر پوچھا کہ حضورؐ ہم میں دین کی اور عقل کی کمی کیسے ہے؟ فرمایا عقل کی کمی تو اس سے ظاہر ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین کی کمی یہ ہے کہ ایام حیض میں نہ نماز ہے نہ روزہ۔

گواہوں کی نسبت فرمایا کہ یہ شرط ہے کہ وہ عدالت والے ہوں، امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ جہاں کہیں قرآن شریف میں گواہ کا ذکر ہے وہاں عدالت کی شرط ضروری ہے گو وہاں لفظوں میں نہ ہو اور جن لوگوں نے ان کی گواہی رد کر دی ہے جن کا عادل ہونا معلوم نہ ہو ان کی دلیل بھی یہی آیت ہے، وہ کہتے ہیں کہ گواہ عادل اور پسندیدہ ہونا چاہئے۔ دو عورتیں مقرر ہونے کی حکمت بھی بیان کر دی گئی کہ ایک گواہی کو بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے گی، ”فَتَذَكِّرْ“ کی دوسری قرات ”فَتَذَكِّرْ“ بھی ہے، جو لوگ کہتے ہیں کہ اس کی شہادت اس کے ساتھ مل کر شہادت مرد کے کر دے گی، انہوں نے مکلف کیا ہے صحیح بات پہلی ہی ہے۔ واللہ اعلم۔

گواہوں کو چاہئے کہ جب وہ بلائے جائیں تو انکار نہ کریں یعنی جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس معاملہ پر گواہ رہو تو انہیں انکار نہ کرنا چاہئے جیسے کاتب کی بابت بھی یہی فرمایا گیا ہے، یہاں سے یہ بھی فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ گواہ رہنا بھی فرض کفایہ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جمہور کا مذہب یہی ہے اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ جب گواہ گواہی دینے کے لئے طلب کیا جائے یعنی جب اس سے واقعہ پوچھا جائے تو وہ خاموش نہ رہے چنانچہ حضرت ابو جحزہؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جب گواہ بننے کے لئے بلائے جاؤ تو تمہیں اختیار ہے خواہ گواہ بننا پسند کرو یا نہ کرو لیکن جب گواہ ہو چکے پھر گواہی دینے کے لئے جب بلایا جائے تو ضرور جانا پڑے گا۔ صحیح مسلم اور سنن کی حدیث میں ہے، اچھے گواہ وہ ہیں جو بے پوچھے ہی گواہی دے دیا کریں۔ بخاری و مسلم کی دوسری حدیث میں جو آیا ہے کہ بدترین گواہ وہ ہیں جن سے گواہی طلب نہ کی جائے اور وہ گواہی دینے میں نہ جائیں اور وہ حدیث جس میں ہے کہ پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کی قسمیں گواہیوں پر اور گواہیاں قسموں پر پیش پیش رہیں گی، اور روایت میں آیا ہے کہ ان سے گواہی نہ لی جائے گی تاہم وہ گواہی دیں گے (تو یاد رہے مذمت جھوٹی گواہی دینے والیوں کی ہے اور تعریف سچی گواہی دینے والوں کی ہے) اور یہی ان مختلف احادیث میں تطبیق ہے، حضرت ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں، آیت دونوں حالتوں پر شامل ہے یعنی گواہی دینے کے لئے بھی اور گواہ رہنے کے لئے بھی انکار نہ کرنا چاہئے۔

پھر فرمایا، چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا لکھنے سے کسمائے نہیں بلکہ مدت وغیرہ بھی لکھ لیا کرو۔ ہمارا یہ حکم پورے عدل والا اور گواہی کو خوب

ثابت رکھنے والا ہے کیونکہ اپنی تحریر دیکھ کر بھولی بھری بات بھی یاد آ جاتی ہے نہ لکھا ہو تو ممکن ہے کہ بھول جائے۔ جیسے اکثر ہوتا ہے اور اس میں شک و شبہ کے نہ ہونے کا بھی زیادہ موقع ہے کیونکہ اختلاف کے وقت تحریر دیکھ سکتے ہیں اور بغیر شک و شبہ فیصلہ ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا جبکہ نقد خرید و فروخت ہو رہی ہو تو چونکہ باقی کچھ نہیں رہتا اس لئے اگر نہ لکھا جائے تو کسی جھگڑے کا احتمال نہیں لہذا کتابت کی شرط تو ہٹا دی گئی۔ اب رہی شہادت تو سعید بن مسیب تو فرماتے ہیں کہ ادھار ہو یا نہ ہو ہر حال میں اپنے حق پر گواہ کر لیا کرو دیگر بزرگوں سے مروی ہے کہ فان امن الخ فرما کر اس حکم کو بھی ہٹا دیا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ جمہور کے نزدیک یہ حکم واجب نہیں بلکہ استحب کے طور پر اچھائی کے لئے ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ نے خرید و فروخت کی جبکہ اور کوئی گواہ شاہد نہ تھا چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ آپؐ نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اعرابی آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے دولت خانہ کی طرف رقم لینے کے لئے چلا حضورؐ تو ذرا جلد نکل گئے اور وہ آہستہ آہستہ آ رہا تھا۔ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ گھوڑا بک گیا ہے انہوں نے قیمت لگانی شروع کی۔ یہاں تک کہ جتنے دامنوں اس نے آپ کے ہاتھ بیچا تھا اس سے زیادہ دام لگ گئے۔ اعرابی کی نیت پٹٹی اور اس نے آپ کو آواز دے کر کہا، حضرت یا تو گھوڑا اسی وقت نقد دے کر لے لویا میں اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں حضورؐ یہ سن کر رے اور فرمانے لگے تو تو اسے میرے ہاتھ بیچ چکا ہے پھر یہ کیا کہہ رہا ہے اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں نے تو نہیں بیچا۔ حضرت نے فرمایا۔ غلط کہتا ہے میرے تیرے درمیان معاملہ ہو چکا ہے اب لوگ ادھر ادھر سے بیچ میں بولنے لگے اس گنوار نے کہا اچھا تو گواہ لائیے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچ دیا مسلمانوں نے ہر چند کہا کہ بد بخت آپ تو اللہ کے پیغمبر ہیں آپ کی زبان سے تو حق ہی نکلتا ہے لیکن وہ یہی کہے چلا گیا کہ لاؤ گواہ پیش کرو اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور اعرابی کے اس قول کو سن کر فرمانے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے بیچ دیا ہے اور آنحضرتؐ کے ہاتھ تو فروخت کر چکا ہے آپؐ نے فرمایا تو کیسے شہادت دے رہا ہے؟ حضرت خزیمہؓ نے فرمایا آپ کی تصدیق اور سچائی کی بنیاد پر یہ شہادت دی ہے چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ آج سے حضرت خزیمہؓ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے۔

پس اس حدیث سے خرید و فروخت پر گواہی دو گواہوں کی ضروری نہ رہی لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ تجارت پر بھی گواہ ہوں کیونکہ ابن مردویہ اور حاکم میں ہے کہ تین شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں کی جاتی۔ ایک تو وہ کہ جس کے گھر بد اخلاق عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی یتیم کا مال اس کی بلوغت سے پہلے اسے سوئپ دے تیسرا وہ شخص جو کسی کو مال قرض دے اور گواہ نہ رکھے امام حاکم اسے شرط بخاری و مسلم پر صحیح بتلاتے ہیں۔ بخاری و مسلم اس لئے اسے نہیں لائے کہ شعبہ کے شاگرد اس روایت کو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پر موقوف بتاتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ کاتب کو چاہئے کہ جو لکھا گیا وہی لکھے اور گواہ کو چاہئے کہ واقعہ کے خلاف گواہی نہ دے اور نہ گواہی کو چھپائے۔ حسن قتادہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ ابن عباسؓ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں کو ضرر نہ پہنچایا جائے مثلاً انہیں بلانے کے لئے گئے وہ کسی اپنے کام کاج میں مشغول ہوں تو یہ کہنے لگے کہ تم پر یہ فرض ہے۔ اپنا حرج کرو اور چلو یہ حق انہیں نہیں اور بہت سے بزرگوں سے بھی یہ مروی ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میں جس سے روکوں اس کا کرنا اور جو کام کرنے کو کہوں اس سے رک جانا یہ بدکاری ہے جس کا دبا ل تم سے چھٹے گا نہیں۔ پھر فرمایا اللہ سے ڈرو۔ اس کا لحاظ رکھو اس کی فرمانبرداری کرو اس کے روکے ہوئے کاموں سے رک جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں سمجھا رہا ہے جیسے اور جگہ فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں

دلیل دے دے گا اور جگہ ہے ایمان والو اللہ سے ڈرو اس کے رسول پر ایمان رکھو وہ تمہیں دو ہری رحمتیں دے گا اور تمہیں وہ نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلتے رہو گے۔ پھر فرمایا تمام کاموں کے انجام اور حقیقت سے ان کی مصلحتوں اور دور اندیشیوں سے اللہ آگاہ ہے۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں اس کا علم تمام کائنات کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر چیز کا اسے حقیقی علم ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهْنَ مَقْبُوضَةٌ ۖ فَاِنْ  
 اَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلَیْئُوْدُ الَّذِیْ اَوْثَمِنَ اَمَانَتَهُ وَلِیُثِقِ اللّٰهُ رَبَّهُ ۗ  
 وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ یَّكْتُمْهَا فَانْتَ اِثْمٌ قَلْبُهُ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا  
 تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝۸۳

اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو ہاں اگر آپس میں ایک دوسرے پر اسن ہو تو جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے اور گواہی کو نہ چھپاؤ۔ جو اسے چھپالے وہ گنہگار دل والا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ○

مسئلہ رہن، تحریر اور گواہی! ☆☆ (آیت: ۸۳) یعنی بحالت سفر اگر ادھار کا لین دین ہو اور کوئی لکھنے والا نہ ملے یا ملے مگر قلم و دوات یا کاغذ نہ ہو تو رہن رکھ لیا کرو اور جس چیز کو رہن رکھنا ہو اسے حقدار کے قبضے میں دے دو۔ مقبوضہ کے لفظ سے استدلال کیا گیا ہے کہ رہن جب تک قبضہ میں نہ آجائے لازم نہیں ہوتا جیسے کہ امام شافعیؒ اور جمہور کا مذہب ہے اور دوسری جماعت نے استدلال کیا ہے کہ رہن کا مہن کے ہاتھ میں مقبوض ہونا ضروری ہے امام احمدؒ اور ایک دوسری جماعت سے یہی منقول ہے ایک اور جماعت کا قول ہے کہ رہن صرف سفر میں ہی مشروع ہے جیسے حضرت مجاہدؒ وغیرہ لیکن صحیح بخاری، صحیح مسلم، شافعی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت فوت ہوئے اس وقت آپ کی زرہ مدینے کے ایک یہودی ابوالثم کے پاس تیس دن جو کے بدلے گروی تھی جو آپ نے اپنے گھر والوں کے کھانے کے لئے لئے تھے ان مسائل کے بطل و تفصیل کی جگہ تفسیر نہیں بلکہ احکام کی بڑی بڑی کتابیں ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمُنْتَهٰی وَبِهِ الْمُسْتَعَاْنُ اس سے بعد کے جملے فَاِنْ اَمِنَ سے حضرت ابوسعید خدریؒ فرماتے ہیں کہ اس کے پہلے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے، شعی فرماتے ہیں جب نہ دینے کا خوف ہو تو نہ لکھنے اور نہ گواہ رکھنے کی کوئی حرج نہیں۔ جسے امانت دی جائے اسے خود یاد رکھنا چاہئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ادا کرنے کی ذمہ داری اس ہاتھ پر ہے جس نے کچھ لیا۔ ارشاد ہے شہادت کو نہ چھپاؤ نہ اس میں خیانت کرو نہ اس کے اظہار کرنے سے رکو۔

ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں جھوٹی شہادت دینی یا شہادت کو چھپانا کبیرہ گناہ ہے یہاں بھی فرمایا اس کا چھپانے والا خطا کا رد دل والا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے وَلَا تَكْتُمُوا شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّا اِذَا لَمِنَ الْاٰیْمِنِ یعنی ہم اللہ کی شہادت نہیں چھپاتے۔ اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہم گنہگاروں میں سے ہیں۔ اور جگہ فرمایا ایمان والو! عدل و انصاف کے ساتھ اللہ کے حکم کی تعمیل یعنی گواہیوں پر ثابت قدم رہو گواہی کی برائی خود تمہیں پہنچے یا تمہارے ماں باپ کو یا رشتے کنبے والوں کو اگر وہ مالدار ہو تو اور فقیر ہو تو۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اولیٰ ہے۔ خواہشوں کے پیچھے پڑ کر عدل سے نہ ہٹو اور اگر تم زبان دباؤ گے یا پہلو تہی کرو گے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ گواہی کو نہ چھپاؤ۔ اس کا چھپانے والا گنہگار دل والا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْذُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ  
تُخَفُّوْهُ يَحٰسِبْكُمْ بِهٖ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ  
يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ ہی کی ملکیت ہے تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کر دیا چھپاؤ اللہ اس کا حساب تم سے لے گا پھر جسے چاہے بخشے اور جسے  
چاہے سزا دے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○

انسان کے ضمیر سے خطاب: ☆ ☆ (آیت: ۲۸۴) یعنی آسمان و زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ چھوٹی بڑی چھپی یا کھلی ہر بات کو وہ جانتا ہے۔ ہر پوشیدہ اور ظاہر عمل کا وہ حساب لینے والا ہے جیسے اور جگہ فرمایا ہے قُلْ اِنْ تُخَفُّوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْذُوْهُ يَعْلَمُهُ اللّٰهُ الخ کہہ دے کہ تمہارے سینوں میں جو کچھ ہے اسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کو اس کا بخوبی علم ہے۔ وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اور فرمایا وہ ہر چھپی ہوئی اور علانیہ بات کو خوب جانتا ہے مزید اس معنی کی بہت سی آیتیں ہیں۔ یہاں اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وہ اس پر حساب لے گا۔ جب یہ آیت اتری تو صحابہؓ بہت پریشان ہوئے کہ چھوٹی بڑی تمام چیزوں کا حساب ہوگا۔ اپنے ایمان کی زیادتی اور یقین کی مضبوطی کی وجہ سے وہ کانپ اٹھے تو حضورؐ کے پاس آ کر گھٹنوں کے بل گر پڑے اور کہنے لگے حضرت نماز روزہ جہاد صدقہ وغیرہ کا ہمیں حکم ہوا وہ ہماری طاقت میں تھا۔ ہم نے حتی المقدور کیا لیکن اب جو یہ آیت اتری ہے اسے برداشت کرنے کی طاقت ہم میں نہیں آپؐ نے فرمایا کیا تم یہود و نصاریٰ کی طرح یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم نے سنا اور نہیں مانا۔ تمہیں چاہئے کہ یوں کہو ہم نے سنا اور مانا۔ اے اللہ ہم تیری بخشش چاہتے ہیں۔ ہمارے رب ہمیں تو تیری ہی طرف لوٹنا ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اسے تسلیم کر لیا اور زبانوں پر یہ کلمات جاری ہو گئے تو آیت اُمِّنَ الرَّسُوْلُ الخ اتری اور اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف کو دور کر دیا اور آیت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَازِلٌ هُوَی (مسند احمد) صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تکلیف ہٹا کر آیت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ اتّٰارِی اور جب مسلمانوں نے کہا کہ اے اللہ ہماری بھول چوک اور خطا پر ہماری پکڑ نہ کر تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نَعَمْ یعنی میں یہی کروں گا انہوں نے کہا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا۔ اے اللہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے اگلوں پر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بھی قبول پھر کہا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا اے اللہ ہم پر ہماری طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال۔ اسے بھی قبول کیا گیا پھر دعا مانگی اے اللہ ہمیں معاف فرما ہمارے گناہ بخش اور کافروں پر ہماری مدد کر اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمایا یہ حدیث اور بھی بہت سے انداز سے مروی ہے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اس آیت وَاِنْ تُبْذُوْا کی تلاوت فرمائی اور بہت روئے۔ آپؐ نے فرمایا اس آیت کے اترتے ہی حال صحابہ کا ہوا تھا۔ وہ سخت غمگین ہو گئے اور کہا کہ دلوں کے مالک تو ہم نہیں۔ دل کے خیالات پر بھی پکڑے گئے تو بڑی مشکل ہے۔ آپؐ نے فرمایا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہو چنانچہ صحابہؓ نے کہا اور پھر بعد والی آیتیں اتریں اور عمل پر تو پکڑے ہوئے لیکن دل کے خطرات اور نفس کے وسوسے سے پکڑ منسوخ ہو گئی۔ دوسرے طریق سے یہ روایت ابن مرجانہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ قرآن نے فیصلہ کر دیا

کہ تم اپنے نیک و بد اعمال پر پکڑے جاؤ گے خواہ زبانی ہوں خواہ دوسرے اعضاء کے گناہ ہوں لیکن دلی وسواس معاف ہیں۔ اور بھی بہت سے صحابہؓ اور تابعین سے اس کا منسوخ ہونا مروی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلی خیالات سے درگزر فرمالیا، گرفت اسی پر ہوگی جو کہیں یا کریں۔

بخاری و مسلم میں ہے حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو جب تک اس سے برائی سرزد نہ ہو اگر کر گزرے تو ایک برائی لکھو اور جب نیکی کا ارادہ کرے تو صرف ارادہ سے ہی نیکی لکھ لو اور اگر نیکی کر بھی لے تو ایک کے بدلے دس نیکیاں لکھو (مسلم) اور روایت میں ہے کہ ایک نیکی کے بدلے سات سو تک لکھی جاتی ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ جب بندہ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتے جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ تیرا یہ بندہ بدی کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رے کرے رہو جب تک کہ نہ لے۔ اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھو اگر کرے تو ایک لکھنا اور اگر چھوڑ دے تو ایک نیکی لکھ لینا کیونکہ مجھ سے ڈر کر چھوڑتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں جو پختہ اور پورا مسلمان بن جائے اس کی ایک ایک نیکی کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک بڑھتا جاتا ہے اور برائی نہیں بڑھتی۔ اور روایت میں ہے کہ سات سو سے بھی کبھی کبھی نیکی بڑھادی جاتی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بڑا برباد ہونے والا وہ ہے جو باوجود اس رحم و کرم کے بھی برباد ہو۔ ایک مرتبہ اصحابؓ نے آ کر عرض کیا کہ حضرتؐ کبھی کبھی تو ہمارے دل میں ایسے دوسو اٹھتے ہیں کہ زبان سے ان کا بیان کرنا بھی ہم پر گراں گذرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایسا ہونے لگا؟ انہوں نے عرض کیا ہاں آپؐ نے فرمایا یہ صریح ایمان ہے (مسلم وغیرہ)

حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ قیامت والے دن جب تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا تو فرمائے گا کہ میں تمہیں تمہارے دلوں کے ایسے مجید بتاتا ہوں جس سے میرے فرشتے بھی آگاہ نہیں، مومنوں کو تو بتانے کے بعد پھر معاف فرمادیا جائے گا لیکن منافق اور شک و شبہ کرنے والے لوگوں کو ان کے کفر کی درپردہ اطلاع دے کر بھی ان کی پکڑ ہوگی۔ ارشاد ہے وَلَٰكِنْ يُّوٰحِذْكُمْ بِمَا تَسْمَعْتُمْ قُلُوبَكُمْ لَعَنَ اللّٰهُ تَعَالٰی تَمَہِیۡن تہمارے دل کی کماٹی پر پکڑے گا یعنی دلی شک اور دلی نفاق کی بناء پر۔ حسن بصریؒ بھی اسے منسوخ نہیں کہتے۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی روایت سے متفق ہیں اور فرماتے ہیں کہ حساب اور چیز ہے۔ عذاب اور چیز ہے حساب لیا جانا اور عذاب کیا جانا لازم نہیں ممکن ہے حساب کے بعد معاف کر دیا جائے اور ممکن ہے سزا ہو۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ہم طواف کر رہے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے حضورؐ سے اللہ تعالیٰ کی سرگوشی کے متعلق کیا سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایمان والے کو اپنے پاس بلائے گا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا۔ پھر اس سے کہے گا۔ بتا تو نے فلاں فلاں گناہ کیا؟ فلاں فلاں گناہ کیا؟ وہ غریب اقرار کرتا جائے گا جب بہت سے گناہ ہونے کا اقرار کر لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ سن دنیا میں بھی میں نے تیرے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور اب آج کے دن بھی میں ان تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہوں اب اسے اس کی نیکیوں کا صحیفہ اس کے دانے میں دے دیا جائے گا ہاں البتہ کفار و منافق کو تمام مجمع کے سامنے رسوا کیا جائے گا اور ان کے گناہ ظاہر کئے جائیں گے اور پکارا جائے گا کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر تہمت لگائی، ان ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔

حضرت زیدؓ نے ایک مرتبہ اس آیت کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے سوال کیا تو آپؓ نے فرمایا جب سے میں نے آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں پوچھا ہے تب سے لے کر آج تک مجھ سے کسی شخص نے نہیں پوچھا مگر آج تو نے پوچھا تو سن۔ اس سے مراد بندے کو نیا دی تکلیفیں مثلاً بجز وغیرہ تکلیفیں پہنچانا ہے یہاں تک کہ مثلاً ایک جیب میں نقدی رکھی اور بھول گیا۔ تھوڑی پریشانی ہوئی مگر دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہاں سے نقدی مل گئی اس پر بھی اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں یہاں تک کہ مرنے کے وقت وہ گناہوں سے اس

طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح خالص سرخ سونا ہو - ترمذی وغیرہ یہ حدیث غریب ہے -

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ  
بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ  
وَقَالُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ  
لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا  
اَكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ  
عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا  
تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاَعْفُ عَنَّا وَاعْفُ عَنَّا وَارْحَمْنَا  
اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ

رسول مان چکا اس چیز کو جو اس کی طرف اللہ کی جانب سے اتری اور مومن بھی مان چکے - یہ سب اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم جدائی نہیں کرتے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور مانا ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں - اے رب ہمارے اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے ○ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے ہے اور جو برائی کرے وہ اس پر ہے اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا اللہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے تھے اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر - تو ہی ہمارا مالک ہے ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما ○

بقرہ کی آخری آیات اور ان کی تفصیل: ☆☆ (آیت: ۲۸۵-۲۸۶) ان دونوں آیتوں کی تفصیل کی حدیثیں سنئے صحیح بخاری میں ہے جو شخص ان دونوں آیتوں کو رات کو پڑھ لے اسے یہ دونوں کافی ہیں مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورہ بقرہ کی آخری آیتیں عرشِ تلے کے خزانہ سے دی گئی ہیں مجھ سے پہلے کسی نبی کو یہ نہیں دی گئیں - صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور کو معراج کرائی گئی اور آپ سدرۃ المنتہی تک پہنچے جو ساتویں آسمان میں ہے جو چیز آسمان کی طرف چڑھتی ہے وہ یہیں تک ہی پہنچتی ہے اور یہاں سے ہی لے لی جاتی ہے اور جو چیز اوپر سے نازل ہوتی ہے وہ بھی یہیں تک پہنچتی ہے پھر یہاں سے آگے لے لی جاتی ہے اور اسے سونے کی نڈیاں ڈھکے ہوئے تھیں دہاں حضور کو تین چیزیں دی گئیں - پانچ وقت کی نمازیں سورہ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں اور توحید والوں کے تمام گناہوں کی بخشش - مسند میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا سورہ بقرہ کی ان دونوں آخری آیتوں کو پڑھتے رہا کرو - میں انہیں عرش کے نیچے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں ابن مردیہ میں ہے کہ ہمیں لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئی ہیں - میں سورہ بقرہ کی یہ آخری آیتیں عرشِ تلے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں جو نہ میرے سے پہلے کسی کو دی گئیں نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی - ابن مردیہ میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ اسلام کے جاننے والوں میں سے کوئی شخص آیت الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے بغیر سو جائے - یہ وہ خزانہ ہے جو تمہارے نبی ﷺ عرشِ تلے کے خزانہ سے دیئے گئے ہیں - اور حدیث ترمذی میں ہے کہ اللہ



تعالیٰ نے آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی جس میں سے دو آیتیں اتار کر سورہ بقرہ ختم کی جس گھر میں یہ تین راتوں تک پڑھی جائیں اس گھر کے قریب بھی شیطان نہیں جاسکتا۔ امام ترمذی اسے غریب بتلاتے ہیں لیکن حاکم اپنی مستدرک میں اسے صحیح کہتے ہیں ابن مردویہ میں ہے کہ جب حضور سورہ بقرہ کا خاتمہ اور آیت الکرسی پڑھتے تو ہنس دیتے اور فرماتے یہ دونوں رحمن کے عرش تلے کا خزانہ ہیں اور جب آیت مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ اور آیت وَأَنْ لِّیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى پڑھتے تو زبان سے اِنَّا لِلّٰہ نکل جاتا اور ست ہو جاتے ابن مردویہ میں ہے کہ مجھے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں عرش کے نیچے سے دی گئی ہیں اور مزید مفصل سورتیں بھی وہاں سے ہی دی گئیں ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ ہم حضور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جہاں حضرت جبریلؑ بھی تھے کہ اچانک ایک دہشت ناک بہت بڑے دھماکے کی آواز کے ساتھ آسمان کا وہ دروازہ کھلا جو آج تک کبھی نہیں کھلا تھا اس سے ایک فرشتہ اتر آیا اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا آپ کو خوشی مبارک ہو۔ آپ کو وہ دو نور دیئے جاتے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں ان کے ایک ایک حرف پر آپ کو نور دیا جائے گا (مسلم) پس یہ دس حدیثیں ان مبارک آیتوں کی فضیلت ہیں۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ رسول یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل ہوا اسے سن کر آپ نے فرمایا وہ ایمان لانے کا پورا مستحق ہے اور دوسرے ایماندار بھی ایمان لائے ان سب نے مان لیا کہ اللہ ایک ہے وہ وحدانیت کا مالک ہے وہ تنہا ہے وہ بے نیاز ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ اس کے سوا کوئی پالنے والا ہے یہ (ایمان والے) تمام انبیاء کی تصدیق کرتے ہیں تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں آسمانی کتابوں کو انبیاء کرام پر جو اتاری ہیں سچی جانتے ہیں وہ نبیوں میں فرق نہیں سمجھتے کہ ایک کو مانیں دوسرے کو نہ مانیں بلکہ سب کو سچا جانتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں کہ وہ پاکباز طبقہ رشد و ہدایت والا اور لوگوں کی خیر کی طرف رہبری کرنے والا ہے گو بعض احکام ہر نبی کے زمانہ میں تبدیل ہوتے رہے یہاں تک کہ حضور مکی شریعت سب کی ناسخ ٹھہری خاتم الانبیاء و مرسلین آپ تھے۔ قیامت تک آپ کی شریعت باقی رہے گی اور ایک جماعت اس کی اتباع بھی کرتی رہے گی انہوں نے اقرار بھی کیا کہ ہم نے اللہ کا کلام سنا اور احکام الہی ہمیں تسلیم ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارے رب ہمیں مغفرت رحمت اور لطف عنایت فرما۔ تیری ہی طرف ہمیں لوٹنا ہے یعنی حساب والے دن۔

حضرت جبریلؑ نے فرمایا اے اللہ کے رسول آپ کی اور آپ کی تابعدار امت کی یہاں ثناء و صفت بیان ہو رہی ہے آپ اس موقع پر دعا کیجئے۔ قبول کی جائے گی مانگئے کہ اللہ طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے۔ پھر فرمایا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف اللہ نہیں دیتا۔ یہ اس کا لطف و کرم اور احسان و انعام ہے صحابہ کو جو کھٹکا ہوا تھا اور ان پر جو یہ فرمان گراں گذر رہا تھا کہ دل کے خطرات پر بھی حساب لیا جائے گا وہ دھڑکا اس آیت سے اٹھ گیا مطلب یہ ہے کہ گو حساب ہو سوال ہو لیکن جو چیز طاقت سے باہر ہے اس پر عذاب نہیں کیونکہ دل میں کسی خیال کا دفعہ آ جانا رو کے رک نہیں سکتا بلکہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ ایسے دوسو سو کو برا جانا دلیل ایمان ہے بلکہ اپنی اپنی اپنی بھرنی اعمال صالحہ کرو گے جزا پاؤ گے۔ برے اعمال کرو گے تو سزا بھگتو گے۔

پھر دعا کی تعلیم دی اور اس کی قبولیت کا وعدہ فرمایا کہ اے اللہ بھولے چو کے جو احکام ہم سے چھوٹ گئے ہوں یا جو برے کام ہو گئے ہوں یا شرعی احکام میں غلطی کر کے جو خلاف شرع کام ہم سے ہوئے ہوں وہ معاف فرما پہلے صحیح مسلم کے حوالے سے حدیث گذر چکی ہے کہ اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اسے قبول فرمایا۔ میں نے یہی کیا اور حدیث میں بھی آچکا کہ میری امت کی بھول چوک

معاف ہے اور جو کام زبردستی کرائے جائیں وہ بھی معاف ہیں (ابن ماجہ) اے اللہم پر مشکل اور سخت اعمال کی مشقت نہ ڈال جیسے اگلے دین والوں پر سخت سخت احکام تھے جو آنحضرتؐ کو نبی رحمت بنا کر بھیج کر دور کئے گئے اور آپ کو ہر طرح سہولت اور آسانی دی گئی، اسے بھی پروردگار نے قبول فرمایا۔ حدیث میں بھی ہے کہ میں یکسوئی والا اور آسان دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ اے اللہ وہ تکلیفیں بلائیں اور مشقتیں ہم پر نہ ڈال جن کی برداشت کی طاقت ہمیں نہ ہو۔ حضرت مکیولؓ فرماتے ہیں، اس سے مراد فریب اور غلبہ شہوت ہے، اس کے جواب میں بھی قبولیت کا اعلان رب عالم کی طرف سے کیا گیا اور ہماری تفسیروں کو معاف فرما جو تیری راہ میں ہوئی ہیں اور ہمارے گناہوں کو بخش، ہماری برائیوں اور بد اعمالیوں کی پردہ پوشی کر۔ ہم پر رحم کر تا کہ ہم سے پھر تیری نافرمانی کا کوئی کام نہ ہو۔ اس لئے بزرگوں کا قول ہے کہ گنہگار کو تین باتوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو اللہ کی معافی تاکہ عذاب سے نجات پائے۔ دوسرے پردہ پوشی تاکہ رسوائی سے بچے تیسرے عصمت کی تاکہ دوسری بار گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ اس پر بھی جناب باری نے قبولیت کا اعلان کیا۔ تو ہمارا ولی و ناصر ہے، تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے، تجھی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں، تو ہی ہمارا سہارا ہے، تیری مدد کے سوا نہ تو ہم کسی نفع کے حاصل کرنے پر قادر ہیں نہ کسی برائی سے بچ سکتے ہیں، تو ہماری ان لوگوں پر مدد فرما جو تیرے دین کے منکر ہیں، تیری وحدانیت کو نہیں مانتے، تیرے نبی کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے، تیرے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں، مشرک ہیں، اے اللہ تو ہمیں ان پر غالب کر دینا اور دین میں ہم ہی ان پر فاتح رہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں بھی فرمایا، ہاں میں نے یہ بھی دعا قبول فرمائی۔ حضرت معاذؓ جب اس آیت کو ختم کرتے، آمین کہتے (ابن جریر)

## تفسیر سورہ آل عمران

یہ سورت مدنی ہے۔ اس کے شروع کی تراسی آیتیں حضورؐ کی خدمت میں سن ۹ ہجری کو حاضر ہونے والے بخران کے عیسائیوں کے ایلچی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جس کا مفصل بیان مہبلہ کی آیت قُلْ تَعَالَوْا اِلٰی تفسیر میں عنقریب آئے گا۔ ان شاء اللہ اس کی فضیلت میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں بیان کر دی گئی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ يَكُنْ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلٰیكَ الْكِتٰبَ  
بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْاِنْجِيلَ ۝  
مَنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِآیٰتِ  
اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۝ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُوْا نِقَامٍ ۝

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو زندہ اور سب کا نگہبان ہے ○ جس نے تجھ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا ہے۔ جو اپنے سے پہلے کی چابی کرنے والی ہے۔ اسی نے اس سے پہلے توراۃ و انجیل کو لوگوں کی ہدایت کرنے والی بنا کر اتارا تھا اور قرآن بھی اسی نے اتارا ○ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے بدلہ لینے والا ○

آیت الکرسی اور اسم اعظم: ☆☆ (آیت: ۱-۴) آیت الکرسی کی تفسیر کے بیان میں پہلے بھی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ اسم اعظم اس آیت اور آیت الکرسی میں ہے اور اسم کی تفسیر سورہ بقرہ کے شروع میں بیان ہو چکی ہے جسے دوبارہ یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں، اَللّٰهُ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ کی تفسیر بھی آیت الکرسی کی تفسیر میں ہم لکھ آئے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر اے محمد ﷺ قرآن کریم کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے جس میں کوئی شک نہیں بلکہ یقیناً وہ اللہ کی طرف سے ہے جسے اس نے اپنے علم کی وسعتوں کے ساتھ اتارا ہے۔ فرشتے اس پر گواہ ہیں اور اللہ کی شہادت کافی دانی ہے۔ یہ قرآن اپنے سے پہلے کی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور وہ کتابیں بھی اس قرآن کی سچائی پر گواہ ہیں اس لئے کہ ان میں جو اس نبی کے آئے اور اس کتاب کے اترنے کی خبر تھی وہ سچی ثابت ہوئی۔

اسی نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر توراۃ اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر انجیل اتاری وہ دونوں کتابیں بھی اس زمانے کے لوگوں کے لئے ہدایت دینے والی تھیں اس نے فرقان اتارا جو حق و باطل، ہدایت و ضلالت، گمراہی اور راہ راست میں فرق کرنے والا ہے اس کی واضح روشن دلیلیں اور زبردست ثبوت ہر معترض کے لئے مثبت جواب ہیں۔ حضرت قتادہؓ حضرت ربیع بن انسؓ کا بیان ہے کہ فرقان سے مراد یہاں قرآن ہے، گویہ مصدر ہے لیکن چونکہ قرآن کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے اس لئے یہاں فرقان فرمایا۔ ابوصالحؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے توراۃ ہے مگر یہ ضعیف ہے اس لئے کہ توراۃ کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے واللہ اعلم۔

قیامت کے دن منکروں اور باطل پرستوں کو سخت نذاب ہو گئے اللہ تعالیٰ غالب ہے بڑی شان والا ہے، اعلیٰ سلطنت والا ہے انبیاء کرام اور محترم رسولوں کے مخالفوں سے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب کرنے والوں سے جناب باری تعالیٰ زبردست انتقام لے گا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۚ هُوَ  
الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ  
الْحَكِيمُ ۚ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ  
هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْجٌ  
فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۚ وَمَا  
يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ  
مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۚ

یقیناً اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ○ وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح کی چاہتا ہے بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے ○ وہ اللہ جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اس کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں پس جن کے دلوں میں کمی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے ان کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا چنتہ اور مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے۔ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں ○

خالق کل: ☆☆ (آیت: ۵-۶) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ آسمان و زمین کے غیب کو وہ بخوبی جانتا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں وہ تمہیں تمہاری

ماں کے پیٹ میں جس طرح کی چاہتا ہے اچھی بری نیک اور بد صورتیں عنایت فرماتا ہے اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے جبکہ صرف اسی ایک نے تمہیں بنایا پیدا کیا پھر تم دوسرے کی عبادت کیوں کرو؟ وہ لازوال عزتوں والا غیر فانی حکمتوں والا اٹل احکام والا ہے۔ اس میں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ ہی کے پیدا کئے ہوئے اور اسی کی چوکت پر بھٹکے والے تھے جس طرح تمام انسان اس کے پیدا کردہ ہیں انہی انسانوں میں سے ایک آپ بھی ہیں وہ بھی ماں کے رحم میں بنائے گئے اور میرے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے پھر وہ اللہ کیسے بن گئے؟ جیسے کہ اس لغتی جماعت نصاریٰ نے سمجھ رکھا ہے حالانکہ وہ تو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف رگ و ریشہ کی صورت ادھر ادھر پھرتے پھرتے رہے جیسے اور جگہ ہے يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ خَلَقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمٍ ثَلَاثٍ وَهَلْ تَعْلَمُونَ مَاذَا تَعْبُدُونَ؟ ہر ایک کی پیدائش طرح طرح کے مرحلوں سے گذرتی ہے۔

ہماری سمجھ سے بلند آیات: ☆ ☆ (آیت: ۷) یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ قرآن میں ایسی آیتیں بھی ہیں جن کا بیان بہت واضح بالکل صاف اور سیدھا ہے۔ ہر شخص اس کے مطلب کو سمجھ سکتا ہے اور بعض آیتیں ایسی بھی ہیں جن کے مطلب تک عام ذہنوں کی رسائی نہیں ہو سکتی اب جو لوگ نہ سمجھ میں آنے والی آیتوں کے مفہوم کو پہلی قسم کی آیتوں کی روشنی میں سمجھ لیں یعنی جس مسئلہ کی صراحت جس آیت میں پائیں لے لیں وہ تو راستی پر ہیں اور جو صاف اور صریح آیتوں کو چھوڑ کر ایسی آیتوں کو دلیل بنائیں جو ان کے فہم سے بالاتر ہیں اور ان میں الجھ جائیں تو منہ کے بل گر پڑیں۔ ام الکتاب یعنی کتاب اللہ اصل اصولوں کی وہ صاف اور واضح آیتیں ہیں شک و شبہ میں نہ پڑو اور کھلے احکام پر عمل کرو انہی کو فیصلہ کرنے والی مانو اور جو نہ سمجھ میں آئے اسے بھی ان سے ہی سمجھو۔ بعض اور آیتیں ایسی بھی ہیں کہ ایک معنی تو ان کا ایسا نکلتا ہے جو ظاہر آیتوں کے مطابق ہو اور اس کے سوا اور معانی بھی نکلتے ہیں گو وہ حرف لفظ اور ترکیب کے اعتبار سے واقعی طور پر نہ ہوں تو ان غیر ظاہر معنوں میں نہ پھنسو محکم اور متشابہ کے بہت سے معنی اسلاف سے منقول ہیں حضرت ابن عباسؓ تو فرماتے ہیں کہ حکمتاں وہ ہیں جو ناخ ہوں جن میں حلال و حرام احکام حکم منوعات حدیں اور اعمال کا بیان ہوا اسی طرح آپ سے یہ بھی مروی ہے قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيَّكُمْ اَلْخَ اور اس کے بعد کے احکامات والی اور وَقَضَىٰ رَبِّيْكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلٰهَ اور اس کے بعد کی تین آیتیں حکمتاں سے ہیں۔

حضرت ابوفاختہؓ فرماتے ہیں سورتوں کے شروع میں فرائض اور احکام اور روک ٹوک اور حلال و حرام کی آیتیں ہیں سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں انہیں اصل کتاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام کتابوں میں ہیں۔ حضرت مقاتلؓ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ تمام مذہب والے انہیں مانتے ہیں متشابہات ان آیتوں کو کہتے ہیں جو منسوخ ہیں اور جو پہلے اور بعد کی ہیں اور جن میں مثالیں دی گئیں ہیں اور قسمیں کھائی گئی ہیں اور جن پر صرف ایمان لایا جاتا ہے اور عمل کے لئے وہ احکام نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی فرمان ہے حضرت مقاتلؓ فرماتے ہیں اس سے مراد سورتوں کے شروع کے حروف مقطعات ہیں حضرت مجاہدؓ کا قول یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں جیسے اور جگہ ہے کِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَّ اور مثانی وہ ہے جہاں دو مقابل کی چیزوں کا ذکر ہو جیسے جنت دوزخ کی صفت اور نیکیوں اور بدوں کا حال وغیرہ وغیرہ اس آیت میں متشابہ محکم کے مقابلہ میں ہے۔ اس لئے ٹھیک مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا اور حضرت محمد بن اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کا یہی فرمان ہے فرماتے ہیں یہ رب کی حجت ہے ان میں بندوں کا بچاؤ ہے جھگڑوں کا فیصلہ ہے باطل کا خاتمہ ہے انہیں ان کے صحیح اور اصل مطلب سے کوئی گھما نہیں سکتا نہ ان کے معنی میں ہیر پھیر کر سکتا ہے متشابہات کی سچائی میں کلام نہیں ان میں تصرف و تاویل نہیں کرنی چاہئے ان سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ایمان کو آزما رہا ہے جیسے حلال حرام سے آزما رہا ہے انہیں باطل کی طرف لے جانا اور حق سے پھیرنا چاہئے۔

پھر فرماتا ہے کہ جن کے دلوں میں کچی میٹھ پن گمراہی اور حق سے باطل کی طرف ہی ہے وہ تو متشابہ آیتوں کو لے کر اپنے بدترین

مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور لفظی اختلاف سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مذموم مقاصد کی طرف موڑ لیتے ہیں اور جو حکم آیتیں ہیں ان میں ان کا وہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے الفاظ بالکل صاف اور کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ نہ وہ انہیں ہٹا سکتے ہیں نہ ان سے اپنے لئے کوئی دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمان ہے کہ اس سے ان کا مقصد فتیہ کی تلاش ہوتی ہے تاکہ اپنے ماننے والوں کو بہکائیں اپنی بدعتوں کی مدافعت کریں جیسے کہ عیسائیوں نے قرآن کے الفاظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے حضرت عیسیٰ کے الہیہ لڑکا ہونے کی دلیل لی ہے۔ پس اس متشابہ آیت کو لے کر صاف آیت جس میں یہ لفظ ہیں کہ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اِلٰہ یعنی حضرت عیسیٰ اللہ کے غلام ہیں جن پر اللہ کا انعام ہے۔ اور جگہ ہے اِنْ مَثَلٌ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰہِ كَمَثَلِ اٰدَمَ اِلٰہ یعنی حضرت عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم کی طرح ہے کہ انہیں اللہ نے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا کہ ہو جاؤ وہ ہو گیا چنانچہ اسی طرح کی اور بھی بہت سی صریح آیتیں ہیں ان سب کو چھوڑ دیا اور متشابہ آیتوں سے حضرت عیسیٰ کے اللہ کا بیٹا ہونے پر دلیل لے لی حالانکہ آپ اللہ کی مخلوق ہیں اللہ کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ ان کی دوسری غرض آیت کی تحریف ہوتی ہے تاکہ اسے اپنی جگہ سے ہٹا کر مفہوم بدل لیں حضور نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو انہیں چھوڑ دو ایسے ہی لوگ اس آیت میں مراد لئے گئے ہیں یہ حدیث

رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً  
اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيْهِ  
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

اے ہمارے رب ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل مڑھ نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے ○ اے ہمارے رب تو یقیناً لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا ○

مختلف طریق سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے صحیح بخاری شریف میں بھی یہ حدیث اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے ملاحظہ ہو صحیح مسلم کی کتاب القدر ایک اور حدیث میں ہے یہ لوگ خوارج ہیں (مسند احمد) پس اس حدیث کو زیادہ سے زیادہ موقوف سمجھ لیا جائے تاہم اس کا مضمون صحیح ہے اس لئے کہ پہلے بدعت خوارج نے ہی پھیلائی ہے۔ یہ فرقہ محض دنیاوی رنج کی وجہ سے مسلمانوں سے الگ ہوا۔ حضور علیہ السلام نے جس وقت حنین کی غنیمت کا مال تقسیم کیا اس وقت ان لوگوں نے اسے خلاف عدل سمجھا اور ان میں سے ایک نے جسے ذوالخوہصرہ کہا جاتا ہے اس نے حضور کے سامنے آکر صاف کہا کہ حضرت عدل کیجئے۔ آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا آپ نے فرمایا مجھے اللہ نے امین بنایا تھا اگر میں بھی عدل نہ کروں تو پھر تو رب باوہو اور نقصان اٹھائے جب وہ پلٹا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اسے مار ڈالوں آپ نے فرمایا چھوڑ دو۔ اس کے ہم خیال ایک ایسی قوم پیدا ہوگی کہ تم لوگ اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اور اپنی قرآن خوانی کو ان کی قرآن خوانی کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے لیکن وہ وین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ تم جہاں انہیں پاؤ گے قتل کرو گے انہیں قتل کرنے والے کو بڑا ثواب ملے گا حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں ان کا ظہور ہوا اور آپ نے انہیں نہروان میں قتل کیا۔ پھر ان میں پھوٹ پڑی تو ان کے مختلف الحیال فرقتے پیدا ہو گئے۔ نئی نئی بدعتیں وین میں جاری ہو گئیں اور اللہ کی راہ سے بہت دور چلے گئے۔

ان کے بعد قدر یہ فرقتے کا ظہور ہوا پھر معتزلہ پھر جہمیہ وغیرہ پیدا ہوئے اور حضورؐ کی یہ پیشینگوئی پوری ہوئی کہ میری امت میں

عنقریب تہتر فرقتے ہوں گے۔ سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک جماعت کے، صحابہؓ نے پوچھا وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا وہ جو اس چیز پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب (مستدرک حاکم) ابو یعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، میری امت میں سے ایک قوم ہوگی جو قرآن تو پڑھے گی لیکن اسے اس طرح پھینکے گی جیسے کوئی کھجور کی گھلیاں پھینکتا ہو، اس کے غلط مطالب بیان کرے گی۔ پھر فرمایا اس کی حقیقی تاویل اور واقعی مطلب اللہ ہی جانتا ہے لفظ اللہ پر وقف ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو فرماتے ہیں تفسیر چار قسم کی ہے ایک وہ جس کے سمجھنے میں کسی کو مشکل نہیں۔ ایک وہ جسے عرب اپنے لغت سے سمجھتے ہیں، ایک وہ جسے جید علماء اور پورے علم والے ہی جانتے ہیں اور ایک وہ جسے بجز ذات الہی کے اور کوئی نہیں جانتا، یہ روایت پہلے بھی گذر چکی ہے، حضرت عائشہؓ کا بھی یہی قول ہے، معجم کبیر میں حدیث ہے کہ مجھے اپنی امت پر صرف تین باتوں کا ڈر ہے۔ مال کی کثرت کا جس سے حسد و بغض پیدا ہوگا اور آپس میں لڑائی شروع ہوگی۔ دوسرے یہ کہ کتاب اللہ کی تاویل کا سلسلہ شروع ہوگا حالانکہ اصلی مطلب ان کا اللہ ہی جانتا ہے اور اہل علم والے کہیں گے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے۔ تیسرے یہ کہ علم حاصل کرنے کے بعد اسے بے پرواہی سے ضائع کر دیں گے، یہ حدیث بالکل غریب ہے، اور حدیث میں ہے کہ قرآن اس لئے نہیں اتر ا کہ ایک آیت دوسری آیت کی مخالف ہو۔ جس کا تمہیں علم ہو اس پر عمل کرو اور جو متشابہ ہوں ان پر ایمان لاؤ (ابن مردویہ) ابن عباسؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اور حضرت مالک بن انسؓ سے بھی یہی مروی ہے کہ بڑے سے بڑے عالم بھی اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے، ہاں اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پختہ علم والے یہی کہتے ہیں اس کی تاویل کا علم اللہ ہی کو ہے کہ اس پر ہمارا ایمان ہے، ابی بن کعبؓ بھی یہی فرماتے ہیں، امام ابن جریرؒ بھی اسی سے اتفاق کرتے ہیں، یہ تو قحی وہ جماعت جو اِلَّا اللّٰہ پر وقف کرتی تھی اور بعد کے جملہ کو اس سے الگ کرتی تھی، کچھ لوگ یہاں نہیں ٹھہرتے اور فِی الْعِلْمِ پر وقف کرتے ہیں، اکثر مفسرین اور اہل اصول بھی یہی کہتے ہیں، ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جو سمجھ میں نہ آئے اس بات کا ٹھیک نہیں، حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے، میں ان راخ علماء میں ہوں جو تاویل جانتے ہیں۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں راخ علم والے تفسیر جانتے ہیں، حضرت محمد بن جعفر بن زبیرؒ فرماتے ہیں کہ اصل تفسیر اور مراد اللہ ہی جانتا ہے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ پھر مشابہات آیتوں کی تفسیر حکمت کی روشنی میں کرتے ہیں جن میں کسی کو بات کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ قرآن کے مضامین ٹھیک ٹھاک سمجھ میں آتے ہیں دلیل واضح ہوتی ہے، عذر ظاہر ہو جاتا ہے، باطل چھٹ جاتا ہے اور کفر دفع ہو جاتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے دعا کی کہ اے اللہ انہیں دین کی سمجھ دے اور تفسیر کا علم دے۔ بعض علماء نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا ہے، قرآن کریم میں تاویل دو معنی میں آئی ہے، ایک معنی جن سے مفہوم کی اصلی حقیقت اور اصلیت کی نشاندہی ہوتی ہے، جیسے قرآن میں ہے يٰۤاَبَتَٰ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُؤْيَايَ میرے باپ میرے خواب کی یہی تعبیر ہے۔ ایک اور جگہ ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهُ يَوْمَ يٰۤاَتٰی تَاْوِيْلُهُ کافروں کے انتظار کی حد حقیقت کے ظاہر ہونے تک ہے اور یہ وہ دن ہوگا جب حقیقت سچائی کی گواہ بن کر نمودار ہوگی۔ پس ان دونوں جگہ تاویل سے مراد حقیقت ہے، اگر اس آیت مبارکہ میں تاویل سے مراد یہی تاویل لی جائے تو اِلَّا اللّٰہ پر وقف ضروری ہے اس لئے کہ تمام کاموں کی حقیقت اور اصلیت بجز ذات پاک کے اور کوئی نہیں جانتا تو رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مبتدا ہوگا اور يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہ خبر ہوگی اور یہ جملہ بالکل الگ ہوگا اور تاویل کے دوسرے معنی تفسیر اور بیان اور ہے۔ اور ایک شے کی تعبیر دوسری شے ہے، جیسے قرآن میں ہے نَبَشْنَا بِتَاْوِيْلِهِ ہمیں اس کی تاویل بتاؤ یعنی تفسیر اور بیان، اگر آیت مذکورہ میں تاویل سے یہ مراد لی جائے تو فِی الْعِلْمِ پر وقف کرنا چاہئے اس لئے کہ پختہ علم والے علماء جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کیونکہ خطاب انہی سے

ہے۔ گو حقائق کا علم انہیں بھی نہیں تو اس بنا پر اَمْنَابہ حال ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بغیر معطوف علیہ کے معطوف ہو جیسے اور جگہ ہے لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ يَفْقَهُونَ رَبَّنَا أَغْفِرْ لَنَا الذَّنْبَ نَحْنُ وَأَكْفِرْ لَنَا الذَّنْبَ نَحْنُ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا لِيَعْنِي وَجَاءَ الْمَلَائِكَةُ صَفًّا صَفًّا وَجَاءَ الْمَلَائِكَةُ صَفًّا صَفًّا وَجَاءَ الْمَلَائِكَةُ صَفًّا صَفًّا اور ان کی طرف سے یہ خبر کہ ہم اس پر ایمان لائے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ قشابہ پر ایمان لائے۔ پھر اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب یعنی محکم اور متشابہ حق اور سچ ہے اور یعنی ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں اور جگہ ہے أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا۔ اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ اسے صرف عقلمند ہی سمجھتے ہیں جو اس پر غور و تدبر کریں جو صحیح سالم عقل والے ہوں جن کے دماغ درست ہوں۔ حضور علیہ السلام سے سوال ہوتا ہے کہ پختہ علم والے کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جس کی قسم سچی ہو جس کی زبان راست گو ہو جس کا دل سلامت ہو جس کا پیٹ حرام سے بچا ہو اور جس کی شرمگاہ زنا کاری سے محفوظ ہو وہ مضبوط علم والے ہیں (ابن ابی حاتم) اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن شریف کے بارے میں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا سنو تم سے پہلے لوگ بھی اسی سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے کتاب اللہ کی آیتوں کو ایک دوسرے کے خلاف بتا کر اختلاف کیا حالانکہ کتاب اللہ کی ہر آیت ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے۔ تم ان میں اختلاف پیدا کر کے ایک کو دوسری کے متضاد نہ کہو۔ جو جانو دہی کہو اور جو نہیں جانو اسے جاننے والوں کو سوچ دو (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ قرآن سات حرفوں پر اترا قرآن میں جھگڑنا کفر ہے قرآن میں اختلاف اور تضاد پیدا کرنا کفر ہے۔ جو جانو اس پر عمل کرو۔ جو نہ جانو اسے جاننے والے کی طرف سوچو اجل جلالہ (ابو یعلیٰ)

راخ فی العلم کون؟ ☆ ☆ نافع بن یزید کہتے ہیں راخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو متواضع ہوں جو عاجزی کرنے والے ہوں رب کی رضا کے طالب ہوں اپنے سے بڑوں سے مرعوب نہ ہوں اپنے سے چھوٹے کو حقیر سمجھنے والے نہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ہدایت پر جانے کے بعد انہیں ان لوگوں کے دلوں کی طرح نہ کر جو قشابہ کے پیچھے پڑ کر برباد ہو جاتے ہیں بلکہ ہمیں اپنی صراط مستقیم پر قائم رکھو اور اپنے مضبوط دین پر دائم رکھو۔ ہم پر اپنی رحمت نازل فرمادے دلوں کو قرار دے ہماری گندگی کو دور کر۔ ہمارے ایمان یقین کو بڑھا۔ تو بہت بڑا دینے والا ہے رسول اللہ ﷺ دعا مانگا کرتے تھے يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جماؤ رکھ پھر یہ دعا رَبَّنَا لَا تُرِغْ پڑھتے۔ اور حدیث میں ہے کہ آپؐ بکثرت یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللَّهُمَّ مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ حضرت اسماءؓ نے ایک دن پوچھا کیا دل الٹ پلٹ ہو جاتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہر انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ اگر چاہے قائم رکھے اگر چاہے پھیر دے۔ ہماری دعا ہے کہ ہمارا رب دلوں کو ہدایت کے بعد ٹھیک چلنے کے واسطے اپنے پاس سے رحمتیں عنایت فرمائے وہ بہت زیادہ دینے والا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھائیے کہ میں اپنے لئے مانگا کروں آپؐ نے فرمایا یہ دعا مانگا اللَّهُمَّ رَبِّ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأَعْمَرِ لِيْ غِيْظَ قَلْبِيْ وَأَجْرُنِيْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ اے اللہ اے محمدؐ نبی کے رب میرے گناہ معاف فرما میرے دل کا غصہ اور رنج اور سختی دور کر اور مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے بچالے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی آپؐ کی دعا يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ سن کر حضرت اسماءؓ کی طرح سوال کیا اور آپؐ نے وہی جواب دیا اور پھر قرآن کی یہ دعا پڑھ کر سنائی یہ حدیث غریب ہے لیکن قرآنی آیت کی تلاوت کے بغیر یہی بخاری و مسلم میں بھی مروی ہے اور نسائی میں ہے کہ حضور ﷺ جب رات کو جاگتے

توبہ دعا پڑھتے لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ أَسْتَغْفِرُكَ لِذُنُوبِي وَاسْتَغْفِرُكَ رَحْمَةً اللَّهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں اے اللہ میرے علم میں زیادتی فرما اور میرے دل کو تو نے ہدایت دے دی ہے اسے گمراہ نہ کرنا اور مجھے اپنے پاس کی رحمت بخش تو بہت زیادہ دینے والا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف کے بعد مفصل کی چھوٹی سی دوسور تیں پڑھیں اور تیسری رکعت میں سورۃ الحمد شریف کے بعد یہی آیت پڑھی۔ ابو عبد اللہ صناحی فرماتے ہیں میں اس وقت ان کے قریب چلا گیا تھا یہاں تک کہ میرے کپڑے ان کے کپڑوں سے مل گئے تھے اور میں نے خود اپنے کان سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو یہ پڑھتے ہوئے سنا (عبدالرزاق) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جب تک یہ حدیث نہیں سنیں تھی آپ اس رکعت میں سورۃ قُلْ هُوَ اللَّهُ پڑھا کرتے تھے لیکن یہ حدیث سننے کے بعد امیر المومنین نے بھی اسی کو پڑھنا شروع کیا اور کبھی ترک نہیں کیا۔ پھر فرمایا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ تو قیامت کے دن اپنی تمام مخلوق کو جمع کرنے والا ہے اور ان میں فیصلے اور حکم کرنے والا ہے۔ ان کے اختلافات کو سمیٹنے والا ہے اور ہر ایک کو بھلے برے عمل کا بدلہ دینے والا ہے۔ اس دن کے آنے میں اور تیرے وعدوں کے سچے ہونے میں کوئی شک نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ  
مِنْ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۝ كَذَابِ الْفِرْعَوْنَ  
وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَاللَّهُ  
شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

کافروں کو ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ کے عذابوں سے چھڑانے میں کچھ کام نہ آئیں گے یہ تو جہنم کا ایندھن ہی ہیں ○ جیسا آل فرعون کا حال ہوا اور ان کا جو ان سے پہلے تھے ہماری آجوں کو جھٹلایا پھر اللہ نے بھی انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا اور اللہ سخت عذابوں والا ہے ○

جہنم کا ایندھن کون لوگ؟ ☆☆ (آیت: ۱۰-۱۱) فرماتا ہے کہ کافر جہنم کی بھٹیاں اور اس میں جلنے والی لکڑیاں ہیں ان ظالموں کو اس دن کوئی عذر معذرت ان کے کام نہ آئے گی ان پر لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے ان کے مال ان کی اولادیں بھی انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے جیسے اور جگہ فرمایا فَلَا تُعْجِبُكَ أَمْوَالُهُمْ أَمْوَالُهُمْ الْحٰلُ تو ان کے مال و اولاد پر تعجب نہ کرنا اس کی وجہ سے اللہ کا ارادہ انہیں دنیا میں بھی عذاب دینا ہے ان کی جانیں کفر میں ہی نکلیں گی اسی طرح ارشاد ہے کافروں کا شہروں میں گھومنا گھامنا تجھے فریب میں نہ ڈال دے۔ یہ تو مختصر سا فائدہ ہے پھر ان کی جگہ جہنم ہی ہے جو بدترین پھوٹا ہے اسی طرح یہاں بھی فرمان ہے کہ اللہ کی باتوں کے جھٹلانے والے اس کے رسولوں کے منکر اس کی کتاب کے مخالف اس کی وحی کے نافرمان اپنی اولاد اور اپنے مال سے کوئی بھلائی کی توقع نہ رکھیں یہ جہنم کی لکڑیاں ہیں جن سے جہنم سلگائی اور بھڑکائی جائے گی جیسے اور جگہ ہے إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ الْحٰلُ تم اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہو۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ صاحبہ حضرت ام فضلؓ کا بیان ہے کہ مکہ شریف میں ایک



رات رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور با آواز بلند فرمانے لگے: لوگو! کیا میں نے اللہ کی باتیں تم تک پہنچا دیں؟ لوگو! کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟ لوگو! کیا میں وحدانیت در رسالت کا مطلب تمہیں سمجھا چکا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے: ہاں حضور! بیشک آپ نے خدا کا دین ہمیں پہنچایا۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: سنو اللہ کی قسم اسلام غالب ہوگا اور خوب پھیلے گا یہاں تک کہ کفر اپنی جگہ جا چھپے گا مسلمانان اسلام اپنے قول و عمل کو لئے سمندروں کو چیرتے پھاڑتے نکل جائیں گے اور اسلام کی اشاعت کریں گے۔ یاد رکھو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ لوگ قرآن کو سیکھیں گے پڑھیں گے (پھر تکبر بڑائی اور اندھے پن کے طور پر) کہنے لگیں گے۔ ہم قاری ہیں! عالم ہیں! کون ہے جو ہم سے بڑھ چڑھ کر ہو؟ کیا ان لوگوں میں کچھ بھی بھلائی ہوگی؟ لوگوں نے پوچھا۔ حضورؐ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ تم ہی مسلمانوں میں سے ہوں گے لیکن خیال رہے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہیں! ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا: ہاں ہاں اللہ کی قسم آپ نے بڑی حرص اور چاہت سے تبلیغ کی! آپ نے پوری جدوجہد اور دوڑ دوپ کی! آپ نے ہماری زبردست خیر خواہی کی اور بہتری چاہی۔ پھر فرماتا ہے جیسا حال فرعونوں کا تھا اور جیسے کثرت ان کے تھے لفظ کذاب ہمزہ کے جزم سے بھی آتا ہے اور ہمزہ کے زبر سے بھی آتا ہے جیسے نَہَرُ اور نَہْرُ، اس کے معنی شان عادت حال طریقے کے آتے ہیں! امراء القیس کے شعروں میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے مطلب اس آیت شریف کا یہ ہے کہ کفار کا مال واولاد اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئے گا جیسے فرعونوں اور ان سے اگلے کفار کو کچھ کام نہ آیا اللہ کی پکڑ سخت ہے! اس کا عذاب دردناک ہے! کوئی کسی طاقت سے بھی اس سے بچ نہیں سکتا نہ اسے روک سکتا ہے! وہ اللہ جو چاہے کرتا ہے ہر چیز اس کے سامنے حقیر ہے نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ رب۔

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَعْلَبُونَ وَتُخْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٣﴾  
 قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِتْنَتِ الثَّقَاتِ فَإِنَّهُمْ تَفَاتِلُ فِي سَبِيلِ  
 اللَّهِ وَآخَرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَهُمْ رَأَىٰ الْعَيْنُ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ  
 بِنَصَرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿١٤﴾

کافروں سے کہہ دو کہ تم معتریب مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کئے جاؤ گے اور وہ برا بھونتا ہے ○ یقیناً تمہارے لئے عبرت کی نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو گتہ گئی تھیں ایک جماعت تو راہ اللہ میں لڑ رہی تھی اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا۔ وہ انہیں اپنے سے دگنا دیکھتے تھے جو آنکھوں کی نظر تھی اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی مدد سے قوی کرتا ہے یقیناً اس میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے ○

اولین معرکہ حق و باطل: ☆ ☆ (آیت ۱۳-۱۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کافروں سے کہہ دیجئے کہ تم دنیا میں بھی ذلیل اور مغلوب کئے جاؤ گے ہار دو گے اور ماتحت بنو گے اور قیامت کے دن بھی ہاں تک کہ جہنم کی طرف جمع کئے جاؤ گے جو بدترین بھونتا ہے سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب بدر کی جنگ سے حضور مظفر و منصور واپس ہوئے تو بنو قریظہ کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا اے یہودیو! اس سے پہلے کہ تمہیں بھی ذلت و ہستی دیکھنا پڑے اسلام قبول کر لو تو اس سرکش جماعت نے جواب دیا کہ چند قریشیوں کو جو فوجوں جنگ سے نا آشنا تھے آپ نے ہرا لیا اور دماغ میں غرور سا گیا؟ اگر ہم سے لڑائی ہوئی تو ہم بتا دیں گے کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ آپ کو اب تک ہم سے پالا ہی نہیں پڑا! اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا کہ فتح بدر نے ظاہر کر دیا ہے کہ اللہ اپنے سچے اچھے اور پسندیدہ دین کو اور اس دین والوں

کو عزت و حرمت عطا فرمانے والا ہے وہ اپنے رسول کا اور آپ کی اطاعت گزار امت کا خود مددگار ہے وہ اپنی باتوں کو ظاہر اور غالب کرنے والا ہے۔ دو جماعتیں لڑائی میں محکم گنھا ہو گئی تھیں ایک صحابہ کرام کی اور دوسری مشرکین قریش کی یہ واقعہ جنگ بدر کا ہے۔ اس دن مشرکین پر اس قدر رعب غالب آیا اور اللہ نے اپنے بندوں کی اس طرح مدد کی کہ گو مسلمان گنتی میں مشرکین سے کہیں کم تھے لیکن مشرکوں کو اچھے سے دگنے نظر آتے تھے مشرکوں نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی جاسوسی کے لئے عمیر بن سعد کو بھیجا تھا جس نے آکر اطلاع دی تھی کہ تین سو ہیں کچھ کم یا زائد ہوں گے اور واقعہ بھی یہی تھا کہ صرف تین سو دس اور کچھ تھے لیکن لڑائی کے شروع ہوتے ہی اللہ عزوجل نے اپنے خاص اور چیدہ فرشتے ایک ہزار بھیجے ایک معنی تو یہ ہیں دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ کافرانہ سے دو چند ہیں پھر بھی اللہ عزوجل نے انہی کی مدد کی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدری صحابہ تین سو تیرہ تھے اور مشرکین چھ سو سولہ تھے لیکن تواریخ کی کتابوں میں مشرکین کی تعداد نو سو سے ایک ہزار بیان کی گئی ہے۔ ہو سکتا ہے حضرت عبداللہ کا قرآن کے الفاظ سے یہ استدلال ہو کہ بنی الحجاج قبیلہ کا جو سیاہ فام غلام پکڑا ہوا آیا تھا اس سے جب حضورؐ نے پوچھا کہ قریش کی تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا بہت ہیں آپؐ نے پھر پوچھا اچھا روز کے کتنے اونٹ کتنے ہیں اس نے کہا ایک دن دوسرے دن دس آپؐ نے فرمایا بس تو ان کی گنتی نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے پس مشرکین مسلمانوں سے تین گئے تھے۔ واللہ اعلم۔

لیکن یہ یاد رہے کہ عرب کہہ دیا کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک ہزار تو ہیں لیکن مجھے ضرورت ایسے ہی دو گنا کی ہے۔ اس سے ان کی مراد تین ہزار ہوتی ہے۔ اب کوئی مشکل باقی نہ رہی لیکن ایک اور سوال ہے وہ یہ کہ قرآن کریم میں اور جگہ ہے **وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذَا التَّفَقُّتُمْ فِيْ اَغْنِيْكُمْ قَلِيْلًا وَيَقْلِلْكُمْ فِيْ اَغْنِيْهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا** یعنی جب آئیں سائے آگئے تو اللہ نے انہیں تمہاری نگاہوں میں کم کر کے دکھایا تاکہ جو کام کرنے کا فیصلہ اللہ کر چکا تھا وہ ہو جائے پس اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل تعداد سے بھی کم نظر آئے اور مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ بلکہ دگنے نظر آئے تو دونوں آیتوں میں تطبیق کیا ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا شان نزول اور تھا اور اس کا وقت اور تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر والے دن ہمیں مشرکین کچھ زیادہ نہیں لگے۔ ہم نے غور سے دیکھا۔ پھر بھی یہی معلوم ہوا کہ ہم سے ان کی گنتی زیادہ نہیں دوسری روایت میں ہے کہ مشرکین کی تعداد ہمیں اس قدر کم معلوم ہوئی کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر ہوں گے۔ اس نے کہا نہیں نہیں سو ہوں گے جب ان میں سے ایک شخص پکڑا گیا تو ہم نے اس سے مشرکین کی گنتی پوچھی۔ اس نے کہا ایک ہزار ہیں اب جبکہ دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے تو مسلمانوں کو یہ معلوم ہونے لگا کہ مشرکین ہم سے دو گنے ہیں۔ یہ اس لئے کہ انہیں اپنی کمزوری کا یقین ہو جائے اور یہ اللہ پر پورا بھروسہ کر لیں اور تمام تر توجہ اللہ کی جانب پھیر لیں اور اپنے رب عزوجل سے اعانت اور امداد کی دعائیں کرنے لگیں ٹھیک اسی طرح مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد گنتی معلوم ہونے لگی تاکہ ان کے دلوں میں رعب اور خوف بیٹھ جائے اور گھبراہٹ اور پریشانی بڑھ جائے۔ پھر جب دونوں بھڑ گئے اور لڑائی ہونے لگی تو ہر فریق دوسرے کو اپنی نسبت کم نظر آنے لگا تاکہ ہر ایک دل کھول کر حوصلہ نکالے اور اللہ تعالیٰ حق و باطل کا صاف فیصلہ کر دے ایمان کفر و طغیان پر غالب آ جائے مومنوں کو عزت اور کافروں کو ذلت مل جائے جیسے اور جگہ ہے **وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بَبَدْرِ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ** یعنی البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر والے دن تمہاری مدد کی حالانکہ تم اس وقت کمزور تھے۔ اسی لئے یہاں بھی فرمایا اللہ جسے چاہے اپنی مدد سے طاقتور بنادے۔ پھر فرماتا ہے اس میں عبرت و نصیحت ہے اس شخص کے لئے جو آنکھوں والا ہو جس کا دماغ صحیح و سالم ہو وہ اللہ کے احکام کی بجا آوری میں لگ جائے گا اور سمجھ لے گا کہ اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کی اس جہان میں بھی مدد کرتا ہے اور قیامت

کے دن بھی ان کا بچاؤ کرے گا۔

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ  
مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثُ ذَلِكَ مَتَاعُ  
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْبُ الْمَآبِ ۝ قُلْ أَوْفَيْتُكُمْ بِخَيْرِ  
مِمَّنْ ذَلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ  
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ  
وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝

لوگوں کے لئے نفسانی خواہشوں کی چیزوں کو زینت دی گئی ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور جمع کئے ہوئے خزانے سونے چاندی کے اور نشان دار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی  
یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے ○ تو کہہ کیا میں تمہیں اس سے بہت ہی بہتر چیز بتاؤں؟ تقویٰ والوں کے لئے ان کے رب  
کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی رضا مندی ہے سب بندے اللہ کی نگاہ میں ہیں ○

دنیا کے حسن اور آخرت کے جمال کا تقابل: ☆ ☆ (آیت ۱۴-۱۵) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ دنیا کی زندگی کو طرح طرح کی  
لذتوں سے سجایا گیا ہے۔ ان سب چیزوں میں سے سب سے پہلے عورتوں کو بیان فرمایا۔ اس لئے کہ ان کا فتنہ بڑا زبردست ہے صحیح حدیث  
میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہاں جب کسی شخص  
کی نیت نکاح کر کے زنا سے بچنے اور اولاد کی کثرت سے ہو تو بے شک یہ نیک کام ہے۔ اس کی رغبت شریعت نے دلائی ہے اور اس کا حکم دیا  
ہے اور بہت سی حدیثیں نکاح کرنے بلکہ کثرت نکاح کی فضیلت میں آئی ہیں اور اس امت میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ  
بیویوں والا ہو نبی ﷺ فرماتے ہیں دنیا ایک فائدہ ہے اور اس کا بہترین فائدہ نیک بیوی ہے کہ خاوند اگر اس کی طرف دیکھے تو یہ اسے خوش کر  
دے اور اگر حکم دے تو بجالائے اور اگر کہیں چلا جائے تو اپنے نفس کی اور خاوند کے مال کی حفاظت کرے دوسری حدیث میں ہے مجھے عورتیں  
اور خوشبو بہت پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ  
محبوب عورتیں تھیں۔ ہاں گھوڑے ان سے بھی زیادہ پسند تھے۔ ایک اور روایت میں ہے گھوڑوں سے زیادہ آپ کی چاہت کی چیز کوئی اور نہ  
تھی ہاں صرف عورتیں ثابت ہو عورتوں کی محبت بھلی بھی ہے اور بری بھی اسی طرح اولاد کی اگر ان کی کثرت اس لئے چاہتا ہے کہ فخر وغرور  
کرے تو بری چیز ہے اور اگر اس لئے ان کی زیادتی چاہتا ہے کہ نسل بڑھے اور موحد مسلمانوں کی گنتی امت محمد ﷺ میں زیادہ ہو تو بے شک  
یہ بھلائی کی چیز ہے۔ حدیث شریف میں ہے محبت کرنے والیوں اور زیادہ اولاد پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو قیامت کے دن میں  
تمہاری زیادتی سے اور امتوں پر فخر کرنے والا ہوں ٹھیک اسی طرح مال بھی ہے کہ اگر ان کی محبت کرے پڑے لوگوں کو حقیر سمجھنے اور مسکینوں  
غریبوں پر فخر کرنے کے لئے ہے تو بے حد بری چیز ہے اور اگر مال کی چاہت انہوں اور غیروں سے سلوک کرنے نیکیاں کرنے اور اللہ کی راہ  
میں خرچ کرنے کے لئے ہے تو ہر طرح وہ شرعاً اچھی اور بہت اچھی چیز ہے۔

قطار کی مقدار میں مفسرین کا اختلاف ہے، ماہصل یہ ہے کہ بہت زیادہ مال کو قطار کہتے ہیں جیسے حضرت ضحاک کا قول ہے اور اقوال بھی ملاحظہ ہوں ایک ہزار دینار بارہ ہزار چالیس ہزار ساٹھ ہزار ستر ہزار اسی ہزار وغیرہ وغیرہ۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے۔ ایک قطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہے اور ہر اوقیہ بہتر ہے زمین و آسمان سے۔ غالباً یہاں مقدار ثواب کی بیان ہوئی ہے جو ایک قطار ملے گا (واللہ اعلم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسی ہی ایک موقوف روایت بھی مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے اسی طرح ابن جریر میں حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور ابن ابی حاتم میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قطار بارہ سو اوقیہ ہیں۔ ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں بارہ سو اوقیہ آئے ہیں لیکن وہ حدیث بھی منکر ہے۔ ممکن ہے کہ وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہو جیسے اور صحابہ کا بھی یہی فرمان ہے ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص سو آیتیں پڑھ لے غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا اور جس نے سو سے ہزار تک پڑھ لیں اسے اللہ کی طرف سے ایک قطار اجر ملے گا اور قطار بڑے پہاڑ کے برابر ہے۔ مستدرک حاکم میں ہی اس آیت کے اس لفظ کا مطلب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا دو ہزار اوقیہ۔ امام حاکم اسے صحیح اور شرط بخین پر بتلاتے ہیں۔ بخاری و مسلم نے اسے نقل نہیں کیا، طبرانی وغیرہ میں ہے ایک ہزار دینار حضرت حسن بصریؒ سے موقوف یا مرسل مروی ہے کہ بارہ سو دینار حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے ضحاکؒ فرماتے ہیں بعض عرب قطار کو بارہ سو کا بتاتے ہیں، بعض بارہ ہزار کا۔ حضرت ابوسعید خدریؒ فرماتے ہیں بیل کی کھال کے بھر جانے کے برابر سو نے کو قطار کہتے ہیں۔ یہ مرفوعاً بھی مروی ہے لیکن زیادہ صحیح موقوف ہے۔ گھوڑوں کی محبت تین قسم کی ہے۔ ایک تو وہ لوگ جو گھوڑوں کو پالتے ہیں اور اللہ کی راہ میں ان پر سوار ہو کہ چھاد کرنے کے لئے نکلتے ہیں ان کے لئے تو یہ بہت ہی اجر و ثواب کا سبب ہیں۔ دوسرے وہ جو غرور و غرور کے طور پر پالتے ہیں ان کے لئے وبال ہے تیسرے وہ جو سوال سے بچتے اور اس کی نسل کی حفاظت کے لئے پالتے ہیں اور اللہ کا حق نہیں بھولتے۔ یہ نہ اجر نہ عذاب کے مستحق ہیں۔ اسل مضمون کی حدیث آیت **وَأَعِدُّوا لَهُمْ** الخ کی تفسیر میں آئے گی ان شاء اللہ۔

”مُسَوِّمَہ“ کے معنی چرنے والا اور بیچ کلیان (یعنی پیشانی اور چاروں قدموں پر نشان) وغیرہ کے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر عربی گھوڑا فجر کے وقت اللہ کی اجازت سے دو دعائیں کرتا ہے۔ کہتا ہے اے اللہ جس کے قبضہ میں تو نے مجھے دیا ہے تو اس کے دل میں اس کے اہل و مال سے زیادہ میری محبت دے، اَنْعَام سے مراد اونٹ، گائیں، بکریاں ہیں۔ حَرْث سے مراد وہ زمین ہے جو کھیتی ہوئے یا باغ لگانے کے لئے تیار کی جائے، مسند احمد کی حدیث میں ہے انسان کا بہترین مال زیادہ نسل والا گھوڑا ہے اور زیادہ پھلدار درخت کجور ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ سب دنیاوی فائدہ کی چیزیں ہیں۔ یہاں کی زینت اور یہاں ہی کی دلکشی کے سامان ہیں جو فانی اور زوال پانے والے ہیں اچھی لوٹنے کی جگہ اور بہترین ثواب کا مرکز اللہ کے پاس ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا اے اللہ جبکہ تو نے اسے زینت دے دی تو اس کے بعد کیا؟ اس پر اس کے بعد والی آیت اتری کہ اے نبی ﷺ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں اس سے بہترین چیزیں بتاتا ہوں۔ یہ تو ایک نہ ایک روز زائل ہونے والی ہیں اور میں جن کی طرف تمہیں بلارہا ہوں وہ صرف دیر پا ہی نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے والی ہیں، سنو اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے جنت ہے جس کے کنارے کنارے اور جس کے درختوں کے درمیان قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں، کہیں شہد کی، کہیں دودھ کی، کہیں پاک شراب کی، کہیں نفیس پانی کی، اور وہ نعمتیں ہیں جو نہ کسی کان نے سنی ہوں نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں نہ کسی دل میں خیال بھی گذرا ہو۔ ان جنتوں میں یہ متقی لوگ ابد الا بادی رہیں گے۔ نہ یہ نکالے جائیں نہ انہیں دی ہوئی نعمتیں کم ہوں گی نہ فنا ہوں گی، پھر وہاں بیویاں ملیں گی جو میل کچیل سے، خباثت اور برائی سے، حیض اور نفاس سے، گندگی اور

پلیدی سے پاک صاف ہیں۔ ہر طرح سحری اور پاکیزہ ہیں، ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی رضا مندی انہیں حاصل ہو جائے گی اور ایسی کہ اس کے بعد ناراضگی کا کھٹکائی نہیں اسی لئے سورہ برات کی آیت میں فرمایا وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اللّٰہ کی تھوڑی سی رضا مندی کا حاصل ہو جانا بھی سب سے بڑی چیز ہے یعنی تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت رضائے رب اور مرضی مولا ہے۔ تمام بندے اللہ کی نگاہ میں ہیں۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ کون مہربانی کا مستحق ہے۔

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اِنَّا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ  
النَّارِ ۝ الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ  
بِالْاَسْحَارِ ۝

جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لا چکے ہیں ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے ○ جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور  
فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ میں خراج کرنے والے اور پچھلی رات کو بخشش مانگنے والے ہیں ○

متقیوں کا تعارف: ☆ ☆ (آیت ۱۶-۱۷) اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ وہ کہتے ہیں اے پروردگار! ہم تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسول پر ایمان لائے۔ ہمارے اس ایمان کے باعث جو تیری ذات پر اور تیری شریعت پر ہے تو ہمارے گناہوں کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے یہ متقی لوگ اللہ کی اطاعت بجالاتے ہیں اور حرام چیزوں سے الگ رہتے ہیں صبر کے سہارے سے کام لیتے ہیں اور اپنے ایمان کے دعوے میں بھی سچے ہیں، کل اچھے اعمال بجالاتے ہیں خواہ وہ ان کے نفس کو کتنے بھاری پڑیں۔ اطاعت اور خشوع و خضوع والے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں جہاں جہاں حکم ہے۔ خرچ کرتے ہیں۔ صلہ رحمی میں رشتہ داری کا پاس رکھنے میں برائیوں کے روکنے آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی کرنے میں حاجت مندوں مسکینوں اور فقیروں کے ساتھ احسان کرنے میں سخاوت سے کام لیتے ہیں اور سحری کے وقت پچھلی رات کو اٹھ اٹھ کر استغفار کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت استغفار افضل ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے یہی فرمایا تھا کہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ میں ابھی تھوڑی دیر میں تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا اس سے مراد بھی سحری کا وقت ہے اپنی اولاد سے فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت میں تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں جو بہت سے صحابیوں سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات آخری تہائی رات باقی رہتے ہوئے آسمان دنیا پر اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی سائل ہے جسے میں دوں؟ کوئی دعا مانگنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اسے بخشوں؟ حافظ ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس میں اس حدیث کی تمام سندوں کو اور اس کے کل الفاظ کو وارد کیا ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اول رات درمیانی اور آخری رات میں وتر پڑھے ہیں۔ سب سے آخری وقت حضور کے وتر پڑھنے کا سحری تک تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو تہجد پڑھتے رہتے اور اپنے غلام حضرت نافع سے پوچھتے کیا سحر ہوگئی۔ جب وہ کہتے ہاں تو آپ صبح صادق کے نکلنے کی دعا استغفار میں مشغول رہتے حضرت حاطب فرماتے ہیں سحری کے وقت میں نے سنا کہ کوئی شخص مسجد کے کمرے

گوشہ میں کہہ رہا ہے اے اللہ تو نے مجھے حکم کیا۔ میں بجالایا۔ یہ سحر کا وقت ہے۔ مجھے بخش دے میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود تھے رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہمیں حکم کیا جاتا تھا کہ ہم جب تہجد پڑھیں تو سحری کے آخری وقت ستر مرتبہ استغفار کریں۔ اللہ سے بخشش کی دعا کریں۔

شَهِدَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَالْمَلِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ  
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا  
اِخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ  
بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ  
الْحِسَابِ ۝ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اشْتَبَعْنِ  
وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ ۖ أَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا  
فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۖ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝

اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اللہ تعالیٰ کے عدل کے ساتھ دنیا کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس غالب اور حکمت والے کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں ○ بے شک اللہ کے نزدیک دین حکم برداری ہی ہے اہل کتاب نے اپنے پاس علم آ جانے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد کی بنا پر ہی اختلاف کیا ہے اللہ کی آیتوں کے ساتھ جو بھی کفر کرے پس اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے ○ پھر بھی اگر یہ تجھ سے جھڑپیں تو تو کہہ دے کہ میں نے اور میرے تابعداروں نے اللہ کی اطاعت میں اپنا منہ مطیع کر دیا اور اہل کتاب سے اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دے کہ کیا تم بھی اطاعت کرتے ہو؟ پس اگر یہ بھی تابعدار بن جائیں تو یقیناً ہدایت والے ہیں اور اگر یہ روگردانی کریں تو تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھ بھال رہا ہے ○

اللہ وحدہ لا شریک اپنی وحدت کا خود شاہد: ☆☆ (آیت: ۱۸-۲۰) اللہ تعالیٰ خود شہادت دیتا ہے۔ پس اس کی شہادت کافی ہے وہ سب سے زیادہ سچا گواہ ہے سب سے زیادہ سچی بات اسی کی ہے وہ فرماتا ہے کہ تمام مخلوق اس کی غلام ہے اور اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اور اسی کی طرف محتاج ہے وہ سب سے بے نیاز ہے الوہیت میں اللہ ہونے میں وہ یکتا اور لا شریک ہے اس کے سوا کوئی پوجے جانے کے لائق نہیں جیسے فرمان ہے لَکِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ ۚ الخ یعنی لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جو وہ تیری طرف اپنے علم سے اتار رہا ہے گواہی دے رہا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے پھر اپنی شہادت کے ساتھ فرشتوں کی علماء کی شہادت کو ملتا رہا ہے یہاں سے علماء کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے بلکہ خصوصیت۔

قَائِمًا کا نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے۔ وہ اللہ ہر وقت اور ہر حال میں ایسا ہی ہے۔ پھر تاکید اود بارہ ارشاد ہوتا ہے کہ معبود حقیقی

صرف وہی ہے وہ غالب ہے، عظمت اور کبریائی والی اس کی بارگاہ ہے وہ اپنے اقوال افعال شریعت قدرت اور تقدیر میں حکمتوں والا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ نبی ﷺ نے عرفات میں اس آیت کی تلاوت کی اور الْحَكِيمُ تک پڑھ کر فرمایا وَ اَنَا عَلَىٰ ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ يَا رَبِّ اِنِّ ابْنِ اَبِي حَاتَمٍ مِّمَّنْ هُوَ اَشْهَدُ اَنْی رَبِّ طبرانی میں ہے حضرت غالب قطان فرماتے ہیں میں کو نے میں تجارتی غرض سے گیا اور حضرت اعمشؒ کے قریب ٹھہرا رات کو حضرت اعمشؒ تہجد کے لئے کھڑے ہوئے پڑھتے پڑھتے جب اس آیت تک پہنچے اور اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ پڑھا تو فرمایا وَ اَنَا اَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ بِهِ وَ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهُ هَذِهِ الشَّهَادَةَ وَ هِیَ لِیْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ دِیْعَةٌ یعنی میں بھی شہادت دیتا ہوں اس کی جس کی شہادت اللہ نے دی اور میں اس شہادت کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ میری امانت اللہ کے پاس ہے پھر کئی دفعہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ پڑھا میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید اس بارے میں کوئی حدیث سنی ہوگی صبح ہی صبح میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ ابو محمدؒ کیا بات تھی جو آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے؟ کہا کیا اس کی فضیلت تمہیں معلوم نہیں؟ میں نے کہا حضرت میں تو مہینہ بھر سے آپ کی خدمت میں ہوں لیکن آپ نے حدیث بیان ہی نہیں کی کہنے لگے اللہ کی قسم میں تو سال بھر تک بیان نہ کروں گا۔ اب میں اس حدیث کے سننے کی خاطر سال بھر تک ٹھہرا رہا اور ان کے دروازے پر پڑا رہا۔ جب سال کا ل گذر چکا تو میں نے کہا اے ابو محمدؒ سال گذر چکا کہاں مجھ سے ابو اؤاؒ نے حدیث بیان کی اس نے عبد اللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کے پڑھنے والے کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اللہ عزوجل فرمائے گا میرے اس بندے نے میرا عہد لیا ہے اور میں عہد کو پورا کرنے میں سب سے افضل و اعلیٰ ہوں۔ میرے اس بندے کو جنت میں لے جاؤ۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وہ صرف اسلام ہی کو قبول فرماتا ہے اسلام ہر زمانے کے پیغمبر کی وحی کی تابعداری کا نام ہے اور سب سے آخر اور سب رسولوں کو ختم کرنے والے ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں آپ کی نبوت کے بعد نبوت کے سب راستے بند ہو گئے۔ اب جو شخص آپ کی شریعت کے سوا کسی چیز پر عمل کرے اللہ کے نزدیک وہ صاحب ایمان نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ جو شخص اسلام کے سوا اور دین کی تلاش کرے وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح اس آیت میں دین کا انحصار صرف اسلام میں کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرات میں شَهِدَ اللّٰهُ اِنَّہُ ہے اور اِنَّ الْاِسْلَامَ ہے تو معنی یہ ہوں گے خود اللہ کی گواہی ہے اور اس کے فرشتوں اور ذی علم انسانوں کے نزدیک مقبول ہونے والا دین صرف اسلام ہی ہے جمہور کی قرات میں ان زیر کے ساتھ ہے اور معنی کے لحاظ سے دونوں ہی ٹھیک ہیں لیکن جمہور کا قول زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ پہلی کتاب والوں نے اپنے پاک اللہ کے پیغمبروں کے آنے اور اللہ کی کتابیں نازل ہونے کے بعد بھی اختلاف کیا جس کی وجہ صرف ان کا آپس کا بغض و عناد تھا کہ میں اس کے خلاف ہی چلوں چاہے وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔

پھر ارشاد ہے کہ جب اللہ کی آیتیں اتر چکیں اب جو ان کا انکار کرے انہیں نہ مانے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اس کی اس تکذیب کا بہت جلد حساب لے گا اور کتاب اللہ کی مخالفت کی وجہ سے اسے سخت عذاب دے گا اور اسے اس کی اس شرارت کا لطف چکھائے گا۔ پھر فرمایا اگر یہ لوگ تجھ سے توحید باری کے بارے میں جھگڑیں تو کہہ دو کہ میں تو خالص اللہ ہی کی عبادت کروں گا جس کا نہ کوئی شریک ہے نہ اس جیسا کوئی ہے نہ اس کی اولاد ہے نہ بیوی اور جو بھی میرے امتی ہیں میرے دین پر ہیں ان سب کا قول بھی یہی ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا قُلْ هَذِهِ سَبِيلِیْ اَدْعُوْا اِلٰی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنْ اَتَّبَعَنِیْ الخ یعنی میری راہ یہی ہے۔ میں خوب سوچ سمجھ کر دیکھ بھال کرتا ہوں اللہ کی طرف بلارہا ہوں۔ میں بھی اور میرے تابعدار بھی یہی دعوت دے رہے ہیں۔ پھر حکم دیتا ہے کہ اے نبیؐ یہود نصاریٰ جن کے ہاتھوں میں اللہ

کی کتاب ہے اور مشکوکین سے جو ان پڑھ ہیں کہہ دو کہ تم سب کی ہدایت اسلام میں ہی ہے اور اگر یہ نہ مانیں تو کوئی بات نہیں آپ اپنا فرض تبلیغ ادا کر چکے اللہ خود ان سے سمجھ لے گا۔ ان سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔ وہ جسے چاہے سیدھا راستہ دکھائے جسے چاہے گمراہ کر دے۔ اپنی حکمت کو وہی خوب جانتا ہے اس کی حجت تو پوری ہو کر ہی رہتی ہے اس کی اپنے بندوں پر نظر ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور کون ضلالت کا مستحق ہے؟ اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔

دوسری آیتوں میں بھی صاف صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق کی طرف اللہ کے نبی بن کر آئے ہیں اور خود آپ کے دین کے احکام بھی اس پر دلالت کرتے ہیں اور کتاب و سنت میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں اسی مفہوم کی ہیں۔ قرآن پاک میں ایک جگہ ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (سلام علیہ) اور آیت میں ہے تَبَرَّكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام دنیا والوں کے لئے تنبیہ کرنے والا بن جائے۔ صحیحین وغیرہ میں کئی کئی واقعات سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے عرب و عجم کے تمام بادشاہوں کو اور دوسرے اطراف کے لوگوں کو خطوط بھجوائے جن میں انہیں اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی خواہ وہ عرب ہوں عجم ہوں اہل کتاب ہوں مذہب والے ہوں اور اس طرح آپ نے تبلیغ کے فرض کو تمام و کمال تک پہنچا دیا (ﷺ) مسند عبد الرزاق میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں سے جس کسی کے کان میں میری نسبت کی آواز پہنچے اور وہ میری لائی ہوئی چیز پر ایمان نہ لائے خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی مگر مجھ پر ایمان لائے بغیر مرنے والے گا تو قطعاً جہنمی ہوگا، مسلم شریف میں بھی یہ حدیث مروی ہے اور آنحضرت کا یہ فرمان بھی ہے کہ میں ہر ایک سرخ و سیاہ کی طرف اللہ کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا اور میں تمام انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مسند احمد میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا جو نبی ﷺ کے لئے وضو کا پانی رکھا کرتا تھا اور جوتیاں لاکر رکھ دیتا تھا وہ بیمار پڑ گیا۔ آنحضرت ﷺ اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت اس کا باپ بھی اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا اے فلاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور باپ کو خاموش دیکھ کر خود بھی چپکا ہو گیا۔ حضورؐ نے دوبارہ یہی فرمایا۔ اس نے پھر اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ باپ نے کہا۔ ابوالقاسم کی مان لے (ﷺ) پس اس بچے نے کہا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ نَبِيٌّ ﷺ وہاں سے یہ فرماتے ہوئے اٹھے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے میری وجہ سے اسے جہنم سے بچالیا۔ یہی حدیث صحیح بخاری میں حضرت امام بخاریؒ بھی لائے ہیں۔ ان کے سوا اور بھی بہت سی صحیح حدیثیں بھی اور قرآن کریم کی آیتیں ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ بِغَيْرِ حَقٍّ  
وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ  
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا  
وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ ۝



جو لوگ اللہ کی آجتوں سے کفر کرتے ہیں اور ناحق نبیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں اور جو لوگ عدل و انصاف کی کہیں انہیں بھی قتل کر ڈالتے ہیں تو اے نبی انہیں دردناک عذابوں کی خبر دے دے ○ ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں عارت ہیں اور ان کا کوئی مددگار نہیں ○

انبیاء کے قاتل بنو اسرائیل: ☆ ☆ (آیت: ۲۱-۲۲) یہاں ان اہل کتاب کی مذمت بیان ہو رہی ہے جو گناہ اور حرام کام کرتے رہتے تھے اور اللہ کی پہلی اور بعد کی باتوں کو جو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعہ پہنچائیں، جھٹلاتے رہتے تھے اتنا ہی نہیں بلکہ پیغمبروں کو مار ڈالتے بلکہ اس قدر سرکش تھے کہ جو لوگ انہیں عدل و انصاف کی بات کہیں انہیں بے دریغ تہ تیغ کر دیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے، حق کو نہ ماننا اور حق والوں کو ذلیل جاننا یہی کبر و غرور ہے۔ مسند ابو حاتم میں ہے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب کسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو کسی نبی کو مار ڈالے یا کسی ایسے شخص کو جو بھلائی کا بتانے والا اور برائی سے بچانے والا ہو، تکبر و غرور ہے، پھر حضور نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا اے ابو عبیدہ بنو اسرائیل نے تینتالیس نبیوں کو دن کے اول حصہ میں ایک ہی ساعت میں قتل کیا پھر ایک سو ستر بنو اسرائیل کے وہ ایماندار جو انہیں روکنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے انہیں بھلائی کا حکم دے رہے تھے اور برائی سے روک رہے تھے ان سب کو بھی اسی دن کے آخری حصہ میں مار ڈالا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ انہی کا ذکر کر رہا ہے۔

ابن جریر میں ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بنو اسرائیل نے تین سو نبیوں کو دن کے شروع میں قتل کیا اور شام کو سبزی پالک بیچنے بیٹھ گئے۔ پس ان لوگوں کی اس سرکشی، تکبر اور خود پسندی نے ذلیل کر دیا اور آخرت میں بھی رسوا کن بدترین عذاب ان کے لئے تیار ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ انہیں دردناک ذلت والے عذابوں کی خبر پہنچا دو۔ ان کے اعمال دنیا میں بھی عارت اور آخرت میں بھی برباد اور ان کا کوئی مددگار اور سفارشی بھی نہ ہوگا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أَوْتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّوْا فَرِيقًا مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۱۳﴾  
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۴﴾ فَكَيْفَ إِذَا جُمِعَهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ ۖ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۵﴾

کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا؟ جنہیں ایک حصہ کتاب کا دیا گیا ہے وہ اپنے آپس کے فیصلوں کے لئے کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں پھر بھی ایک جماعت ان کی منہ پھیر کر لوٹ جاتی ہے ○ اس کی وجہ ان کا یہ کہنا ہے کہ ہمیں تو گئے چنے چند ہی دن آگ لگے گی ان کی گھڑی گھڑائی باتوں نے انہیں ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے ○ پس کیا حال ہوگا جب کہ ہم انہیں اس دن جمع کریں گے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں اور ہر شخص اپنا اپنا کیا پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ○

جھوٹے دعوے: ☆ ☆ (آیت: ۲۳-۲۵) یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ اپنے اس دعوے میں بھی جھوٹے ہیں کہ ان کا توراہ و انجیل پر ایمان ہے کیونکہ ان کتابوں کی ہدایت کے مطابق جب انہیں اس نبی آخر الزمان کی اطاعت کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ منہ پھیر کے بھاگتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس سے ان کی اعلیٰ درجہ کی سرکشی، تکبر اور عناد و مخالفت ظاہر ہو رہی ہے اس مخالفت حق اور بے جاسرکشی پر انہیں اس چیز نے ولیر کر دیا ہے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب میں نہ ہونے کے باوجود اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر کے یہ بات بنالی ہے کہ ہم تو صرف چند روز ہی آگ میں رہیں گے یعنی فقط سات روز دنیا کے حساب کے ہر ہزار سال کے پیچھے ایک دن اس کی پوری تفسیر سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے اسی داعی اور بے سرو پا خیال نے انہیں باطل دین پر جما دیا ہے بلکہ یہ خود اللہ نے ایسی بات نہیں کہی ان کا خیال ہے اس کی کوئی کتابی دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں ڈانٹتا اور دھمکتا ہے اور فرماتا ہے ان کا قیامت والے دن بدتر حال ہوگا کہ انہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا رسولوں کو جھٹلایا انبیاء کو اور علما حق کو قتل کیا ایک ایک بات کا الہکو جواب دینا پڑے گا اور ایک ایک گناہ کی سزا بھگتنی پڑے گی اس دن کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اس دن ہر شخص پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر بھی کسی طرح کا ظلم روا نہ رکھا جائے گا۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ  
مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ  
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ  
فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ  
الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

تو کہہ اے میرے معبود اے تمام جہان کے مالک تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین۔ لے اور جسے تو چاہے عزت دے اور جسے تو چاہے ذلت دے تیرے ہی ہاتھ سب بھلائیاں ہیں بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ○ تو ہی رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے۔ تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرے تو ہی ہے کہ جسے چاہے بے شمار روزی دے ○

مالک الملک کی حمد و ثناء: ☆ ☆ (آیت: ۲۶-۲۷) اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ اپنے رب کی تعظیم کرنے اور اس کا شکر یہ بجالانے اور اسے اپنے تمام کام سونپنے اور اس کی ذات پاک پر پورے بھروسہ کا اظہار کرنے کے لئے ان الفاظ میں اس کی اعلیٰ صفات بیان کیجئے جو اوپر بیان ہوئی ہیں یعنی اے اللہ تو مالک الملک ہے تیری ملکیت میں تمام ملک ہے جسے تو چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے اپنا دیا ہوا واپس لے لے۔ تو ہی دینے اور لینے والا ہے۔ تو جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہ چاہے ہو ہی نہیں سکتا۔

اس آیت میں اس بات کی بھی تنبیہ اور اس نعمت کے شکر کا بھی حکم ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت کو مرحمت فرمائی گئی کہ بنی اسرائیل سے ہٹا کر نبوت نبی عربی قریشی امی کی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دے دی گئی اور آپ کو مطلقاً نبیوں کے ختم کرنے والے اور تمام انس و جن کی طرف رسول بن کر آنے والے بنا کر بھیجا تمام سابقہ انبیاء کی خوبیاں آپ میں جمع کرویں بلکہ ایسی فضیلتیں آپ کو دی گئیں جن سے اور تمام انبیاء بھی محروم رہے خواہ وہ اللہ کے علم کی بابت ہوں یا اس رب کی شریعت کے معاملہ میں ہوں یا گزشتہ اور آنے والی خبروں کے متعلق

ترک موالات کی وضاحت: ☆☆ (آیت: ۲۸) یہاں اللہ تعالیٰ ترک موالات کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے، مسلمانوں کو کفار سے دوستیاں اور محض محبتیں کرنا مناسب نہیں بلکہ انہیں آپس میں ایمان داروں سے میل ملاپ اور محبت رکھنی چاہئے۔ پھر انہیں حکم سناتا ہے کہ جو ایسا کرے گا، اس سے اللہ بالکل بیزار ہو جائے گا، جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ اَلْحٰ یعنی مسلمانو! میرے اور اپنے دشمنوں سے دوستی نہ کیا کرو۔ اور جگہ فرمایا، مومنو یہ یہود و

نصاری آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان سے دوستی کرے گا، وہ انہی میں سے ہے دوسری جگہ پروردگار عالم نے فہاجر انصار اور دوسرے مومنوں کے بھائی چارے کا ذکر کر کے فرمایا کہ کافر آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ اور دوست ہیں۔ تم بھی آپس میں اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ پھیل جائے گا اور زبردست فساد برپا ہوگا۔ البتہ ان لوگوں کو رخصت دے دی جو کسی شہر میں کسی وقت ان کی بدی اور برائی سے ڈر کر دفع الوقتی کے لئے بہ ظاہر کچھ میل ملاپ ظاہر کریں لیکن دل میں ان کی طرف رغبت اور ان سے حقیقی محبت نہ ہو جیسے صحیح بخاری شریف میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بعض قوموں سے کشادہ پیشانی سے ملتے ہیں لیکن ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صرف زبان سے اظہار کرے لیکن عمل میں ان کا ساتھ ایسے وقت میں بھی ہرگز نہ دے۔ یہی بات اور مفسرین سے بھی مروی ہے اور اسی کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی کرتا ہے مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مِنْ اَكْبَرِهٖ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے سوائے ان مسلمانوں کے جن پر زبردستی کی جائے مگر ان کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو بخاری میں ہے حضرت حسنؓ فرماتے ہیں یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے۔

پھر فرمایا اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے یعنی اپنے دبدبے اور اپنے عذاب سے اس شخص کو خبردار کئے دیتا ہے جو اس کے فرمان کی مخالفت کر کے اس کے دشمنوں سے دوستی رکھے اور اس کے دوستوں سے دشمنی کرے۔ پھر فرمایا اللہ کی طرف لوٹنا ہے ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا بدلہ دیں گے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا اے نبی اللہ میں اللہ کے رسول کا قاصد ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ جان لو کہ اللہ کی طرف پھر کسب کو جانا ہے۔ پھر یا تو جنت ٹھکانا ہو گیا یا جہنم۔

قُلْ اِنْ تَخْشَوْنَ مَا فِيْ السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٠﴾ يَوْمَ يَحْجُدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ﴿٣١﴾ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَہٗ اَمَدًاۙ بَعِيْدًا ﴿٣٢﴾ وَيُحْجِذُ رُكُومُ اللّٰهِ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعٰبَادِ ﴿٣٣﴾

کہہ دے کہ اگر تم اپنے سینوں کی باتیں چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ سب کو جانتا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسے معلوم ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۳۰ جس دن ہر نفس اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا آرزو کرے گا کہ کاش کہ اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرارہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے ۳۳

اللہ تعالیٰ سے ڈر ہمارے لئے بہتر ہے: ☆☆ (آیت: ۲۹-۳۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ پوشیدہ کو اور چھپی ہوئی باتوں کو اور ظاہر باتوں کو بخوبی جانتا ہے۔ کوئی چھوٹی سی چھوٹی بات بھی اس پر پوشیدہ نہیں۔ اس کا علم سب چیزوں کو ہر وقت اور ہر لحظہ گھیرے ہوئے ہے زمین کیوٹھوں میں پہاڑوں کے سمندروں میں آسمانوں میں ہواؤں میں سوراخوں میں غرض جو کچھ جہاں کہیں ہے سب اس کے علم میں ہے۔ پھر ان سب پر اس کی قدرت ہے جس طرح چاہے رکھے جو چاہے جزا سزا دے پس اتنے بڑے وسیع علم والے اتنی بڑی زبردست

قدرت والے کے ہر شخص کو ڈرتے ہوئے رہنا چاہئے۔ اس کی فرمانبرداری میں مشغول رہنا چاہئے اور اس کی نافرمانیوں سے علیحدہ رہنا چاہئے وہ عالم بھی ہے اور قادر بھی ہے۔ ممکن ہے کسی کو ڈھیل دے دے لیکن جب پکڑے گا تب دبوچ لے گا۔ پھر نہ مہلت ملے گی نہ رخصت۔ ایک دن آنے والا ہے جس دن تمام عمر کے برے بھلے سب کام سامنے رکھ دیئے جائیں گے، نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہوگی اور برائیوں پر نظریں ڈال کر دانت پیسے گا اور حسرت و افسوس کرے گا اور چاہے گا کہ میں ان سے کوسوں دور رہتا اور پرے ہی پرے رہتا۔

قرآن نے اور جگہ فرمایا یُنَبِّئُوا الْإِنْسَانَ بِمَا قَدَّمَ وَآخَرَ سب گزری ہوئی باتیں اس دن پیش کر دی جائیں گی شیطان جو اس کے ساتھ دنیا میں رہتا تھا اور اسے برائیوں پر اکساتا تھا اس سے بھی اس دن بیزاری کرے گا اور کہے گا یَلَيْتُ نَبِئْتُ وَبَيْنَكَ بَعْدَ الْمُشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ کیا اچھا ہوتا کہ اے شیطان میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ وہ تو بڑا برا ساتھ ہے۔ پھر فرمایا اللہ تمہیں اپنے عذابوں سے ڈرا دھمکا رہا ہے پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ اپنے نیک بندوں کو خوش خبری دیتا ہے کہ وہ اس کے لطف و کرم سے کبھی ناامید نہ ہوں۔ وہ نہایت ہی مہربان، بہت رحم اور پیار رکھنے والا ہے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بھی اس کی سراسر مہربانی اور لطف و محبت ہے کہ اس نے اپنے سے نہیں بلکہ اپنے عذابوں سے اپنے بندوں کو ڈرایا یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر رحم ہے۔ بندوں کو بھی چاہئے کہ صراطِ مستقیم سے قدم نہ ہٹائیں۔ دین پاک کو نہ چھوڑیں۔ رسول کریم کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑیں۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ  
ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا  
فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ۝

کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے کہہ دے کہ اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرنا اگر یہ منہ پھیر لیں تو بیشک اللہ کا فروں کو درست نہیں رکھتا ○

جھوٹا دعویٰ ☆ ☆ (آیت: ۳۱-۳۲) اس آیت نے فیصلہ کر دیا جو شخص اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے اعمال، افعال، عقائد فرمان نبوی کے مطابق نہ ہوں طریقہ محمدؐ یہ پردہ کار بند نہ ہو تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھنے کے دعوے میں سچے ہو تو میری سنتوں پر عمل کرو۔ اس وقت تمہاری چاہت سے زیادہ اللہ تمہیں دے گا یعنی وہ خود تمہارا چاہنے والا بن جائے گا۔ جیسے کہ بعض حکیم علماء نے کہا ہے کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں۔ لطف تو اس وقت ہے کہ اللہ تجھے چاہنے لگ جائے۔ غرض اللہ کی محبت کی نشانی یہی ہے کہ ہر کام میں اتباع سنت مد نظر ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا دین صرف اللہ کے لئے محبت اور اسی کے لئے دشمنی کا نام ہے پھر آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت کی لیکن یہ حدیث سنداً منکر ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ حدیث پر چلنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے تمام تر گناہوں کو بھی معاف فرما دے گا۔ پھر ہر عام خاص کو حکم ملتا ہے کہ سب اللہ اور رسول کے فرمان بردار رہیں۔ جو نافرمان ہو جائیں یعنی اللہ رسول کی اطاعت سے ہٹ جائیں تو وہ کافر ہیں اور اللہ ان سے محبت نہیں رکھتا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ کے طریقہ کی مخالفت کفر ہے۔ ایسے لوگ اللہ کے دست نہیں ہو سکتے۔ گوان کا دعویٰ ہو لیکن

جب تک اللہ کے سچے نبیؐ اُمی خاتم الرسل رسول جن و بشر کی تابعداری، پیروی اور اتباع سنت نہ کریں وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹے ہیں حضرت رسول اللہ ﷺ تو وہ ہیں کہ اگر آج انبیاء اور رسول بلکہ بہترین اور اولو العزم پیغمبر بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی آپ کی مانے بغیر اور آپ کی شریعت پر کاربند ہوئے بغیر چارہ ہی نہ تھا اس کا بیان بسط اور تفصیل کے ساتھ آیت **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ** کی تفسیر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

**إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ذُرِّيَّتًا بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۝ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝**

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کے لوگوں میں سے آدمؑ کو اور نوحؑ کو اور ابراہیمؑ کے خاندان کو اور عمران کے خاندان کو انتخاب فرمایا ۝ کہ یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ ہے سنتا جانتا ۝

سب سے پہلے نبی علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت ۳۳-۳۴) یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان بزرگ ہستیوں کو تمام جہان پر فضیلت عنایت فرمائی، حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اپنی روح ان میں پھونکی۔ ہر چیز کے نام انہیں بتلائے، جنت میں انہیں بسایا۔ پھر اپنی حکمت کے اظہار کے لئے زمین پر اتارا، جب زمین پر بت پرستی قائم ہو گئی تو حضرت نوح علیہ السلام کو سب سے پہلا رسول بنا کر بھیجا۔ پھر جب ان کی قوم نے سرکشی کی، پیغمبر کی ہدایت پر عمل نہ کیا، حضرت نوح نے ون رات پوشیدہ اور ظاہر اللہ کی طرف دعوت دی لیکن قوم نے ایک نہ سنی تو نوح علیہ السلام کے فرماں برداروں کے سوا باقی سب کو پانی کے عذاب یعنی مشہور طوفان نوح بھیج کر ڈبویا۔

خاندان خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدگی عنایت فرمائی۔ اسی خاندان میں سے سید البشر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، عمران کے خاندان کو بھی اس نے منتخب کر لیا۔ عمران نام ہے حضرت مریم کے والد صاحب کا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں ان کا نسب نامہ بقول محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے۔ عمران بن ہاشم بن یشابن خرقیا بن اسید بن ایاز بن رجم بن سلیمان بن داؤد علیہا السلام پس عیسیٰ علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اس کا مفصل بیان سورہ انعام کی تفسیر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ الرحمن۔

**إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ ۖ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝**

جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب میرے بطن میں جو ہے اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذرمانی تو تو میری طرف سے قبول فرما۔ یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے ۝ جب یہی تولد ہوئی تو کہنے لگیں پروردگار مجھے تو لڑکی ہوئی اللہ کو خوب معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں میں

○ نے اس کا نام مریم رکھا۔ میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے ○

مریم بنت عمران ☆ ☆ (آیت: ۳۵-۳۶) حضرت عمران کی بیوی صاحبہ کا نام حسہ بنت فاقوڑ تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ تھیں۔ حضرت محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انہیں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن ایک چڑیا کو دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو چوندے رہی ہے تو انہیں ولولہ اٹھا اور اللہ تعالیٰ سے اسی وقت دعا کی اور خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارا، اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی دعا قبول فرمائی اور اسی رات انہیں حمل ظہر گیا۔ جب حمل یاقین ہو گیا تو نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو اولاد دے گا، اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے اللہ کے نام پر آزاد کروں گی، پھر اللہ سے دعا کی کہ پروردگار تو میری اس مخلصانہ نذر کو قبول فرما۔ تو میری دعا کون رہا ہے اور تو میری نیت کو بھی خوب جان رہا ہے۔ اب یہ معلوم نہ تھا لڑکا ہو گا یا لڑکی، جب بچہ پیدا ہوا تو دیکھا کہ وہ لڑکی ہے اور لڑکی تو اس قابل نہیں کہ وہ مسجد مقدس کی خدمت انجام دے سکے۔ اس کے لئے تو لڑکا ہونا چاہئے تو عاجزی کے طور پر اپنی مجبوری جناب باری میں ظاہر کی کہ اے اللہ میں تو اسے تیرے نام پر وقف کر چکی تھی لیکن مجھے تو لڑکی ہوئی ہے، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتُ بھی پڑھا گیا یعنی یہ قول بھی حضرت حسہ کا تھا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی اور ”تا“ کے جزم کے ساتھ بھی آیا ہے، یعنی اللہ کا یہ فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے اور فرماتی ہیں کہ مرد عورت برائیں میں اس کا نام مریم رکھتی ہوں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس دن بچہ ہوا اسی دن نام رکھنا بھی جائز ہے کیونکہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت ہماری شریعت ہے اور یہاں یہ بیان کیا گیا اور تردید نہیں کی گئی بلکہ اسے ثابت اور مقرر رکھا گیا، اسی طرح حدیث شریف میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے ہاں لڑکا ہوا اور میں نے اس کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے نام پر ابراہیم رکھا، ملاحظہ ہو بخاری و مسلم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائی کو جبکہ وہ تولد ہوئے لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ نے انہیں اپنے ہاتھ سے کھٹی دی اور ان کا نام عبد اللہ رکھا۔ یہ حدیث بھی صحیحین میں موجود ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آکر کہا، یا رسول اللہ میرے ہاں رات کو بچہ ہوا ہے، کیا نام رکھوں؟ فرمایا عبد الرحمن بن ملجم رکھو (بخاری) ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابواسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بچہ ہوا جسے لے کر آپؐ حاضر خدمت نبویؐ ہوئے تاکہ آپؐ اپنے دست مبارک سے اس بچے کو گھٹی دیں۔ آپؐ اور طرف متوجہ ہو گئے۔ بچہ کا خیال نہ رہا۔ حضرت ابواسید نے بچے کو واپس گھر بھیج دیا۔ جب آپؐ فارغ ہوئے بچے کی طرف نظر ڈالی تو اسے نہ پایا، گھبرا کر پوچھا اور معلوم کر کے کہا، اس کا نام منذر رکھو (یعنی ڈرا دینے والا) مسند احمد اور سنن میں ایک اور حدیث مروی ہے جسے امام ترمذی صحیح کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہر بچہ اپنے عقیقے میں گروں ہے، ساتویں دن عقیقہ کرے یعنی جانور ذبح کرے اور نام رکھے اور بچہ کا سر منڈوائے، ایک روایت میں ہے اور خون بہایا جائے اور یہ زیادہ ثبوت والی اور زیادہ حفظ والی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔ لیکن زبیر بن بکار کی روایت جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کا عقیقہ کیا اور نام ابراہیم رکھا۔ یہ حدیث سنداً ثابت نہیں اور صحیح حدیث اس کے خلاف موجود ہے اور یہ تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ اس نام کی شہرت اس دن ہوئی۔ واللہ اعلم۔

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ صاحبہ پھر اپنی بیٹی کو اور اس کی ہونے والی اولاد کو شیطان کے شر سے خدا کی پناہ میں دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے مائی صاحبہ کی اس دعا کو بھی قبول فرمایا چنانچہ مسند عبد الرزاق میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر بچے کو شیطان

اس کی پیدائش کے وقت ٹھوکا دیتا ہے اسی سے وہ چیخ کر رونے لگتا ہے لیکن حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ اس سے بچے رہے اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی موجود ہے یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ کسی میں ہے ایک یا دو دھچکے مارتا ہے۔ ایک حدیث میں صرف عیسیٰ کا ہی ذکر ہے کہ شیطان نے انہیں بھی دھچکا مارنا چاہا لیکن انہیں دیا ہوا ٹھوکا پردے میں لگ کر رہ گیا۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۖ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ  
كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ مَرِّيمُ  
أَتَىٰ لَكَ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنْ أَلَّهِ يَرْزُقُ مَنْ  
يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۸۷﴾

پس اسے اس کے پروردگار نے اچھی طرح قبول فرمایا اور اسے بہترین طریق پر بڑھایا اور اس کی خبر خبر لینے والا زکریا کو بنایا جب کبھی زکریا ان کے حجرے میں جاتے ان کے پاس روزی رکھی ہوئی پاتے پوچھا اے مریم یہ میوے تمہارے پاس کہاں سے آئے جواب دیا یہ اللہ کے پاس سے بھیک اللہ جسے چاہے بے شمار روزی دے ○

زکریا علیہ السلام کا تعارف: ☆☆ (آیت: ۳۷) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ان کی والدہ حضرت حفصہ کی نذر کو اللہ تعالیٰ نے بخوشی قبول فرمایا اور اسے بہترین طور سے نشوونما بخشی ظاہری خوبی بھی عطا فرمائی اور باطنی خوبی سے بھرپور کر دیا اور اپنے نیک بندوں میں ان کی پرورش کرائی تاکہ علم اور خیر اور دین سیکھ لیں حضرت زکریا کو ان کا کفیل بنا دیا۔ ابن اسحاق تو فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام یتیم ہو گئی تھیں لیکن دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ قحط سالی کی وجہ سے ان کی کفالت کا بوجھ حضرت زکریا نے اپنے ذمہ لے لیا تھا ہو سکتا ہے کہ دونوں وجہیں اتفاقاً آپس میں مل گئی ہوں۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن اسحاق وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام ان کے خالوتھے اور بعض لوگ کہتے ہیں ان کے بہنوئی تھے۔ جیسے معراج والی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات کی جو دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ ابن اسحاق کے قول پر یہ حدیث ٹھیک ہے کیونکہ اصطلاح عرب میں ماں کی خالہ کے لڑکے کو بھی خالہ زاد بھائی کہہ دیتے ہیں پس ثابت ہوا کہ حضرت مریم اپنی خالہ کی پرورش میں تھیں صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یتیم صاحبزادی عمرہ کو ان کی خالہ حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی صاحبہ کے سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ خالہ قائم مقام ماں کے ہے۔ اب اللہ تعالیٰ حضرت مریم کی بزرگی اور ان کی کرامت بیان فرماتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب کبھی ان کے پاس ان کے حجرے میں جاتے تو بے موی میوے ان کے پاس پاتے مثلاً جاڑوں میں گرمیوں کے میوے اور گرمیوں میں جاڑے کے میوے۔ حضرت مجاہدؒ، حضرت عکرمہؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت ابو الشعثاؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت ضحاکؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت ربیع بن انسؒ، حضرت عطیہ عوفیؒ، حضرت سدیؒ اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں۔

حضرت مجاہدؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہاں رزق سے مراد علم اور وہ صحیفے ہیں جن میں علمی باتیں ہوتی تھیں لیکن اول قول ہی زیادہ صحیح ہے اس آیت میں اولیاء اللہ کی کرامات کی دلیل ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سی حدیثیں بھی آتی ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام ایک دن پوچھ بیٹھے کہ مریم تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آتا ہے؟ صدیقہ نے جواب دیا کہ اللہ کے پاس سے وہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔



مسند حافظ ابو یعلیٰ میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ پر کئی دن بغیر کچھ کھائے گذر گئے۔ بھوک سے آپ کو تکلیف ہونے لگی۔ اپنی سب بیویوں کے گھر ہو آئے لیکن کہیں بھی کچھ نہ پایا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور دریافت فرمایا کہ بچی تمہارے پاس کچھ ہے کہ میں کھا لوں۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے، وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ حضور ﷺ کچھ بھی نہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ وہاں سے نکلے ہی تھے کہ حضرت فاطمہ کی لونڈی نے دور وٹیاں اور ٹکڑا گوشت حضرت فاطمہ کے پاس بھیجا۔ آپ نے اسے لے کر برتن میں رکھ لیا اور فرمانے لگیں گو مجھے میرے خاوند اور بچوں کو بھوک ہے لیکن ہم سب فاقے ہی سے گذر دیں گے اور اللہ کی قسم آج تو یہ رسول اللہ ﷺ ہی کو دوں گی، پھر حضرت حسن یا حسین کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کو بلا لائیں، حضور راستے ہی میں تھے۔ ملے اور ساتھ ہوئے۔ آپ آئے تو کہنے لگیں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ اللہ نے کچھ بھجوا دیا ہے جسے میں نے آپ کے لئے چمپا کر رکھ دیا ہے آپ نے فرمایا میری پیاری بچی لے آؤ۔ اب جو طشت کھولا تو دیکھتی ہے کہ روٹی سالن سے ابل رہا ہے۔ دیکھ کر حیران ہو گئیں لیکن فوراً سمجھ گئیں کہ اللہ کی طرف سے اس میں برکت نازل ہو گئی ہے اللہ کا شکر کیا نبی اللہ پر درود پڑھا اور آپ کے پاس لاکر پیش کر دیا، آپ نے بھی اسے دیکھ کر اللہ کی تعریف کی اور دریافت فرمایا کہ بیٹی یہ کہاں سے آیا؟ جواب دیا کہ ابا جان اللہ کے پاس سے۔ وہ جسے چاہے بے حساب روزی دے آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اے پیاری بچی تجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام عورتوں کی سردار جیسا کر دیا، انہیں جب کبھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرماتا اور ان سے پوچھا جاتا تو یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ اللہ کے پاس سے ہے اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے، پھر حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ نے حضرت علیؑ نے اور حضرت فاطمہؑ نے اور حضرت حسینؑ نے اور آپ کی سب ازواج مطہرات اور اہل بیت نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ پھر بھی اتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا جو آس پاس کے بڑوسیوں کے ہاں بھیجا گیا۔ یہ خیر کثیر اور برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔

هٰذَا لَكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ اِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝۶۸ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ مُّصَدِّقًا ۚ بِكَلِمَةٍ مِّنْ اِلٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۶۹

اسی جگہ زکریا نے اپنے رب سے دعا کی کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بیشک تو دعا کا سننے والا ہے ○ پس فرشتوں نے اسے آواز دی جبکہ وہ حجرے میں کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخیر کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے کلمہ کی سچائی کرنے والا اور سردار اور عورتوں سے بے رغبت اور نبی ہے ○

حاصل دعا یحییٰ علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت: ۳۸-۳۹) حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسم میوہ دیتا ہے، جاڑوں میں گرمیوں کے پھل اور گرمی میں جاڑوں کے میوے ان کے پاس رکھ رہے ہیں تو باوجود اپنے پورے بڑھاپے کے اور باوجود اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کے علم کے، آپ بھی بے موسم میوہ یعنی نیک اولاد طلب کرنے لگے اور چونکہ یہ طلب بے ظاہر ایک ناممکن چیز کی طلب تھی اس لئے نہایت پوشیدگی سے یہ دعا مانگی جیسے اور جگہ ہے نَدَاءٌ خَفِیًّا یہ اپنے عبادت خانے میں ہی تھے جو فرشتوں نے انہیں آواز دی اور انہیں سنا کر کہا کہ آپ کے ہاں ایک لڑکا ہوگا جس کا نام یحییٰ رکھنا، ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ یہ بشارت ہماری طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یحییٰ نام کی وجہ یہ ہے کہ ان کی حیا ایمان کے ساتھ ہوگی وہ اللہ کے کلمہ کے یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم کی

تصدیق کریں گے۔ حضرت ریح بن انسؓ فرماتے ہیں، سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کو تسلیم کرنے والے بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کی روش اور آپ کے طریق پر تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں خالدہ زادی تھیں۔ حضرت یحییٰؑ کی والدہ حضرت مریمؑ سے اکثر ذکر کیا کرتی تھیں کہ میں اپنے پیٹ کی چیز کو تیرے پیٹ کی چیز کو سجدہ کرتی ہوئی پاتی ہوں یہ تھی حضرت یحییٰؑ کی تصدیق دنیا میں آنے سے بھی پیشتر۔ سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کی سچائی کو انہوں نے ہی پہچانا۔ یہ حضرت عیسیٰؑ سے عمر میں بڑے تھے۔

سید کے معنی حلیم، بردبار، علم و عبادت میں بڑھا ہوا، متقی، پرہیزگار، فقیہ، عالم، خلقِ دین میں سب سے افضل جسے غصہ اور غضب مغلوب نہ کر سکے، شریف اور کریم کے ہیں، حضور کے معنی ہیں جو عورتوں کے پاس نہ آ سکے۔ جس کے ہاں نہ اولاد ہو نہ جس میں شہوت کا پانی ہو، اس معنی کی ایک مرفوع حدیث بھی ابن ابی حاتم میں ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ لفظ تلاوت کر کے زمین سے کچھ اٹھا کر فرمایا، اس کا عضو اس جیسا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ساری مخلوق میں صرف حضرت یحییٰؑ ہی اللہ سے بے گناہ ملیں گے۔ پھر آپؐ نے یہ الفاظ پڑھے اور زمین سے کچھ اٹھایا اور فرمایا حضور اسے کہتے ہیں جس کا عضو اس جیسا ہو اور حضرت یحییٰؑ بن سعید قطعاً نے اپنی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا۔ یہ روایت جو مرفوع بیان ہوئی ہے اس کے حوالے سے اس موقوف کی سند زیادہ صحیح ہے اور مرفوع روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے کپڑے کے پھندنے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ایسا تھا۔ اور روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے زمین سے ایک مرجھایا ہوا تنکا اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کر کے یہی فرمایا۔

قَالَ رَبِّ اَنِّ يَكُوْنُ لِيْ غُلَمٌ وَقَدْ بَلَغَنِ الْكَبَرُ وَاَمْرًا  
عَاقِرًا قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً  
قَالَ اٰيَتُكَ اِلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمَزًا وَاذْكُرْ رَبَّكَ  
كَثِيْرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝

نیک لوگوں میں سے کہنے لگے اے رب میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا۔ میں بالکل بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے ○ کہنے لگے پروردگار میرے لئے اس کی کوئی نشانی مقرر کر دے فرمایا نشان یہ ہے کہ تین دن تک تو لوگوں سے بات نہ کر سکے گا صرف اشارے سے سمجھائے گا۔ تو اپنے رب کا ذکر بہ کثرت کر اور صبح شام اسی کی تسبیح بیان کرتا رہ ○

یحییٰ علیہ السلام ایک معجزہ: ☆☆ (آیت: ۴۰-۴۱) اس کے بعد حضرت زکریاؑ کو دوسری بشارت دی جاتی ہے کہ تمہارا لڑکا نبی ہوگا۔ یہ بشارت پہلی خوشخبری سے بھی بڑھ گئی۔ جب بشارت آچکی تب حضرت زکریاؑ کو خیال پیدا ہوا کہ بظاہر اسباب سے تو اس کا ہونا محال ہے تو کہنے لگے اے اللہ میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں بوڑھا ہوں، میری بیوی بالکل بانجھ، فرشتے نے اسی وقت جواب دیا کہ اللہ کا امر سب سے بڑا ہے۔ اس کے پاس کوئی چیز ان ہوتی نہیں نہ اسے کوئی کام کرنا مشکل۔ نہ وہ کسی کام سے عاجز، اس کا ارادہ ہو چکا، وہ اسی طرح کرے گا۔ اب حضرت زکریاؑ اللہ سے اس کی علامت طلب کرنے لگے تو ذاتِ باری سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے اشارہ کیا گیا کہ نشان یہ ہے کہ تو تین دن تک لوگوں سے بات نہ کر سکے گا رہے گا تندرست، صحیح سالم لیکن زبان سے لوگوں سے بات چیت نہ کی جائے گی، صرف اشاروں سے کام لینا پڑے گا، جیسے اور جگہ ہے ثَلَاثَ اَيَّامٍ سَوِيًّا یعنی تین راتیں تندرستی کی حالت۔ پھر حکم دیا کہ اس حال میں تمہیں چاہئے کہ ذکر اور تکبیر اور تسبیح میں زیادہ مشغول رہو صبح شام اسی میں لگے رہو اس کا دوسرا حصہ اور پورا بیان تفصیل کے ساتھ سورہ مریم کے شروع میں آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ لِمَرِّيمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ  
وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ۝ يَمْرِيْمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي  
وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ  
إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَقُولُ أَفْلَاهُمْ ۝  
يَكْفُلْ مَرِيْمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ۝

جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کر لیا اور تجھے پاک کر دیا اور سارے جہان کی عورتوں میں سے تجھے انتخاب کر لیا ○ اے مریم تو اپنے رب کی اطاعت کیا کر اور سجدہ کرتی رہ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر ○ یہ خبر غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم تیری طرف وحی سے پہنچاتے ہیں۔ تو ان کے پاس نہ تھا جبکہ وہ اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کون ان میں سے کون پالے؟ اور نہ تو ان کے جھگڑنے کے وقت ان کے پاس تھا ○

تین افضل ترین عورتیں: ☆ ☆ (آیت: ۴۲-۴۳) یہاں بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریم علیہا السلام کو فرشتوں نے خبر پہنچائی کہ اللہ نے انہیں ان کی کثرت عبادت، ان کی دنیا کی بے رغبتی کی شرافت اور شیطانی وسوسے سے دوری کی وجہ سے اپنا قرب خاص عنایت فرما دیا ہے اور تمام جہان کی عورتوں پر انہیں خاص فضیلت دے رکھی ہے۔ صحیح مسلم شریف وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنتی عورتیں اونٹ پر سوار ہونے والیاں ہیں۔ ان میں سے بہتر عورتیں قریش کی ہیں جو اپنے چھوٹے بچوں پر بہت ہی شفقت اور پیار کرنے والی اور اپنے خاوند کی چیزوں کی پوری حفاظت کرنے والی ہیں۔ حضرت مریم بنت عمران اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئی۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ہے عورتوں میں سے بہتر عورت حضرت مریم بنت عمران ہیں اور عورتوں میں سے بہتر عورت حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ترمذی کی صحیح حدیث میں ہے ساری دنیا کی عورتوں میں سے تجھے مریم بنت عمران خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمد آسیہ فرعون کی بیوی ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور حدیث میں ہے یہ چاروں بیویاں تمام عالم کی عورتوں سے افضل اور بہتر ہیں۔ اور حدیث میں ہے مردوں میں سے کامل مرد بہت سے ہیں لیکن عورتوں میں کمال والی عورتیں صرف تین ہیں مریم بنت عمران آسیہ فرعون کی بیوی اور خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ٹرید یعنی گوشت کے شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی کی تمام کھانوں پر یہ حدیث ابو داؤد کے علاوہ اور سب کتابوں میں ہے۔ صحیح بخاری شریف کی اس حدیث میں حضرت خدیجہ کا ذکر نہیں، میں نے اس حدیث کی تمام سندیں اور ہر سند کے الفاظ اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں حضرت عیسیٰ کے ذکر میں جمع کر دیے ہیں وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمُنَّةُ۔ پھر فرشتے فرماتے ہیں کہ مریم خوش و خضوع رکوع و سجود میں رہا کر اللہ تبارک و تعالیٰ تجھے اپنی قدرت کا ایک عظیم الشان نشان بنانے والا ہے اس لئے تجھے رب کی طرف پوری رغبت رکھنی چاہئے۔

قوت کے معنی اطاعت ہیں جو عاجزی اور دل کی حاضری کے ساتھ ہو جیسے ارشاد ہے وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلُّ لَهٗ فَنُتُوْنَ یعنی اسی کی ماتحتی اور ملکیت میں زمین و آسمان کی ہر چیز ہے۔ سب کے سب اس کے محکوم اور تابع فرمان ہیں ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں قوت کا لفظ ہے اس سے مراد اطاعت گذاری ہے یہی حدیث ابن جریر میں بھی ہے لیکن سند میں نکارت ہے حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام نماز میں اتنا لمبا قیام کرتی تھیں کہ دونوں ٹخنوں پر درم آجاتا تھا قوت سے

مرا نماز میں لمبے لمبے رکوع کرنا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہ اور رکوع سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا، حضرت اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ مریم صدیقہؑ اپنے عبادت خانے میں اس قدر بکثرت باخشوع اور لہجی نمازیں پڑھا کرتی تھیں کہ دونوں پیروں میں زرد پانی اتر آیا، رضی اللہ عنہا اور ضاہا۔

یہ اہم خبریں بیان کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبیؐ ان باتوں کا علم تمہیں صرف میری دجی سے ہوا ورنہ تمہیں کیا خبر؟ تم کچھ اس وقت ان کے پاس تھوڑے ہی موجود تھے جو ان واقعات کی خبر لوگوں کو پہنچاتے؟ لیکن اپنی دجی سے ہم نے ان واقعات کو اس طرح آپ پر کھول دیا گویا آپ اس وقت خود موجود تھے جبکہ حضرت مریمؑ کی پرورش کے بارے میں ہر ایک دوسرے پر سبقت کرتا تھا۔ سب کی چاہت تھی کہ اس دولت سے مالا مال ہو جاؤں اور یہ اجر مجھے مل جائے۔ جب آپ کی والدہ صاحبہ آپ کو لے کر بیت المقدس کی مسجد سلیمانی میں تشریف لائیں اور وہاں کے خادموں سے جو حضرت موسیٰؑ کے بھائی اور حضرت ہارونؑ کی نسل میں سے تھے، کہا کہ میں انہیں اپنی نذر کے مطابق نام اللہ پر آ زاد کر چکی ہوں، تم اسے سنبھالو یہ ظاہر ہے کہ لڑکی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حیض کی حالت میں عورتیں مسجد میں نہیں آ سکتیں اب تم جانو اور تمہارا کام میں تو اسے گھر واپس نہیں لے جا سکتی کیونکہ نام اللہ اسے نذر کر چکی ہوں۔ حضرت عمرانؑ یہاں کے امام نماز تھے اور قرآن میں ان کے بہتیم تھے اور یہ ان کی صاحبزادی تھیں تو ہر ایک نے بڑی چاہت سے ان کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے، ادھر سے حضرت زکریاؑ نے اپنا ایک حق اور جتایا کہ میں رشتہ میں بھی ان کا خالو ہوتا ہوں تو یہ لڑکی مجھے ہی کوٹنی چاہئے۔ اور لوگ راضی نہ ہوئے آخر قرعہ ڈالا گیا اور قرعہ میں ان سب نے اپنی وہ قلمیں ڈالیں جن سے تو قرعہ لکھتے تھے تو قرعہ حضرت زکریاؑ کے نام نکلا اور یہی اس سعادت سے مشرف ہوئے۔ دوسری مفصل روایتوں میں یہ بھی ہے کہ نہر اردن پر جا کر یہ قلمیں ڈالی گئیں کہ پانی کے بہاؤ کے ساتھ جو قلم نکل جائے وہ نہیں اور جس کا قلم ٹھہر جائے وہ حضرت مریمؑ کا قلم بنے، چنانچہ سب کی قلمیں تو پانی بہا کر لے گیا۔ صرف حضرت زکریاؑ کا قلم ٹھہر گیا بلکہ الٹا اوپر کو چڑھنے لگا تو ایک تو قرعے میں ان کا نام نکلا دوسرے قریب کی رشتہ داری تھے۔ پھر یہ خود ان تمام کے سردار امام مالکؒ نبیؐ تھے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ پس انہی کو حضرت مریمؑ سوچ دی گئیں۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ لِمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۙ  
اَسْمُہُ الْمَسِيْحُ عِيسٰی ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيہَا فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
وَمِنَ الْمُقَرَّبٰٓیْنَ ۙ وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَمَلًا وَّمِنَ  
الصّٰلِحِیْنَ ۙ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ یٰکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَلَمْ یَمَسِّنِیْ  
بَشَرٌ ۙ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ  
لَہٗ کُنْ فِیَکُوْنُ ۙ

جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ تجھے اپنی ایک بات کی یعنی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام سچ بن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں ذی عزت ہے اور ہے بھی وہ میری نزدیکی والوں میں سے ○ وہ لوگوں سے اپنے گہوارے میں سے باہر نکلتی اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا ○ کہنے لگیں اللہ مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ حالانکہ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ فرشتے نے کہا اسی طرح اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے جب کبھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا

ہے کہ ہو جاتا تو وہ ہو جاتا ہے ○

☆ ☆ (آیت ۲۵۰-۲۷۷) یہ خوش خبری حضرت مریم کو فرشتے سنا رہے ہیں کہ ان سے ایک لڑکا ہوگا جو بڑی شان والا اور صرف اللہ کے کلمہ ”کن“ کے کہنے سے ہوگا یہی تفسیر اللہ کے فرمان مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ کی بھی ہے جیسے کہ جمہور نے ذکر کیا اور جس کا بیان اس سے پہلے گذر چکا اس کا نام مسیح ہوگا، عیسیٰ بیٹا مریم علیہا السلام کا ہر مومن اسے اسی نام سے پہچانے گا، مسیح نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زمین میں وہ بکثرت سیاحت کریں گے، ماں کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا باپ کوئی نہ تھا۔ اللہ کے نزدیک وہ دونوں جہان میں برگزیدہ ہیں اور مقربان خاص میں سے ہیں ان پر اللہ کی شریعت اور کتاب اتارے گی اور بڑی بڑی مہربانیاں ان پر دنیا میں نازل ہوں گی اور آخرت میں بھی اور اولوالعزم پیغمبروں کی طرح اللہ کے حکم سے جس کے لئے اللہ چاہے گا وہ شفاعت کریں گے جو قبول ہو جائیں گی صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ وہ اپنے جھولے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کریں گے یعنی اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی لوگوں کو پھیلنے ہی میں دعوت دیں گے جو ان کا معجزہ ہوگا اور بڑی عمر میں بھی جب اللہ ان کی طرف وحی کرے گا وہ اپنے قول و فعل میں علم صحیح رکھنے والے اور عمل صالح کرنے والے ہوں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ بچپن میں کلام صرف حضرت عیسیٰ اور جبرئیل کے ساتھی نے کیا اور ان کے علاوہ حدیث میں ایک اور بچے کا کلام کرنا بھی مروی ہے تو یہ تین ہوئے۔

حضرت مریمؑ اس بشارت کو سن کر اپنی مناجات میں کہنے لگیں اے اللہ مجھے بچہ کیسے ہوگا؟ میں نے تو نکاح نہیں کیا اور نہ میرا ارادہ نکاح کرنے کا ہے اور نہ میں ایسی بدکار عورت ہوں حاشا للہ اللہ عز وجل کی طرف سے فرشتے نے جواب میں کہا کہ اللہ کا امر بہت بڑا ہے۔ اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ وہ جو چاہے پیدا کر دے اس نکتے کو خیال میں رکھنا چاہئے کہ حضرت زکریا کے اس سوال کے جواب میں اس جگہ لفظ یَفْعَلُ تھا یہاں لفظ یَخْلُقُ ہے یعنی پیدا کرتا ہے اس لئے کہ کسی باطل پرست کو کسی شبہ کا موقع باقی نہ رہے اور صاف لفظوں میں حضرت عیسیٰؑ کا اللہ کی مخلوق ہونا معلوم ہو جائے۔ پھر اس کی مزید تاکید کی اور فرمایا وہ جس کسی کام کو جب کبھی کرنا چاہتا ہے تو صرف اتنا فرمادیتا ہے کہ ہو جا، بس وہ وہ ہیں ہو جاتا ہے۔ اس کے حکم کے بعد ڈھیل اور در نہیں لگتی۔ جیسے اور جگہ ہے وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ یعنی ہمارے صرف ایک مرتبہ کے حکم سے ہی بلاتا خیر فی الفور آکھ چمکتے ہی وہ کام ہو جاتا ہے۔ ہمیں دوبارہ اسے کہنا نہیں پڑتا۔

وَيَعْلَمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَرَسُولًا  
إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ إِنِّي أَخْلُقُ  
لَكُمْ مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا  
بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْآكَمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ  
وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخُرُونَ ۚ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ  
لَآيَةً لَّكُمْ ۚ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ

اللہ اسے لکھتا اور حکمت اور توراۃ اور انجیل سکھائے گا ○ اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں۔ میں تمہارے لئے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں۔ پھر اس میں چھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ کے حکم سے میں پیٹ کے اندر سے

اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا اور مردے کو جلا دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھاؤ اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو میں تمہیں بتا دیتا ہوں اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے

اگر تم ایماندار ہو ○

فرشتوں کا مریمؑ سے خطاب: ☆☆ (آیت: ۴۸-۴۹) فرشتے حضرت مریمؑ سے کہتے ہیں کہ تیرے اس لڑکے یعنی حضرت عیسیٰ کو پروردگار عالم لکھنا سکھائے گا، حکمت سکھائے گا۔ لفظ حکمت کی تفسیر سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے اور اسے توراۃ سیکھائے گا جو حضرت موسیٰ بن عمرانؑ پر اتری تھی اور انجیل سکھائے گا جو حضرت عیسیٰ ہی پر اتری چنانچہ آپ کو یہ دونوں کتابیں حفظ تھیں انہیں بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجے گا اور اس بات کو کہنے کے لئے کہ میرا یہ معجزہ دیکھو کہ مٹی کی اس کا پرندہ بنایا، پھر پھونک مارتے ہی وہ جھج جھج کا جیتا جاگتا پرندہ بن کر سب کے سامنے اڑنے لگا یہ اللہ کے حکم اور اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کے سبب تھا، حضرت عیسیٰ کی اپنی قدرت سے نہیں یہ ایک معجزہ تھا جو آپ کی نبوت کا نشان تھا۔ ائمہ اس اندھے کو کہتے ہیں جسے دن کے وقت دکھائی نہ دے اور رات کو دکھائی دے۔ بعض نے کہا، ائمہ اس ناچینا کو کہتے ہیں جسے دن کو دکھائی دے اور رات کو دکھائی نہ دے، بعض کہتے ہیں بیہوش اور ترچھا اور کانامرا دے، بعض کا قول یہ بھی ہے کہ جو ماں کے پیٹ سے بالکل اندھا پیدا ہوا ہو یہاں یہی ترجمہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس میں معجزے کا کمال یہی ہے اور خالقین کو عاجز کرنے کے لئے اس کی یہ صورت اور صورتوں سے اعلیٰ ہے۔ ابراہیمؑ سفید دانے والے کوڑھی کو کہتے ہیں۔ ایسے بیمار بھی اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ اچھے کر دیتے تھے اور مردوں کو بھی اللہ عزوجل کے حکم سے آپ زندہ کر دیا کرتے تھے۔

اکثر علماء کا قول ہے کہ ہر ہر زمانے کے نبی کو اس زمانے والوں کی مناسبت سے خاص خاص معجزات حضرت باری عزسہ نے عطا فرمائے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا بڑا چرچا تھا اور جادو گروں کی بڑی قدر و تعظیم تھی تو اللہ نے آپ کو وہ معجزہ دیا جس سے تمام جادو گروں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان پر حیرت طاری ہو گئی اور انہیں کامل یقین ہو گیا کہ یہ تو اللہ واحد و تبار کی طرف سے عطیہ ہے۔ جادو ہرگز نہیں چنانچہ ان کی گردنیں جھک گئیں اور ایک لخت وہ حلقہ گوش اسلام ہو گئے اور بالاخر اللہ کے مقرب بندے بن گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طیبیوں اور حکیموں کا دور دورہ تھا۔ کامل اطباء اور ماہر حکیم علم طب کے پورے عالم اور لا جواب کامل الفن استاد موجود تھے۔ پس آپ کو وہ معجزے دیئے گئے جس سے وہ سب عاجز تھے، بھلا مادرزاد اندھوں کو بالکل بینا کر دینا اور کوڑھیوں کو اس مہلک بیماری سے اچھا کر دینا اتنا ہی نہیں بلکہ جمادات جو محض بے جان چیز ہے۔ اس میں روح ڈال دینا اور قبروں میں سے مردوں کو زندہ کر دینا، یہ کسی کے بس کی بات نہیں؟ صرف اللہ کے حکم سے بطور معجزہ یہ باتیں آپ سے ظاہر ہوئیں، ٹھیک اسی طرح جب ہمارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے، اس وقت فصاحت و بلاغت، نکتہ دہی اور بلند خیالی اور بول چال میں نزاکت و لطافت کا زمانہ تھا۔ اس فن میں بلند پایہ شاعروں نے وہ کمال حاصل کر لیا تھا کہ دنیا ان کے قدموں پر چمکتی تھی پس حضور کو کتاب اللہ ایسی عطا فرمائی گئی کہ ان سب کی کوندی ہوئی، بجلیاں ماند پڑ گئیں اور کلام اللہ کے نور نے انہیں نیچا دکھایا اور یقین کامل ہو گیا کہ یہ انسانی کلام نہیں، تمام دنیا سے کہہ دیا گیا اور جتا جتا کر بتا جتا کر سنا کر منادی کر کے بار بار اعلان کیا گیا کہ ہے کوئی جو اس جیسا کلام کہہ سکے؟ اکیلے اکیلے نہیں سب مل جاؤ اور انسان ہی نہیں جنات کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لو پھر سارے قرآن کے برابر بھی نہیں صرف دس سورتوں کے برابر سہی اور اچھا یہ بھی شکی ایک ہی سورت اس کی مانند تو بنا کر لاؤ لیکن سب کمریں ٹوٹ گئیں، ہمتیں پست ہو گئیں، گلے خشک ہو گئے، زبان گنگ ہو گئی اور آج تک ساری دنیا سے نہ بن پڑا اور نہ کبھی ہو سکے گا، بھلا کہاں اللہ کا کلام اور کہاں مخلوق؟

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَلِإِحْلَ لَكُمْ بَعْضَ

الَّذِي حَرَّمَ عَلَيْكُمْ وَجِثَكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ  
وَاطِيعُونَ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝

اور میں توراۃ کا سچانے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو ○ یقین مانو میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے ○

(آیت: ۵۰-۵۱) پس اس زمانہ کے اعتبار سے اس معجزے نے اپنا اثر کیا اور مخالفین کو ہتھیار ڈالتے ہی بن پڑی اور جوق در جوق اسلامی حلقے بڑھتے گئے۔ پھر حضرت مسیح کا اور معجزہ بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے فرمایا بھی اور کر کے دکھایا بھی کہ جو کوئی تم میں سے آج اپنے گھر سے جو کچھ کھا کر آیا ہو میں اسے بھی اللہ کی دی ہوئی اطلاع بتا دوں گا یہی نہیں بلکہ کل کے لئے بھی اس نے جو تیاری کی ہوگی مجھے اللہ کے معلوم کرانے پر معلوم ہو جاتا ہے یہ سب میری سچائی کی دلیل ہے کہ میں جو تعلیم تمہیں دے رہا ہوں وہ برحق ہے ہاں اگر تم میں ایمان ہی نہیں تو پھر کیا؟ میں اپنے سے پہلی کتاب توراۃ کو بھی ماننے والا اس کی سچائی کا دنیا میں اعلان کرنے والا ہوں میں تم پر بعض وہ چیزیں حلال کرنے آیا ہوں جو مجھ سے پہلے تم پر حرام کی گئی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کے بعض احکام منسوخ کئے ہیں گو اس کے خلاف بھی مفسرین کا خیال ہے لیکن درست بات یہی ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ تورات کا کوئی حکم آپ نے منسوخ نہیں کیا البتہ بعض حلال چیزوں میں جو اختلاف تھا اور بڑھتے بڑھتے گویا ان کی حرمت پر اجماع ہو چکا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی حقیقت بیان فرمادی اور ان کے حلال ہونے پر مہر کر دی۔ جیسے قرآن حکیم نے اور جگہ فرمایا وَلَا يَبْنِي لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ میں تمہارے بعض آپس کے اختلاف میں صاف فیصلہ کر دوں گا۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس اپنی سچائی کی اللہ جل شانہ کی بلیں موجود ہیں۔ تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو جس کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ اسے پوجو جو میرا اور تمہارا پالتا ہے سیدھی اور سچی راہ تو صرف یہی ہے۔

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمْ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ  
الْحَوَارِيُّونَ حُنَّ أَنْصَارُ اللَّهِ أَمَّا بِاللَّهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝  
رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝  
وَمَكْرُؤًا وَمَكْرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ ۝

پس جب (حضرت) عیسیٰ نے ان کا کفر معلوم کر لیا تو کہنے لگے اللہ کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون کون ہے؟ حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کی راہ کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ کو راہ دینے کے ہم تابعدار ہیں ○ اے ہمارے پالنے والے اللہ ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی مان لی۔ پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے ○ اور کافروں نے نکر کیا اور اللہ نے بھی اور اللہ تعالیٰ سب داؤ کرنے والوں سے بہتر ہے ○

پھانسی کون چڑھا؟ ☆☆ (آیت: ۵۲-۵۳) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کو دیکھ لیا کہ اپنی گمراہی کج روی اور کفر و انکار سے یہ ہٹتے ہی نہیں تو فرمانے لگے کہ کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی طرف پہنچنے کے لئے میری تابعداری کرے اس کا یہ مطلب بھی لیا

گیا ہے کہ کوئی ہے جو اللہ کے ساتھ میرا مددگار بنے؟ لیکن پہلا قول زیادہ قریب ہے۔ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ کی طرف پکارنے میں میرا ہاتھ بٹانے والا کون ہے؟ جیسے کہ نبی اللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مکہ شریف سے ہجرت کرنے کے پہلے موسم حج کے موقع پر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھے اللہ کا کلام پہنچانے کے لئے جگہ دے؟ قریش تو کلام الہی کی تبلیغ سے مجھے روک رہے ہیں یہاں تک کہ مدینہ شریف کے باشندے انصار کرام اس خدمت کے لئے کمر بستہ ہوئے، آپ کو جگہ بھی دی۔ آپ کی مدد بھی کی اور جب آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو پوری خیر خواہی اور بے مثال ہمدردی کا مظاہرہ کیا، ساری دنیا کے مقابلہ میں اپنا سینہ سپر کر دیا اور حضور کی حفاظت، خیر خواہی اور آپ کے مقاصد کی کامیابی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے، رضی اللہ عنہم وارضاهم۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس آواز پر بھی چند بنی اسرائیلیوں نے لبیک کہی۔ آپ پر ایمان لائے۔ آپ کی تائید کی۔ تصدیق کی اور پوری مدد پہنچائی اور اس نور کی اطاعت میں لگ گئے جو اللہ نے ان پر اتارا تھا یعنی انجیل، یہ لوگ دھوبی تھے اور حواری انہیں ان کے کپڑوں کی سفیدی کی وجہ سے کہا گیا ہے، بعض کہتے ہیں یہ شکاری تھے، صحیح یہ ہے کہ حواری کہتے ہیں مددگار کو جیسے کہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہے کوئی جو سینہ سپر ہو جائے؟ اس آواز کو سنتے ہی حضرت زبیرؓ بے اختیار ہو گئے۔ آپ نے دوبارہ یہی فرمایا۔ پھر بھی حضرت زبیرؓ نے ہی قدم اٹھایا۔ پس حضور علیہ السلام نے فرمایا ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیرؓ ہے رضی اللہ عنہ۔ پھر یہ لوگ اپنی دعا میں کہتے ہیں ہمیں شاہدوں میں لکھ لے، اس سے مراد حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک امت محمدؐ میں لکھ لیتا ہے، اس تفسیر کی روایت سند بہت عمدہ ہے۔ پھر بنی اسرائیل کے اس ناپاک گروہ کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت عیسیٰ کے جانی دشمن تھے انہیں مروادینے اور سولی دے جانے کا قصد رکھتے تھے جنہوں نے اس زمانہ کے بادشاہ کے کان حضرت عیسیٰ کی طرف سے بھرے تھے کہ یہ شخص لوگوں کو بہکا تا پھرتا ہے، ملک میں بغاوت پھیلا رہا ہے اور رعایا کو بگاڑ رہا ہے، باپ بیٹوں میں فساد برپا کر رہا ہے بلکہ اپنی خباثت، خیانت، کذب و جھوٹ (دروغ) میں یہاں تک بڑھ گئے کہ آپ کو زانیہ کا بیٹا کہا اور آپ پر بڑے بڑے بہتان باندھے یہاں تک کہ بادشاہ بھی دشمن جان بن گیا اور اپنی فوج کو بھیجا تا کہ انہیں گرفتار کر کے سخت سزا کے ساتھ چھانسی دے۔ چنانچہ یہاں سے فوج جاتی ہے اور جس گھر میں آپ تھے اسے چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے، ناکہ بندی کر کے گھر میں گھسیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو ان مکاروں کے ہاتھ سے صاف بچا لیتا ہے۔ اس گھر کے روزن (روشن دان) سے آپ کو آسمان کی طرف اٹھا لیتا ہے اور آپ کی شبابہت ایک اور شخص پر ڈال دی جاتی ہے جو اسی گھر میں تھا، یہ لوگ رات کے اندھیرے میں اس کو عیسیٰ سمجھ لیتے ہیں۔ گرفتار کر کے لے جاتے ہیں، سخت توہین کرتے ہیں اور سر پر کانٹوں کا تاج رکھ کر اسے صلیب پر چڑھا دیتے ہیں، یہی ان کے ساتھ اللہ کا کر تھا کہ وہ اپنے نزدیک سمجھتے رہے کہ ہم نے اللہ کے نبی کو چھانسی پر لٹکا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تو نجات دے دی تھی۔ اس بدبختی اور بدبختی کا ثمرہ انہیں یہ ملا کہ ان کے دل ہمیشہ کے لئے سخت ہو گئے، باطل پر اڑ گئے اور دنیا میں ذلیل و خوار ہو گئے اور آخر دنیا تک اس ذلت میں ہی ڈوبے رہے۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اگر انہیں خفیہ تدبیریں کرنی آتی ہیں تو کیا ہم خفیہ تدبیریں کرنا نہیں جانتے بلکہ ہم تو ان سے بہتر خفیہ تدبیریں کرنے والے ہیں۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ  
الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ  
الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ



تَخْتَلِفُونَ ۞ فَاَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَاَعَذِبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا  
وَالْآخِرَةِ وَمَالُهُمْ مِنْ نَصِيرِينَ ۞ وَاَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا  
الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ اُجُورَهُمْ ۖ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۞ ذٰلِكَ  
نَسَلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۞

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو کافروں کے اوپر رکھنے والا ہوں قیامت کے دن تک پھر تم سب کا لوٹا میری ہی طرف ہے میں ہی تمہارے آپس کے تمام تر اختلافات کا فیصلہ کروں گا ○ پس کافروں کو تو میں دینا اور آخرت میں سخت تر عذاب کروں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا ○ لیکن ایمان والوں اور نیک اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ ان کا ثواب پورا پورا دے گا۔ اللہ تعالیٰ غالموں سے محبت نہیں کرتا ○ یہ جسے ہم تیرے سامنے پڑھ رہے ہیں آیتیں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہے ○

اظہار خود مختاری: ☆☆ (آیت: ۵۵-۵۸) قراؤ وہ وغیرہ بعض مفسرین تو فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا پھر اس کے بعد تجھے فوت کروں گا ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی میں تجھے مارنے والا ہوں وہب بن منبہؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھاتے وقت دن کے شروع میں تین ساعت تک فوت کر دیا تھا ابن اسحاقؓ کہتے ہیں نصاریٰ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات ساعت تک فوت رکھا۔ پھر زندہ کر دیا وہبؓ فرماتے ہیں تین دن تک موت کے بعد پھر زندہ کر کے اٹھالیا، مطر وراقؓ فرماتے ہیں یعنی میں تجھے دنیا میں پورا پورا دینے والا ہوں۔ یہاں وفات موت مراد نہیں اسی طرح ابن جریرؓ فرماتے ہیں تَوَفَّی سے یہاں مراد ان کا رفع ہے اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ وفات سے مراد یہاں نیند ہے جیسے اور جگہ قرآن حکیم میں ہے هُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَهِيَ الرَّاتِ كَوْنُوتِ كَرْدِيَتَاہے۔ یعنی سلا دیتا ہے اور جگہ ہے اللّٰهُ يَتَوَفَّاى الْاَنفُسَ حِيْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِى مَنَامِہَا یعنی اللہ تعالیٰ ان کی موت کے وقت جانوں کو فوت کرتا ہے اور جو نہیں مرتے انہیں ان کی نیند کے وقت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اٰحْيَاَنَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں مار ڈالنے کے بعد پھر زندہ کر دیا ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَبِکُفْرِهِمْ سے شَہِیْدًا تک پڑھو جہاں فرمایا گیا ہے ان کے کفر کی وجہ سے اور حضرت مریمؓ پر بہتان عظیم باندھ لینے کی بنا پر اور اس باعث کہ وہ کہتے ہیں ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریمؓ رسول اللہ کو قتل کر دیا حالانکہ نہ قتل کیا ہے اور نہ صلیب دی لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا، مَوْتِہ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یعنی تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے جبکہ وہ قیامت سے پہلے زمین پر اتریں گے۔ اس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے ان شاء اللہ۔

پس اس وقت تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے کیونکہ نہ وہ جزیہ لیں گے نہ سوائے اسلام کے اور کوئی بات قبول کریں گے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت حسنؓ سے اِنِّیْ مُتَوَفِّکَ کی تفسیر یہ مروی ہے کہ ان پر نیند ڈالی گئی اور نیند کی حالت میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھا لیا۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ مرے نہیں وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے لوٹنے والے ہیں۔ پھر فرماتا ہے میں تجھے اپنی طرف اٹھا کر کافروں کی گرفت سے آزاد کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو کافروں پر غالب رکھنے والا ہوں قیامت تک چنانچہ ایسا ہی ہوا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر چڑھا لیا تو ان کے بعد ان کے ساتھیوں کے کئی فریق ہو گئے۔ ایک فرقہ تو آپ کی بعثت پر ایمان رکھنے والا تھا کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی ایک بندی کے لڑکے ہیں

بعض وہ تھے جنہوں نے غلو سے کام لیا اور بڑھ گئے اور آپ کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔ اوروں نے آپ کو اللہ کہا دوسروں نے تین میں کا ایک آپ کو بتلایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ان عقائد کا ذکر قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ پھر ان کی تردید بھی کر دی ہے تین سو سال تک تو یہ اسی طرح رہے۔

پھر یونان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ جو بڑا فیلسوف تھا جس کا نام اسطغلین تھا، کہا جاتا ہے کہ صرف اس دین کو بگاڑنے کے لئے منافقانہ انداز سے اس دین میں داخل ہوا یا جہالت سے داخل ہوا ہو، بہر صورت اس نے دین مسیح کو بالکل بدل ڈالا اور بڑی تحریف اور تفسیر کی اس دین میں اور کی زیادتی بھی کر ڈالی۔ بہت سے قانون ایجاد کئے اور امانت کبریٰ بھی اسی کی ایجاد ہے جو دراصل کمینہ پن کی خیانت ہے اسی نے اپنے زمانہ میں سور کو حلال کیا۔ اسی کے حکم سے عیسائی مشرق کی طرف نمازیں پڑھنے لگے۔ اسی نے گرجاؤں اور کلیساؤں میں عبادت خانوں اور خانقاہوں میں تصویریں بنوائیں اور اپنے ایک گناہ کے باعث دس روزے روزوں میں بڑھوا دیئے، غرض اس کے زمانہ سے دین مسیح مسیحی دین نہ رہا بلکہ دین اسطغلین ہو گیا، اس نے ظاہری رونق تو خوب دی۔ بارہ ہزار سے زائد تو عبادت گاہیں بنوا دیں اور ایک شہر اپنے نام سے بسایا، ملکیہ گروہ نے اس کی تمام باتیں مان لیں لیکن باوجود ان سب سیاہ کاریوں کے یہودی ان کے ہاتھ تلے رہے اور دراصل نسبتاً حق سے زیادہ قریب یہی تھے کوئی الواقعہ سارے کے سارے کفار تھے۔ اللہ کی ان پر پھینکا رہو۔ اب جبکہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا برگزیدہ رسول بنا کر دنیا میں بھیجا تو آپ پر جو لوگ ایمان لائے ان کا ایمان اللہ کی ذات پر بھی تھا اس کے فرشتوں پر بھی تھا، اس کی کتابوں پر بھی تھا، اور اس کے تمام رسولوں پر بھی تھا۔ پس حقیقت میں نبیوں کے سچے تابع فرمان یہی لوگ تھے یعنی امت محمد ﷺ، اس لئے کہ یہ بنی امی عربی، خاتم الرسول سید اولاد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے تھے اور حضور ﷺ کی تعلیم برحق تعلیم، کوسچا ماننے کی تھی لہذا دراصل ہر نبی کے سچے تابع اور صحیح معنی میں امتی کہلانے کے مستحق یہی لوگ تھے کیونکہ ان لوگوں نے جو اپنے تئیں عیسیٰ کی امت کہتے تھے تو دین عیسوی کو بالکل مسخ اور فسخ کر دیا تھا۔

علاوہ ازیں پیغمبر آخر الزمان کا دین بھی اور تمام اگلی شیعہوں کا ناخ تھا۔ پھر محفوظ رہنے والا تھا جس کا ایک شوشہ بھی قیامت تک بدلنے والا نہیں۔ اس لئے اس آیت کے وعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کافروں پر اس امت کو غالب کر دیا اور یہ مشرق سے لے کر مغرب تک چھا گئے۔ ملک کو اپنے پاؤں تلے روند دیا اور بڑے بڑے جابر اور کٹر کافروں کی گردنیں مروڑ دیں، دو تیس ان کے پیروں میں آگئیں۔ فتح وغنیمت ان کی رکابیں چومنے لگی، مدتوں کی پرانی سلطنتوں کے تحت انہوں نے الٹ دیئے، کسریٰ کی عظیم الشان سلطنت اور ان کے بھڑکتے ہوئے آتش کدے ان کے ہاتھوں دیران اور سرد ہو گئے، قیصر کا تاج و تخت ان اللہ والوں نے تاخت و تاراج کیا اور انہیں مسیح پرستی کا خوب مزہ چکھایا اور ان کے خزانوں کو اللہ واحد کی رضا مندی میں اور اس کے سچے نبی کے دین کی اشاعت میں دل کھول کر خرچ کیا اور اللہ کے لکھے اور نبی کے وعدے چڑھے ہوئے سورج اور چودھویں کے روشن چاند کی طرح سچے ہوتے ہوئے لوگوں نے دیکھ لئے، مسیح علیہ السلام کے نام کو بدنام کرنے والے مسیح کے نام پر شیطانوں کو پوجنے والے ان پاکباز اللہ پرستوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر شام کے لہلہاتے ہوئے باغات اور آدابشہروں کو ان کے حوالے کر کے بدحواس بھاگتے ہوئے روم میں جا بسے پھر وہاں سے بھی یہ بے عزت کر کے نکالے گئے اور اپنے بادشاہ کے خاص شہر قسطنطنیہ میں پہنچے لیکن پھر وہاں سے بھی ذلیل خواہ کر کے نکال دیئے گئے اور ان شاء اللہ العزیز اسلام اور اہل اسلام قیامت تک ان پر غالب ہی رہیں گے۔ سب بچوں کے سردار جن کی سچائی پر مہر الہی لگ چکی ہے یعنی آنحضرت ﷺ خبر دے چکے ہیں جو اٹل ہے نہ کائے نہ توڑے نہ ٹوٹے نہ ٹالے نہ ٹالے، میری امت کا آخری گروہ قسطنطنیہ کو فتح کرے گا اور وہاں کے تمام خزانے اپنے قبضے میں کرے گا اور رومیوں سے ان کی وہ گھمسان کی لڑائی ہوگی کہ اس کی نظیر سے دنیا

خالی ہو (ہماری دعا ہے کہ ہر زمانے میں اللہ اس امت کا حامی و ناصر رہے اور روئے زمین کے کفار پر انہیں غالب رکھے اور انہیں سمجھ دے تاکہ یہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت کریں نہ محمد ﷺ کے سوا کسی اور کی اطاعت کریں۔ یہی اسلام کی اصل ہے اور یہی عروج و نیوی کا گر ہے۔ میں نے سب کو علیحدہ کتاب میں جمع کر دیا ہے)

آگے اللہ کے قول پر نظر ڈالئے کہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ کفر کرنے والے یہود اور آپ کی شان میں بڑھ چڑھ کر باتیں بنا کر بہکنے والے نصرانیوں کو قتل و قید کی مار اور سلطنت کے تباہ ہو جانے کی سزا دی اور آخرت کا عذاب وہاں دیکھ لیں گے جہاں نہ کوئی بچا سکے نہ مدد کر سکے گا لیکن برخلاف ان کے ایمانداروں کو پورا اجر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا دنیا میں بھی فتح اور نصرت، عزت و حرمت عطا ہوگی اور آخرت میں بھی خاص رحمتیں اور نعمتیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ناپسند رکھتا ہے۔ پھر فرمایا اے نبیؐ یہ تھی حقیقت حضرت عیسیٰؑ کی ابتداء پیدائش کی اور ان کے امر کی جو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے آپ کی طرف بذریعہ اپنی خاص وحی کے اتار دی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں جیسے سورہ مریم میں فرمایا، عیسیٰ بن مریم یہی ہیں یہی سچی حقیقت ہے جس میں تم شک و شبہ میں پڑے ہو اللہ کو تو لائق ہی نہیں کہ اس کی اولاد ہو۔ وہ اس سے بالکل پاک ہے وہ جو کرنا چاہے کہہ دیتا ہے ہو جا، بس وہ ہو جاتا ہے اب یہاں بھی اس کے بعد بیان ہو رہا ہے۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ  
كُنْ فَيَكُونُ ۚ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۚ  
فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا  
نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ  
ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لِّلْعَنَتِ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۚ إِنَّ هَذَا هُوَ  
الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ  
الْحَكِيمُ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ۚ

اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ہو، ہو آدم کی مثال ہے جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا کہ ہو جا۔ پس وہ ہو گیا ○ تیرے رب کی طرف سے حق یہی ہے۔ خبردار شک کرنے والوں میں نہ ہوتا ○ پس جو شخص تیرے پاس اس علم کے آ جانے کے بعد بھی تجھ سے اس میں جھگڑے تو تو کہہ دے کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم خاص اپنی اپنی جانوں کو بلا لیں۔ پھر ہم بہ زاری التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں ○ بالیقین صرف یہی سچا بیان ہے اور کوئی معبود نہیں، جز اللہ کے اور بے شک و شبہ غالب اور حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ○ پھر بھی اگر یہ قبول نہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی صحیح طور پر فساد یوں کو جاننے والا ہے ○

اختیارات کی وضاحت اور نجرانی وفد کی رواد: ☆☆ (آیت: ۵۹-۶۳) حضرت باری جل اسمہ و علا قدرہ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا تو صرف باپ نہ تھا اور میں نے انہیں پیدا کر دیا تو کون سی حیرانی کی بات ہے؟ میں نے حضرت آدمؑ کو تو ان سے پہلے پیدا کیا تھا۔ ان کا بھی باپ نہ تھا بلکہ ماں بھی نہ تھی، مٹی سے پتلا بنایا اور کہہ دیا آدم ہو جا اسی وقت ہو گیا، پھر میرے لئے صرف ماں سے پیدا کرنا کون سا مشکل ہو سکتا ہے جبکہ بغیر ماں اور باپ کے بھی میں نے پیدا کر دیا پس اگر صرف باپ نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ اللہ کا بیٹا کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں تو حضرت آدمؑ بطریق اولیٰ اس کا استحقاق رکھتے ہیں اور انہیں خود تم بھی نہیں مانتے۔ پھر

حضرت عیسیٰ کو تو سب سے پہلے اس مرتبہ سے ہٹا دینا چاہئے کیونکہ ان کے دعوے کا جھوٹا ہونا اور خرابی اس سے بھی زیادہ یہاں ظاہر ہے۔ یہاں ماں تو ہے وہاں تو نہ ماں تھی نہ باپ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے کہ آدم کو بغیر مرد و عورت کے پیدا کیا اور حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا اور عیسیٰ کو صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کر دیا اور باقی مخلوق کو مرد و عورت سے پیدا کیا اسی لئے سورۃ مریم میں فرمایا وَلَنَجْعَلَنَّ آيَةً لِلنَّاسِ ہم نے عیسیٰ کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کا نشان بنایا اور یہاں فرمایا ہے عیسیٰ کے بارے میں اللہ کا سچا فیصلہ یہی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ کسی کی یا زیادتی کی گنجائش ہی نہیں ہے کیونکہ حق کے بعد گمراہی ہی ہوتی ہے پس تجھے اسے نبیؐ ہرگز ان فحشی لوگوں میں نہ ہونا چاہئے۔

اللہ رب العالمین اس کے بعد اپنے نبیؐ کو حکم دیتا ہے کہ اگر اس قدر واضح اور کامل بیان کے بعد بھی کوئی شخص تجھ سے امر عیسیٰ کے بارے میں جھگڑے تو تو انہیں مباہلہ کی دعوت دے کہ ہم فریقین مع اپنے بیٹوں اور بیویوں کے مباہلہ کے لئے نکلیں اور اللہ سے عاجزی کے ساتھ کہیں کہ اے اللہ ہم دونوں میں جو بھی جھوٹا ہو اس پر تو اپنی لعنت نازل فرما اس مباہلہ کے نازل ہونے اور سورت کی ابتداء سے یہاں تک کی ان تمام آیتوں کے نازل ہونے کا سبب نجران کے نصاریٰ کا وفد تھا۔ یہ لوگ یہاں آ کر حضورؐ سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ خدائی کے حصہ دار اور اللہ کے بیٹے ہیں پس ان کی تردید اور ان کے جواب میں یہ سب آیتیں نازل ہوئیں۔ ابن اسحاقؒ اپنی مشہور عام سیرت میں لکھتے ہیں ان کے علاوہ دوسرے مؤرخین نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ نجران کے نصرا نیوں نے بطور وفد حضورؐ کی خدمت میں اپنے ساتھ آدمی بھیجے تھے جن میں چودہ شخص ان کے سردار تھے جن کے نام یہ ہیں عاقب جس کا نام عبداسحاق تھا سید جس کا نام اسیم تھا ابو حارثہ بن علقمہ جو بکر بن وائل کا بھائی تھا اور اوث بن حارث زید قیس بن زید اور اس کے دونوں لڑکے اور خلیدا اور عمرو خالد عبد اللہ اور محسن یہ سب چودہ سردار تھے لیکن پھر ان میں بڑے سردار تین شخص تھے۔ عاقب جو امیر قوم تھا اور علقمہ سمجھا جاتا تھا اور صاحب مشورہ تھا اور اسی کی رائے پر یہ لوگ مطمئن ہو جاتے تھے اور سید جو ان کا لاٹ پادری تھا اور مدرس اعلیٰ تھا یہ بنو بکر بن وائل کے عرب قبیلے میں سے تھا لیکن نصرانی بن گیا تھا اور رومیوں کے ہاں اس کی بڑی آؤ بھگت تھی اس کے لئے انہوں نے بڑے بڑے گرجے بنادیئے تھے اور اس کے دین کی مضبوطی دیکھ کر اس کی بہت کچھ خاطر و مدارات اور خدمت و عزت کرتے رہتے تھے یہ شخص حضورؐ کی مفت و شان سے واقف تھا اور اگلی کتابوں میں آپؐ کی صفتیں پڑھ چکا تھا۔ دل سے آپؐ کی نبوت کا قائل تھا لیکن نصرانیوں میں جو اس کی تکریم و تعظیم تھی اور وہاں جو جاہ و منصب اسے حاصل تھا اس کے چھن جانے کے خوف سے راہ حق کی طرف نہیں آتا تھا۔

غرض یہ وفد مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مسجد نبویؐ میں حاضر ہوا۔ آپؐ اس وقت عصر کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے۔ یہ لوگ نفیس پوشاکیں پہنے ہوئے اور خوبصورت نرم چادریں اوڑھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بنو حارث بن کعب کے خاندان کے لوگ ہوں۔ صحابہؓ کہتے ہیں ان کے بعد ان جیسا باشوکت وفد کوئی نہیں آیا۔ ان کی نماز کا وقت آ گیا تو آپؐ کی اجازت سے انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے مسجد نبویؐ میں ہی اپنے طریق پر نماز ادا کر لی بعد نماز کے حضورؐ سے ان کی گفتگو ہوئی۔ ادھر سے بولنے والے یہ تین شخص تھے حارثہ بن علقمہ عاقب یعنی عبداسحاق اور سید یعنی اسیم یہ گوشاہی مذہب پر تھے لیکن کچھ امور میں اختلاف رکھتے تھے۔ حضرت مسیحؑ کی نسبت ان کے تینوں خیال تھے یعنی وہ خود اللہ ہے اور اللہ کا لڑکا ہے اور تین میں کا تیسرا ہے۔ اللہ ان کے اس ناپاک قول سے مبرا ہے اور بہت ہی بلند و بالا ہے۔ تقریباً تمام نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے مسیحؑ کے اللہ ہونے کی دلیل تو ان کے پاس یہ تھی کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا تھا اور اندھوں اور کوڑھیوں اور بیماروں کو شفا دیتا تھا۔ غیب کی خبریں دیتا تھا اور مٹی کی چڑیا بنا کر پھونک مار کر اڑا دیا کرتا تھا اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ساری باتیں اس سے اللہ کے حکم سے سرزد ہوتی تھیں۔ اس لئے کہ اللہ کی نشانیاں اللہ کی باتوں کے سچ ثابت ہونے پر اور حضرت

عیسیٰ کی نبوت پر مثبت دلیل ہو جائیں اللہ کا لڑکا ماننے والوں کی حجت یہ تھی کہ ان کا بہ ظاہر کوئی باپ نہ تھا اور گہوارے میں ہی بولنے لگے تھے۔ یہ باتیں بھی ایسی ہیں کہ ان سے پہلے دیکھنے میں ہی نہیں آئی تھیں (اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں تھیں تاکہ لوگ اللہ کو اسباب کا محکوم اور عادت کا محتاج نہ سمجھیں وغیرہ۔ مترجم) اور تین میں کا تیسرا اس لئے کہتے تھے کہ اس نے اپنے کلام میں فرمایا ہے، ہم نے کیا، ہمارا امر، ہماری مخلوق، ہم نے فیصلہ کیا وغیرہ پس اگر اللہ اکیلا ایک ہی ہوتا تو یوں نہ فرماتا بلکہ فرماتا میں نے کیا، میرا امر، میری مخلوق، میں نے فیصلہ کیا وغیرہ پس ثابت ہوا کہ اللہ تین ہیں۔ خود اللہ اور عیسیٰ اور مریم (جس کا جواب یہ ہے کہ ہم کا لفظ صرف بڑائی کے لئے اور عظمت کے لئے ہے۔ مترجم) اللہ تعالیٰ ان ظالموں مکروں کے قول سے پاک و بلند ہے۔ ان کے تمام عقائد کی تردید قرآن کریم میں نازل ہوئی۔

جب یہ دونوں پادری حضورؐ سے بات چیت کر چکے تو آپؐ نے فرمایا، تم مسلمان ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا ہم تو ماننے والے ہیں ہی، آپؐ نے فرمایا نہیں نہیں، تمہیں چاہئے کہ اسلام قبول کر لو وہ کہنے لگے ہم تو آپؐ سے پہلے کے مسلمان ہیں، فرمایا نہیں، تمہارا یہ اسلام قبول نہیں اس لئے کہ تم اللہ کی اولاد مانتے ہو۔ صلیب کی پوجا کرتے ہو، خنزیر کھاتے ہو۔ انہوں نے کہا، اچھا پھر یہ تو فرمائیے کہ حضرت عیسیٰؑ کا باپ کون تھا؟ حضورؐ تو اس پر خاموش رہے اور سورۃ آل عمران کی شروع سے لے کر اوپر اور پرتک کی آیتیں ان کے جواب میں نازل ہوئیں۔ ابن اسحاق ان سب کی مختصری تفسیر بیان کر کے پھر لکھتے ہیں آپؐ نے یہ سب تلاوت کر کے انہیں سمجھا دیں۔ اس مباہلہ کی آیت کو پڑھ کر آپؐ نے فرمایا، اگر نہیں مانتے تو آؤ مباہلہ کو نکلو، یہ سن کر وہ کہنے لگے، اے ابوالقاسم، ہمیں مہلت دیجئے کہ ہم آپس میں مشورہ کر لیں۔ پھر تمہیں اس کا جواب دیں گے اب تمہاری میں بیٹھ کر انہوں نے عاقب سے مشورہ لیا جو بڑا دانا اور عقلمند سمجھا جاتا تھا۔ اس نے اپنا حتی فیصلہ ان الفاظ میں سنایا کہ اے جماعت نصاریٰ، تم نے یقین کے ساتھ اتنا تو معلوم کر لیا ہے کہ حضرت محمدؐ (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰؑ کی حقیقت وہی ہے جو محمدؐ (ﷺ) کی زبانی تم سن چکے ہو اور تمہیں بخوبی علم ہے کہ جو قوم نبی کے ساتھ ملائے کرتی ہے نہ ان کے بڑے باقی رہتے ہیں نہ چھوٹے بڑے رہتے ہیں بلکہ سب کے سب جڑ بنیاد سے اکھڑ کر پھینک دیئے جاتے ہیں یا رکھوا اگر تم نے مباہلہ کے لئے قدم بڑھایا تو تمہارا ستیاناس ہو جائے گا۔ پس یا تو تم اسی دین کو قبول کر لو اور اگر کسی طرح نہیں ماننا چاہتے ہو اور اپنے دین پر اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اپنے ہی خیالات پر قائم رہنا چاہتے ہو تو آپؐ سے صلح کر لو اور اپنے وطن کو لوٹ جاؤ۔

چنانچہ یہ لوگ صلاح مشورہ کر کے پھر دربار نبویؐ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے، اے ابوالقاسم (ﷺ) ہم آپؐ سے ملائے کرنے کے لئے تیار نہیں۔ آپؐ اپنے دین پر رہے اور ہم اپنے خیالات پر ہیں لیکن آپؐ ہمارے ساتھ اپنے صحابیوں میں سے کسی ایسے شخص کو بھیج دیجئے جن سے آپؐ خوش ہوں کہ وہ ہمارے مالی جھگڑوں کا ہم میں فیصلہ کر دیں۔ آپؐ لوگ ہماری نظروں میں بہت ہی پسندیدہ ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا، اچھا تم دو پہر کو پھر آنا میں تمہارے ساتھ کسی مضبوط امانت دار کو کر دوں گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے کسی دن بھی سردار بننے کی خواہش نہیں کی لیکن اس دن صرف اس خیال سے کہ حضورؐ نے جو تعریف کی ہے اس کا تصدیق کرنے والا اللہ کے نزدیک میں بن جاؤں اسی لئے میں اس روز سویرے سویرے ظہر کی نماز کے لئے چل پڑا، حضورؐ تشریف لائے، نماز ظہر پڑھائی، پھر دائیں بائیں نظریں دوڑانے لگے، میں بار بار اپنی جگہ اونچا ہوتا تھا تاکہ آپؐ کی نگاہ میں مجھ پر پڑیں، آپؐ برابر بغور دیکھتے ہی رہے یہاں تک کہ نگاہیں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑیں۔ انہیں طلب فرمایا اور کہا کہ ان کے ساتھ جاؤ اور ان کے اختلافات کا فیصلہ حق سے کرو، چنانچہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ابن مردویہ میں بھی یہ واقعہ اسی طرح منقول ہے لیکن وہاں سرداروں کی گنتی بارہ کی ہے اور اس واقعہ میں بھی قدرے طوالت ہے اور کچھ زائد باتیں بھی ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے، 'نجرانی سرور عاقب اور سید ملاعنہ کے ارادے سے حضورؐ کے پاس آئے لیکن ایک نے دوسرے سے کہا، یہ نہ کر اللہ کی قسم اگر یہ نبیؐ ہیں اور ہم نے ان سے ملاعنہ کیا تو ہم اپنی اولادوں سمیت تباہ ہو جائیں گے چنانچہ پھر دونوں نے متفق ہو کر کہا، 'حضرت آپؐ ہم سے جو طلب فرماتے ہیں، ہم وہ سب ادا کر دیں گے (یعنی جزیہ دینا قبول کر لیا) آپؐ کسی امین شخص کو ہمارے ساتھ کر دیجئے اور امین کو بھی بھیجتا، آپؐ نے فرمایا، بہتر۔ میں تمہارے ساتھ کامل امین کو بھی کروں گا، اصحاب رسولؐ ایک دوسرے کو نکلنے لگے کہ دیکھیں حضورؐ کس کا انتخاب کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا، اے ابوعبیدہ بن جراح تم کھڑے ہو جاؤ۔ جب یہ کھڑے ہوئے تو آپؐ نے فرمایا، یہ ہیں اس امت کے امین، صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے ہر امت کا امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابو جہل ملعون نے کہا اگر میں محمدؐ (ﷺ) کو کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو اس کی گروں پھیل دوں گا، فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، اگر وہ ایسا کرتا تو سب کے سب دیکھتے کہ فرشتے اسے دبوچ لیتے اور یہودیوں سے جب قرآن نے کہا تھا کہ آؤ جھوٹوں کے لئے موت مانگو، اگر وہ مانگتے تو یقیناً سب کے سب مرجاتے اور اپنی جگہیں جہنم کی آگ میں دیکھ لیتے اور جن نصرانیوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تھی، اگر وہ حضورؐ کے مقابلہ میں مباہلے کے لئے نکلتے تو لوٹ کر اپنے مالوں کو اور اپنے بال بچوں کو نہ پاتے، صحیح بخاری، ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔

امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب دلائل النبوة میں بھی وفد نجران کے قصے کو طویل تر بیان کیا ہے۔ ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں کیونکہ اس میں بہت سے فوائد ہیں گو اس میں غرابت بھی ہے اور اس مقام سے وہ نہایت مناسبت رکھتا ہے، سلمہ بن عبد یسوع اپنے واو اسے روایت کرتے ہیں جو پہلے نصرانی تھے پھر مسلمان ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورہ طس قرآن میں نازل ہونے سے پیشتر اہل نجران کو نامہ مبارک لکھا جس کی عبارت یہ تھی بِسْمِ اللّٰهِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى اسْقَفِ نَجْرَانَ وَاهْلِ نَجْرَانَ اَسْلِمْنَاكُمْ فَاِنِّي اَحْمَدُ اِلَيْكُمْ اِلٰهَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ - اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّي اَدْعُوْكُمْ اِلَى عِبَادَةِ اللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ وَاَدْعُوْكُمْ اِلَى وَاٰيَةِ اللّٰهِ مِنْ وَاٰيَةِ الْعِبَادِ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَاَلْحِزْبَةُ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَقَدْ اَذْنَبْتُمْ بِحَرْبٍ وَالسَّلَامُ یعنی اس خط کو میں شروع کرتا ہوں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے خدا کے نام سے۔ یہ خط ہے محمدؐ (ﷺ) کی طرف سے جو اللہ کے نبیؐ اور رسولؐ ہیں، نجران کے سردار کی طرف۔ میں اللہ تعالیٰ کی تمہارے سامنے حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جو حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا معبود ہے۔ پھر میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی عبادت کو چھوڑ کر الہی عبادت کی طرف آؤ اور بندوں کی ولایت کو چھوڑ کر اللہ کی ولایت کی طرف آ جاؤ۔ اگر تم اسے نہ مانو تو جزیہ دو اور ماتحتی اختیار کرو۔ اگر اس سے بھی انکار ہو تو تمہیں لڑائی کا اعلان ہے۔ والسلام۔

جب یہ خط اسقف کو پہنچا اور اس نے اسے پڑھا تو بڑا شپٹایا، گھبرا گیا اور تھرانے لگا، جھٹ سے شرجیل بن واعدہ کو بلوایا جو ہمدان قبیلہ کا تھا۔ سب سے بڑا مشیر سلطنت یہی تھا، جب کبھی کوئی اہم کام آ پڑتا تو سب سے پہلے یعنی اسہم اور سید اور عاقب سے بھی پیشتر اس سے مشورہ ہوتا، جب یہ آ گیا تو اسقف نے حضورؐ کا خط اسے دیا۔ جب اس نے پڑھ لیا تو اسقف نے پوچھا، بتاؤ کیا خیال ہے؟ شرجیل نے کہا، بادشاہ کو خوب علم ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے اللہ کے ایک نبیؐ کے آنے کا وعدہ اللہ کی کتاب میں ہے، کیا عجب کہ وہ نبیؐ یہی ہو۔ امر نبوت میں کیا رائے دے سکتا ہوں۔ ہاں اگر امور سلطنت کی کوئی بات ہوتی تو بیشک میں اپنے دماغ پر زور ڈال کر کوئی بات نکال لیتا،

اسقف نے انہیں تو الگ بٹھا دیا اور عبداللہ بن شریل کو بلایا۔ یہ بھی مشیر سلطنت تھا اور حیر کے قبیلے میں سے تھا، اسے خط دیا، پڑھایا، رائے پوچھی تو اس نے بھی ٹھیک وہی بات کہی جو پہلا مشیر کہہ چکا تھا، اسے بھی بادشاہ نے دور بٹھا دیا، پھر جبار بن فیض کو بلایا جو بنو حارث میں سے تھا۔ اس نے بھی یہی کہا جو ان دونوں نے کہا تھا، بادشاہ نے جب دیکھا کہ ان تینوں کی رائے متفق ہے تو حکم دیا گیا کہ ناقوس بجائے جائیں، آگ جلا دی جائے اور گرجوں میں جھنڈے بلند کر دیئے جائیں۔ وہاں کا یہ دستور تھا کہ جب سلطنت کا کوئی اہم کام ہوتا اور رات کو جمع کرنا مقصود ہوتا تو یہی کرتے اور اگر دن کا وقت ہوتا تو گرجوں میں آگ جلا دی جاتی اور ناقوس زور زور سے بجائے جاتے، اس حکم کے ہوتے ہی چاروں طرف آگ جلا دی گئی اور ناقوس کی آواز نے ہر ایک کو ہوشیار کر دیا اور جھنڈے اونچے دیکھ دیکھ کر آس پاس کی وادی کے تمام لوگ جمع ہو گئے، اس وادی کا طول اتنا تھا کہ تیز سوار صبح سے شام تک دوسرے کنارے پہنچتا تھا۔ اس میں ہتر گاؤں آباد تھے اور ایک لاکھ بیس ہزار تلوار چلانے والے یہاں آباد تھے۔ جب یہ سب لوگ آگئے تو اسقف نے انہیں رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھ کر سنایا اور پوچھا، بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ تو تمام عقلمندوں نے کہا کہ شریل بن دواعہ ہمدانی، عبداللہ بن شریل اصبھی اور جبار بن فیض حارثی کو بطور وفد کے بھیجا جائے، یہ وہاں سے پختہ خبر لائیں۔

اب یہاں سے یہ وفد ان تینوں کی سرداری کے ماتحت روانہ ہوا، مدینہ پہنچ کر انہوں نے سفری لباس اتار ڈالا اور نقش بنے ہوئے ریشمی لمبے لمبے حلے پہن لئے اور سونے کی انگوٹھیاں انگلیوں میں ڈال لیں اور اپنی چادروں کے پلے تھامے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہ دیا۔ بہت دیر تک انتظار کیا۔ حضورؐ کچھ بات کریں لیکن ان ریشمی حلوں اور سونے کی انگوٹھیوں کی وجہ سے آپ نے ان سے کلام بھی نہ کیا۔ اب یہ لوگ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں نکلے اور ان دونوں بزرگوں سے ان کی پہلی ملاقات تھی، مہاجرین اور انصار کے ایک مجمع میں ان دونوں حضرات کو پالیا، ان سے واقعہ بیان کیا۔ تمہارے نبی (ﷺ) نے ہمیں خط لکھا۔ ہم اس کا جواب دینے کے لئے خود حاضر ہوئے، آپ کے پاس گئے، سلام کیا لیکن جواب نہ دیا پھر بہت دیر تک انتظار میں بیٹھے رہے کہ آپ سے کچھ باتیں ہو جائیں لیکن آپ نے ہم سے کوئی بات نہ کی، آخر ہم لوگ تھک کر چلے آئے، اب آپ حضرات فرمائیے کہ کیا ہم یونہی واپس چلے جائیں؟ ان دونوں نے حضرت علیؓ بن ابوطالب سے کہا کہ آپ ہی انہیں جواب دیجئے، حضرت علیؓ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ یہ لوگ اپنے حلے اور اپنی انگوٹھیاں اتار دیں اور وہی سفری معمولی لباس پہن کر حضورؐ کی خدمت میں دوبارہ جائیں چنانچہ انہوں نے یہی کیا اور اسی معمولی لباس میں گئے، سلام کیا، آپ نے جواب دیا، پھر فرمایا، اس اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ یہ جب میرے پاس پہلی مرتبہ آئے تھے تو ان کے ساتھ ابلیس تھا۔

اب سوال جواب بات چیت شروع ہوئی، حضور بھی پوچھتے تھے اور وہ جواب دیتے تھے، اسی طرح وہ بھی سوال کرتے اور جواب پاتے، آخر میں انہوں نے پوچھا آپ حضرت عیسیٰؑ کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ تاکہ ہم اپنی قوم کے پاس جا کر وہ کہیں، ہمیں اس کی خوشی ہے کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ کی زبانی سنیں کہ آپ کا ان کی بابت کیا خیال ہے؟ تو آپ نے فرمایا، میرے پاس اس کا جواب آج تو نہیں۔ تم ٹھہرو تو میرا رب مجھ سے اس کی بابت جو فرمائے گا، وہ میں تمہیں سنا دوں گا۔ دوسرے دن وہ پھر آئے تو آپ نے اسی وقت کی اتری ہوئی اس آیت ان مثل عیسیٰ کی کا ذہین تک تلاوت کر سنائی۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح رسول اللہ ﷺ ملا عنہ کے لئے حضرت حسنؓ کو اور حضرت حسینؓ کو اپنی چادر میں لئے ہوئے تشریف لائے۔ پیچھے پیچھے حضرت فاطمہؓ آ رہی تھیں، اس وقت آپ کی کئی ایک بیویاں تھیں، شریل یہ دیکھتے ہی اپنے دونوں ساتھیوں سے کہنے لگا، تم جانتے ہو کہ نجران کی ساری وادی میری بات کو

مانتی ہے اور میری رائے پر کاربند ہوتی ہے، سنو اللہ کی قسم یہ معاملہ بڑا بھاری ہے اگر یہ شخص (ﷺ) سمجھوٹ کیا گیا ہے تو سب سے پہلے اس کی نگاہوں میں ہم ہی مطعون ہوں گے اور سب سے پہلے اس کی تردید کرنے والے ہم ہی ٹھہریں گے یہ بات اس کے اور اس کے ساتھیوں کے دلوں میں نہیں جائے گی اور ہم پر کوئی نہ کوئی مصیبت و آفت آئے گی، عرب بھر میں سب سے زیادہ قریب ان سے میں ہی ہوں اور سنو اگر یہ شخص نبی مرسل ہے تو ملاعنہ کرتے ہی ردے زمین پر ایک بال یا ایک ناخن بھی ہمارا نہ رہے گا، اس کے دونوں ساتھیوں نے کہا، پھر اے ابو وہبم آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ اسی کو ہم حاکم بنادیں۔ جو کچھ یہ حکم دے، ہم اسے منظور کر لیں، یہ کبھی بھی خلاف عدل حکم نہ دے گا، ان دونوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ اب شرجیل نے حضورؐ سے کہا کہ میں اس ملاعنہ سے بہتر چیز جناب کے سامنے پیش کرتا ہوں، آپ نے دریافت فرمایا، وہ کیا؟ کہا آج کا دن آنے والی رات اور کل کی صبح تک آپ ہمارے بارے میں جو حکم کریں ہمیں منظور ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاید اور لوگ تمہارے اس فیصلے کو نہ مانیں، شرجیل نے کہا، اس کی بابت میرے ان دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمالیجئے، آپ نے ان دونوں سے پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ سارے دادی کے لوگ انہی کی رائے پر چلتے ہیں۔ وہاں ایک بھی ایسا نہیں جو ان کے فیصلے کو ٹال سکے، پس حضورؐ نے یہ درخواست قبول فرمائی۔ ملاعنہ نہ کیا اور واپس لوٹ گئے۔ دوسرے دن صبح ہی وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپؐ نے ایک تحریر انہیں لکھ دی کہ جس میں بسم اللہ کے بعد یہ مضمون تھا کہ تحریر اللہ کے نبی محمد رسول اللہ کی طرف سے نجرانیوں کے لئے ہے، ان پر اللہ کے رسول کا حکم جاری تھا ہر پھل اور ہر سفید و سیاہ میں اور ہر غلام میں، لیکن اللہ کے رسول یہ سب انہی کو دیتے ہیں، یہ ہر سال صرف دو ہزار حطے دے دیا کریں۔ ایک ہزار رجب میں اور ایک ہزار صفر میں وغیرہ وغیرہ۔ پورا عہد نامہ انہیں عطا فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ وفد سن ۸ ہجری میں آیا تھا اس لئے کہ حضرت زہریؒ فرماتے ہیں سب سے پہلے جزیہ انہی اہل نجران نے حضورؐ کو ادا کیا اور جزیہ کی آیت فتح مکہ کے بعد اتری ہے جو یہ ہے قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ الْحَرَّمَ، اس آیت میں اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہوا ہے۔ ابن مرددہ میں ہے کہ عاقب اور طیب آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے انہیں ملاعنہ کے لئے کہا اور صبح کو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو لئے ہوئے آپ تشریف لائے اور انہیں کہلا بھیجا، انہوں نے قبول نہ کیا اور خراج دینا منظور کر لیا، آپ نے فرمایا، اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر یہ دونوں ”نہیں“ کہتے تو ان پر یہی دادی آگ برساتی۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَالِیَّ آئِةِ انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اَنْفُسَنَا سے مراد خود رسول کریم ﷺ اور حضرت علیؓ اَبْنَاءُنَا سے مراد حسنؓ اور حسینؓ، نِسَاءُنَا سے مراد حضرت فاطمہؓ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مستدرک حاکم وغیرہ میں بھی اس معنی کی حدیث مروی ہے۔

پھر جناب باری کا ارشاد ہے یہ جو ہم نے عیسیٰؑ کی شان بیان فرمائی ہے حق اور سچ ہے اس میں بال برابر کمی بیشی نہیں، اللہ قابل عبادت ہے کوئی اور نہیں اور وہی غلبہ والا اور حکمت والا ہے اب بھی اگر یہ منہ پھیر لیں اور دوسری باتوں میں پڑیں تو اللہ بھی ایسے باطل پسندوں کو اور مفسدوں کو بخوبی جانتا ہے، انہیں بدترین سزا دے گا، اس میں پوری قدرت ہے کوئی اس سے نہ بھاگ سکے نہ اس کا مقابلہ کر سکے وہ پاک ہے اور تعریفوں والا ہے ہم اس کے عذاب سے اسی کی پناہ چاہتے ہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعٰلَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا  
نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نَشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا  
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝



کہہ دو کہ اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ ہو، ہم تو مسلمان ہیں ○

یہودیوں اور نصرا نیوں سے خطاب: ☆ ☆ (آیت: ۶۴) یہودیوں، نصرا نیوں اور انہی جیسے لوگوں سے یہاں خطاب ہو رہا ہے کلمہ کا اطلاق مفید جملے پر ہوتا ہے جیسے یہاں کلمہ کہہ کر پھر سَوَ آئے الخ، کے ساتھ اس کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ سَوَ آء کے معنی عدل و انصاف جیسے ہم کہیں ہم تم برابر ہیں پھر اس کی تفسیر کی خاص بات یہ ہے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی بت کو نہ پوچیں۔ صلیب، تصویر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ آگ کو نہ اور کسی چیز کو بلکہ تنہا اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں، یہی عبادت تمام انبیاء کرام کی تھی۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ یعنی تجھ سے پہلے جس جس رسول کو ہم نے بھیجا سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پس تم سب میری ہی عبادت کیا کرو۔ اور جگہ ارشاد ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ یعنی ہر امت میں رسول بھیج کر ہم نے یہ اعلان کروایا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا سب سے بچو۔ پھر فرماتا ہے کہ آپس میں بھی ہم اللہ جل جلالہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں، ابن جریجؒ فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ایک دوسرے کی اطاعت نہ کریں۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں کسی کو سوائے اللہ تعالیٰ کے سجدہ نہ کریں پھر اگر یہ لوگ اس حق اور عدل کی دعوت کو بھی قبول نہ کریں تو انہیں تم اپنے مسلمان ہونے کا گواہ بناؤ، ہم نے بخاری کی شرح میں اس واقعہ کا مفصل ذکر کر دیا ہے جس میں ہے کہ ابوسفیان جبکہ دربار قیصر میں بلوائے گئے اور شاہ قیصر روم نے حضور ﷺ کے نسب کا حال پوچھا تو انہیں کا فر اور دشمن رسول ہونے کے باوجود آپ کی خاندانی شرافت کا اقرار کرنا پڑا اور اسی طرح ہر سوال کا صاف اور سچا جواب دینا پڑا یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا اور فتح مکہ سے پہلے کا ہے اسی باعث قیصر کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا وہ (یعنی رسول اللہ ﷺ) بد عہدی کرتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا نہیں کرتے، لیکن اب ایک معاہدہ ہمارا ان سے ہوا ہے، نہیں معلوم اس میں وہ کیا کریں؟ یہاں صرف یہ مقصد ہے کہ ان تمام باتوں کے بعد حضور کا نام مبارک پیش کیا جاتا ہے جس میں بِسْمِ اللّٰہ کے بعد یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ خط محمدؐ کی طرف سے ہے جو اللہ کے رسول ہیں (ﷺ) ہر قل کی طرف جو روم کا شاہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہوا سے جو ہدایت کا تابعدار ہو اس کے بعد لکھا، اسلام قبول کر۔ سلامت رہے گا، اسلام قبول کر اللہ تعالیٰ تجھے دوہرا اجر دے گا اور اگر تو نے منہ موڑا تو تمام رئیسوں کے گناہوں کا بوجھ تجھ پر پڑے گا، پھر یہی آیت لکھی تھی۔ امام محمد بن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس سورت یعنی سورۃ آل عمران کو شروع سے لے کر ”انہی“ سے کچھ اور پر تک آیتیں وفد نجران کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں سب سے پہلے جزیہ انہی لوگوں نے ادا کیا ہے اور اس بات میں بھی مطلقاً اختلاف نہیں ہے کہ آیت جزیہ فتح مکہ کے بعد اتری ہے پس یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے تو پھر فتح سے پہلے حضورؐ نے اپنے خط میں ہر قل کو یہ آیت کیسے لکھی؟ اس کے جواب کئی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ممکن ہے یہ آیت دوسرے اتری ہو، اول حدیبیہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے شروع سورت سے لے کر اس آیت تک وفد نجران کے بارے میں اتری ہو یا یہ آیت اس سے پہلے اتر چکی ہو اس صورت میں ابن اسحاقؒ کا یہ فرمانا کہ اسی کے اوپر کچھ آیتیں اسی وفد کے بارے میں اتری ہیں، یہ محفوظ نہ ہو کیونکہ ابوسفیان والا واقعہ سراسر اس کے خلاف ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے وفد نجران حدیبیہ سے پہلے آیا ہو اور انہوں نے جو کچھ دینا منظور کیا ہو یہ صرف

مباہلہ سے بچنے کیلئے بطور مصالحت کے ہونہ کہ جزیہ دیا ہو اور یہ اتفاق کی بات ہو کہ آیت جزیہ اس واقعہ کے بعد اتری جس سے اس کا اتفاق الحاق ہو گیا۔ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر سے پہلے غزوے کے مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور پانچواں حصہ باقی رکھ کر دوسرے حصے لشکر میں تقسیم کر دیئے پھر اس کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کی آیتیں بھی اسی کے مطابق اتریں اور یہی حکم ہوا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خط میں جو ہر قل کو بھیجا اس میں یہ بات اسی طرح بطور خود لکھی ہو۔ پھر آنحضرتؐ کے الفاظ میں ہی وحی نازل ہوئی ہو جیسے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پردے کے حکم کے بارے میں اسی طرح آیت اتری اور بدوی قیدیوں کے بارے میں انہی کے ہم خیال فرمان باری نازل ہوا اسی طرح منافقوں کا جنازہ پڑھنے کی بابت بھی انہی کی بات قائم رکھی گئی چنانچہ مقام ابراہیم کے مسئلے بنانے سے متعلق بھی اسی طرح وحی نازل ہوئی اور عَسَىٰ رَبُّهُ اِنْ طَلَّقَكُنْ يَبْهِيْ اَنْهٰی کے خیال سے متعلق آیت اتری پس یہ آیت بھی اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہی اتری ہو یہ بہت ممکن ہے۔

يَاٰهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَحٰجُّوْنَ فِیْ اِبْرٰهِيْمَ وَمَا اُنْزِلَتْ التَّوْرَةُ  
وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِهِۦٓ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ هَآنَتْمْ هٰؤُلَآءِ  
حَاجَّتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهِۦ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ  
بِهٖ عِلْمٌ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اے اہل کتاب تم ابراہیم کی بابت کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ توراۃ و انجیل تو ان کے بعد ہی نازل کی گئیں۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے؟ ○ سنو تم لوگ اس میں جھگڑ پکے جس کا تمہیں علم تھا۔ پھر اب اس بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے ○

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق یہودی اور نصرانی دعوے کی تردید: ☆ ☆ (آیت: ۶۵-۶۶) یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے میں سے اور نصرانی بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے میں سے کہتے تھے اور آپس میں اس پر بحث مباحثہ کرتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں دونوں کے دعوے کی تردید کرتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نجران کے نصرانیوں کے پاس یہودیوں کے علماء آئے اور حضورؐ کے سامنے ان کا جھگڑا شروع ہو گیا ہر فریق اس بات کا مدعی تھا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام ہم میں سے تھے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اے یہودیو! تم خلیل اللہ کو اپنے میں سے کیسے بتاتے ہو؟ حالانکہ ان کے زمانے میں نہ موسیٰ تھے نہ توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کتاب توراۃ شریف تو خلیل اللہ علیہ السلام کے بعد آئے اسی طرح اے نصرانیو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نصرانی کیسے کہہ سکتے ہو؟ حالانکہ نصرانیت تو ان کے صدیوں بعد ظہور میں آئی کیا تم اتنی موٹی بات کے سمجھنے کی عقل بھی نہیں رکھتے؟ پھر ان دونوں فرقوں کی اس بے علمی کے جھگڑے پر رب دو عالم انہیں ملامت کرتا ہے اگر تم بحث و مباحثہ دینی امور میں جو تمہارے پاس ہیں کرتے تو بھی خیر ایک بات تھی تم تو اس بارے میں گفتگو کرتے ہو جس کا دونوں کو مطلق علم ہی نہیں تمہیں چاہئے کہ جس چیز کا علم نہ ہو اسے اس عظیم اللہ کے حوالے کرو جو ہر چیز کی حقیقت کو جانتا ہے اور چھپی کھلی تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے اسی لئے فرمایا اللہ جانتا ہے اور تم محض بے خبر ہو۔

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمَ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا  
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ  
اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور تم نہیں جانتے ابراہیم نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ وہ تو یکطرفہ خالص مسلمان تھے وہ مشرک بھی نہ تھے ○ سب لوگوں سے زیادہ ابراہیم سے نزدیک تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا کہا مانا اور یہ نبی اور جو لوگ ایمان لائے، مومنوں کا دلی اور سہارا اللہ تعالیٰ ہی ہے ○

دراصل اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی تھے، وہ شرک سے بیزار مشرکوں سے الگ صحیح اور کامل ایمان کے مالک تھے اور ہرگز مشرک نہ تھے یہ آیت اس آیت کی مثل ہے جو سورۃ بقرہ میں گزرجی السلام کو وقالوا کونوا ہودا او نصری تہتدوا یعنی یہ لوگ کہتے ہیں یہودی یا نصرانی بنے میں ہدایت ہے۔ پھر فرمایا کہ سب سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تابعداری کے حقداران کے دین پر ان کے زمانے میں چلنے والے تھے اور اب یہ نبی محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور آپ کے ساتھ کے ایمانداروں کی جماعت جو مہاجرین و انصار ہیں اور پھر جو بھی ان کی پیروی کرتے رہیں قیامت تک رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی کے دلی دوست نبیوں میں سے ہوتے ہیں میرے دلی دوست انبیاء میں سے میرے باپ اور اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی (ترمذی وغیرہ) پھر فرمایا جو بھی اللہ کے رسول پر ایمان رکھے وہی ان کا دلی اللہ ہے۔

وَدَّتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا  
أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ  
وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ۝ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ  
وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ  
أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ  
النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

اہل کتاب کی ایک جماعت کی چاہت ہے کہ تمہیں گمراہ کر دیں دراصل وہ خود اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں اور سمجھتے نہیں ○ اے اہل کتاب تم باوجود قائل ہونے کے پھر بھی دانستہ کفر کیوں کر رہے ہو ○ اے اہل کتاب باوجود جاننے کے حق و باطل کو کیوں غلط ملط کر رہے ہو؟ اور کیوں حق کو چھپا رہے ہو؟ ○ اہل کتاب کی ایک جماعت نے کہا کہ جو کچھ ایمان والوں پر اتارا گیا ہے اس پر دن چڑھے تو ایمان لاؤ اور شام کے وقت کافر بن جاؤ تاکہ یہ لوگ بھی پلٹ جائیں ○

یہودیوں کا حسد: ☆☆ (آیت: ۷۹-۷۲) یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ان یہودیوں کے حسد کو دیکھو کہ مسلمانوں سے کیسے جل بھن رہے ہیں۔ انہیں بہکانے کی کیا کیا پوشیدہ ترکیبیں کر رہے ہیں، کیسے کیسے مکر و فریب کے جال بچھاتے ہیں، حالانکہ دراصل ان تمام چیزوں کا وبال خود ان کی جانوں پر ہے، لیکن انہیں اس کا بھی شعور نہیں۔ پھر انہیں ان کی یہ ذلیل حرکت یاد دلانی جارہی ہے کہ تم سچائی جانتے ہوئے بھی حق

کو پہچانتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی آیات سے منکر ہو رہے ہو۔ علم کے باوجود یہ بخلست بھی ان میں ہے کہ حق و باطل کو ملا دیتے ہیں اور ان کی کتابوں میں جھوٹیں رسول اللہ ﷺ کی ہیں ان کو چھپا لیتے ہیں۔ بہکانے کی جو صورتیں بناتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپس میں مشورے کرتے ہیں کہ صبح جا کر ایمان لے آؤ مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھو اور شام کو پھر مرتد بن جاؤ تاکہ جاہل لوگوں کے دل میں بھی خیال گزرے کہ آخر یہ لوگ جو پلٹ گئے تو ظاہر ہے کہ انہوں نے اس دین میں کوئی خرابی یا برائی ہی دیکھی ہوگی تو کیا عجب کہ ان میں سے کوئی ہماری طرف لوٹ آئے غرض یہ ایک حیلہ جوئی تھی کہ شاید اس سے کوئی کمزور ایمان والا لوٹ جائے اور سمجھ لے کہ یہ جاننے بوجھنے والے لوگ جب اس دین میں آئے نمازیں پڑھیں اس کے بعد اسے چھوڑ دیا تو ضرور یہاں کوئی خرابی اور نقصان دیکھا ہوگا۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ بھروسہ اپنے والوں پر کرو مسلمانوں پر نہ کرو نہ اپنے بھیدان پر ظاہر ہونے دو نہ اپنی کتابیں انہیں بتاؤ جس سے یہ ان پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ان کیلئے ہم پر حجت بن جائیں۔

وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنْ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ  
أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ  
إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝  
يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝  
الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأَمَّنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ  
إِنْ تَأَمَّنْهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا  
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى  
اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

اور سوائے تمہارے دین پر چلنے والوں کے اور کسی کا یقین نہ کرو۔ تو کہہ کہ بیشک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات کا بھی یقین نہ کرو کہ کوئی اس جیسا دیا جائے جیسا تم دینے گئے ہو یا تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے تو کہہ دو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ جسے چاہے اسے دے اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے ○ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص کر لے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ○ بعض اہل کتاب تو ایسے ہیں کہ اگر انہیں تو خزانے کا امین بنادے تو بھی وہ تجھے واپس کر دیں اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر تو انہیں ایک دینار بھی امانت دے تو تجھے ادا نہ کریں ہاں یہ اور بات ہے کہ تو اس کے سر پر ہی کھڑا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ ہم پر ان جاہلوں کے حق کا کوئی گناہ نہیں یہ لوگ باوجود جاننے کے اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں ○

ہدایت اللہ کے پاس ہے: ☆ ☆ (آیت: ۷۳) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو اسے نبی کہہ دو کہ ہدایت تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ مومنوں کے دلوں کو ہر اس چیز پر ایمان لانے کیلئے آمادہ کر دیتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہو۔ انہیں ان ولائیں پر کامل ایمان نصیب ہوتا ہے چاہے تم نبی امی ﷺ کی صفیں چھپاتے پھر لیکن پھر بھی خوش قسمت لوگ تو آپ کی نبوت کے ظاہری نشان کو بہ یک نگاہ پہچان لیں گے۔ اسی طرح کہتے تھے کہ تمہارے پاس جو علم ہے اسے مسلمانوں پر ظاہر نہ کرو کہ وہ اسے سیکھ کر تم جیسے ہو جائیں بلکہ اپنی ایمانی قوت کی وجہ

سے تم سے بھی بڑھ جائیں یا اللہ کے سامنے ان کی حجت و دلیل قائم ہو جائے یعنی خود تمہاری کتابوں سے وہ تمہیں الزام دیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کہہ دو فضل تو اللہ عزوجل کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے سب کام اسی کے قبضے میں ہیں وہی دینے والا ہے۔ جسے چاہے ایمان و عمل اور علم و فضل کی دولت سے مالا مال کر دے اور جسے چاہے راہ حق سے اندھا اور کلمہ اسلام سے بہرہ اور صحیح سمجھ سے محروم کر دے اس کے سب کام حکمت سے ہی ہوتے ہیں وہ وسیع علم والا ہے جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دے وہ بڑے فضل والا ہے اے مسلمانو! اس نے تم پر بے پایاں احسانات کئے ہیں۔ تمہارے نبی کو تمام انبیاء پر فضیلت دی اور بہت ہی کامل اور ہر حیثیت سے پوری شریعت اس نے تمہیں دی۔

بددیانت یہودی: ☆☆ (آیت: ۷۴-۷۵) اللہ تعالیٰ مومنوں کو یہودیوں کی خیانت پر کرتا ہے کہ ان کے دھوکے میں نہ آجائیں۔ ان میں بعض تو امانتدار ہیں اور بعض بڑے خائن ہیں، بعض تو ایسے ہیں کہ خزانے کا خزانہ ان کی امانت میں ہو تو جوں کا توں حوالے کر دیں گے۔ پھر چھوٹی موٹی چیز میں وہ بددیانتی کیسے کریں گے؟ اور بعض ایسے بددیانت ہیں کہ ایک دینار بھی واپس نہ دیں۔ ہاں اگر ان کے سر ہو جاؤ، تقاضا برابر جاری رکھو اور حق طلب کرتے رہو تو شاید امانت نکل بھی آئے ورنہ ہضم بھی کر جائیں۔ جب ایک دینار پر یہ بددیانتی ہے تو بڑی رقم کو کیوں چھوڑنے لگے لفظ قسطا کی پوری تفسیر سورت کے اول میں ہی بیان ہو چکی ہے اور دینار تو مشہور ہی ہے ابن ابی حاتم میں حضرت مالک بن دینار کا قول مروی ہے کہ دینار کو اس لئے دینار کہتے ہیں کہ وہ دین یعنی ایمان بھی ہے اور نار یعنی آگ بھی ہے مطلب یہ ہے کہ حق کے ساتھ لو تو دین ناقص کو تو ناری یعنی آتش دوزخ۔

اس موقع پر اس حدیث کا بیان کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے صحیح بخاری شریف میں کئی جگہ ہے اور کتاب الکفالہ میں بہت پوری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے کسی اور شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے اس نے کہا۔ گواہ لاؤ، کہا اللہ کی گواہی کافی ہے اس نے کہا ضامن لاؤ اس نے کہا ضمانت بھی اللہ ہی کی دیتا ہوں وہ اس پر راضی ہو گیا اور وقت ادائیگی مقرر کر کے رقم دے دی وہ اپنے دریا کی سفر میں نکل گیا جب کام کاج سے نہ پٹ گیا تو دریا کنارے کسی جہاز کا انتظار کرنے لگا تا کہ جا کر اس کا قرض ادا کر دے لیکن سواری نہ ملی تو اس نے ایک لکڑی لی اور اسے بیچ میں سے کھوکھلا کر کے اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک خط بھی اس کے نام رکھ دیا، پھر منہ بند کر کے اسے دریا میں ڈال دیا اور کہا اے اللہ تو بخوبی جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تیری شہادت پر اور تیری ضمانت پر اور اس نے بھی اس پر خوش ہو کر مجھے دے دیئے اب میں نے ہر چند کشتی ڈھونڈی کہ جا کر اس کا حق مدت کے اندر ہی اندر دے دوں لیکن نہ ملی۔ پس اب عاجز آ کر تجھ پر بھروسہ کر کے میں اسے دریا میں ڈال دیتا ہوں تو اسے اس تک پہنچا دے یہ دعا کر کے لکڑی کو سمندر میں ڈال کر چلا آیا، لکڑی پانی میں ڈوب گئی یہ پھر بھی تلاش میں رہا کہ کوئی سواری ملے تو جائے اور اس کا حق ادا کر آئے۔ ادھر قرض خواہ شخص دریا کے کنارے آیا کہ شاید مقروض کسی کشتی میں اس کی رقم لے کر آ رہا ہو۔ جب دیکھا کہ کوئی کشتی نہیں آئی اور جانے لگا تو ایک لکڑی کو جو کنارے پر پڑی ہوئی تھی یہ سمجھ کر اٹھا لیا کہ جلانے کے کام آئے گی، گھر جا کر اسے چیرا تو مال اور خط لکھا کچھ دنوں بعد قرض دینے والا شخص آیا اور کہا اللہ تعالیٰ جانتا ہے میں نے ہر چند کوشش کی کہ کوئی سواری ملے تو آپ کے پاس آؤں اور مدت گزرنے سے پہلے ہی آپ کا قرض ادا کر دوں لیکن کوئی سواری نہ ملی اس لئے دیر لگ گئی اس نے کہا تو نے جو رقم بھیج دی تھی وہ اللہ نے مجھے پہنچا دی ہے تو اب اپنی یہ رقم واپس لے جا اور راضی خوشی لوٹ جا۔ یہ حدیث بخاری شریف میں تعلیق کے ساتھ بھی ہے لیکن جزم کے صیغے کے ساتھ اور بعض جگہ اسناد کے حوالوں کے ساتھ بھی ہے۔ علاوہ ازیں اور کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ امانت میں خیانت کرنے، حقدار کے حق کو نندا کرنے پر آمادہ کرنے والا سبب ان کا یہ غلط خیال ہے کہ ان بددینوں ان پڑھوں کا مال کھا جانے میں ہمیں کوئی حرج نہیں، ہم پر یہ مال

حلال ہے جس پر اللہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ پر الزام ہے اور اس کا علم خود انہیں بھی ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی ناحق مال کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے لیکن یہ بیوقوف خود اپنی من مانی اور دل پسند باتیں گھڑ کر شریعت کے رنگ میں انہیں رنگ لیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگ مسئلہ پوچھتے ہیں کہ ذمی یا کفار کی مرغی بکری وغیرہ کبھی غزوے کی حالت میں ہمیں مل جاتی ہے تو ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسے لینے میں کوئی حرج نہیں تو آپ نے فرمایا ٹھیک یہی اہل کتاب بھی کہتے تھے کہ ذمیوں کا مال لینے میں کوئی حرج نہیں، منوجب وہ جزیہ ادا کر رہے ہیں تو ان کا کوئی مال تم پر حلال نہیں۔ ہاں وہ اپنی خوشی سے دے دیں تو اور بات ہے (عبدالرزاق) سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں جب اہل کتاب سے حضور علیہ السلام نے یہ بات سنی تو فرمایا دشمنان اللہ جھوٹے ہیں جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں تلے مٹ گئیں اور امانت تو ہر فاسق و فاجر کی بھی ادا کرنی پڑے گی۔

بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۵۷﴾  
 إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يَكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۵۸﴾

ہاں (مواخذہ ہوگا) البتہ جو شخص اپنا قرار پورا کرے اور پرہیزگاری کرے تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے ○ بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے بات چیت کرے گا نہ ان کی طرف قیامت کے دن دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہیں ○

متقی کون؟ ☆☆ (آیت: ۷۶) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لیکن جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اہل کتاب ہو کر ڈرتا رہے پھر اپنی کتاب کی ہدایت کے مطابق آنحضرتؐ پر ایمان لائے اس عہد کے مطابق جو تمام انبیاء سے بھی ہو چکا ہے اور جس عہد کی پابندی ان کی امتوں پر بھی لازم ہے اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرے اس کی شریعت کی اطاعت کرے رسولوں کے خاتم اور انبیاء کے سردار حضرت محمد ﷺ کی پوری تابعداری کرے وہ متقی ہے اور متقی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔

جھوٹی قسم کھانے والے: ☆☆ (آیت: ۷۷) یعنی جو اہل کتاب اللہ کے عہد کا پاس نہیں کرتے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں نہ آپ کی صفوں کا ذکر لوگوں سے کرتے ہیں نہ آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں اور اسی طرح جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور ان بدکاریوں سے وہ اس ذلیل اور فانی دنیا کا فائدہ حاصل کرتے ہیں ان کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں نہ ان سے اللہ تعالیٰ کوئی پیار محبت کی بات کرے گا نہ ان پر رحمت کی نظر ڈالے گا۔ نہ انہیں ان کے گناہوں سے پاک صاف کرے گا بلکہ انہیں جہنم میں داخل کرنے کا حکم دے گا اور وہاں وہ دردناک سزائیں بھگتتے رہیں گے۔ اس آیت کے متعلق بہت سی حدیثیں بھی ہیں جن میں سے کچھ یہاں بھی ہم بیان کرتے ہیں۔

(۱) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جن سے تو نہ اللہ جل شانہ کلام کرے گا اور نہ ان کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، حضرت ابوذرؓ نے یہ سن کر کہا یہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہؐ یہ تو بڑے گھائے

اور نقصان میں پڑے، حضورؐ نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔ پھر جواب دیا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا جھوٹی قسم سے اپنا سوایچنے والا دے کر احسان جتانے والا، مسلم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

(۲) مسند احمد میں ہے ابو انس فرماتے ہیں میں حضرت ابو ذرؓ سے ملا۔ ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث بیان فرماتے ہیں تو فرمایا سنو میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ تو بول نہیں سکتا جبکہ میں نے حضورؐ سے سن لیا ہو تو کہئے وہ حدیث کیا ہے؟ جواب دیا، یہ کہ تین قسم کے لوگوں کو اللہ ذوالکرم دوست رکھتا ہے اور تین قسم کے لوگوں کو دشمن تو فرمانے لگے۔ ہاں یہ حدیث میں نے بیان کی ہے اور میں نے حضورؐ سے سنی بھی ہے۔ میں نے پوچھا کس کس کو دوست رکھتا ہے؟ فرمایا ایک تو وہ جو مردانگی سے دشمنان اللہ سبحانہ کے مقابلے میں میدان جہاد میں کھڑا ہو جائے یا تو اپنا سیدہ چھلی کر والے یا فتح کر کے لوٹے، دوسرا وہ شخص جو کسی قافلے کے ساتھ سفر میں ہے۔ بہت رات گئے تک قافلہ چلتا رہا جب تھک کر چور ہو گئے پڑاؤ ڈالا تو سب سو گئے اور یہ جاگتا رہا اور نماز میں مشغول رہا یہاں تک کہ کوچ کے وقت سب کو جگا دیا۔ تیسرا وہ شخص جس کا پڑوسی اسے ایذا پہنچاتا ہو اور وہ اس پر صبر و ضبط کرے یہاں تک کہ موت یا سفران دونوں میں جدائی کرے، میں نے کہا اور وہ تین کون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہے۔ فرمایا بہت قسمیں کھانے والا تاجر، اور تکبر کرنے والا فقیر اور وہ بخیل جس سے کبھی احسان ہو گیا ہو تو جتانے بیٹھے یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

(۳) مسند احمد میں ہے کندہ قبیلے کے ایک شخص امر و القیس بن عامر کا جھگڑا ایک حضری شخص سے زمین کے بارے میں تھا جو حضورؐ کے سامنے پیش ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ حضری اپنا ثبوت پیش کرے۔ اس کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا تو آپؐ نے فرمایا اب کندی قسم کھالے تو حضری کہنے لگا، یا رسول اللہ جب اس کی قسم پر ہی فیصلہ ٹھہرا تو رب کعبہ کی قسم یہ میری زمین لے جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص جھوٹی قسم سے کسی کا مال اپنا کر لے گا تو جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا اللہ اس سے ناخوش ہوگا، پھر آنحضرت ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو امر و القیسؓ نے کہا، یا رسول اللہ اگر کوئی چھوڑ دے تو اسے اجر کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا جنت۔ تو وہ کہنے لگا یا رسول اللہ گواہ رہئے کہ میں نے وہ ساری زمین اس کے نام چھوڑی۔ یہ حدیث نسائی میں بھی ہے۔

(۴) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص جھوٹی قسم کھائے تاکہ اس سے کسی مسلمان کا مال چھین لے تو اللہ جل جلالہ سے جب ملے گا تو اللہ عز و جل اس پر سخت غضبناک ہوگا، حضرت اشعثؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میرے ہی بارے میں یہ ہے۔ ایک یہودی اور میری شرکت میں ایک زمین تھی۔ اس نے میرے حصہ کی زمین کا انکار کر دیا میں اسے خدمت نبویؐ میں لایا، حضورؐ نے مجھ سے فرمایا، تیرے پاس کچھ ثبوت ہے۔ میں نے کہا نہیں، آپؐ نے یہودی سے فرمایا، تو قسم کھالے، میں نے کہا حضورؐ یہ تو قسم کھالے گا اور میرا مال لے جائے گا، پس اللہ عز و جل نے یہ آیت نازل فرمائی، یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔

(۵) مسند احمد میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص کسی مرد مسلم کا مال بغیر حق کے لے لے وہ اللہ ذوالجلال سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، وہیں حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آئے اور فرمانے لگے ابو عبد الرحمن آپؐ کون سی حدیث بیان کرتے ہیں؟ ہم نے دہرا دی تو فرمایا یہ حدیث میرے ہی بارے میں حضورؐ نے ارشاد فرمائی ہے، میرے اپنے چچا کے لڑکے سے ایک کنوئیں کے بارے میں جھگڑا تھا جو اس کے قبضے میں تھا۔ حضورؐ کے پاس جب ہم اپنا مقدمہ لے گئے تو آپؐ نے فرمایا تو اپنی دلیل اور ثبوت لاکہ یہ کنواں تیرا ہے ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ میں نے کہا یا حضرت میرے پاس تو کوئی دلیل نہیں اور اگر اس کی قسم پر معاملہ رہا تو یہ تو میرا کنواں لے جائے گا، میرا مقابل تو فاجر شخص ہے۔ اس وقت حضورؐ نے یہ حدیث بھی بیان

فرمائی اور اس آیت کی بھی تلاوت کی۔

(۶) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہیں؟ فرمایا اپنے ماں باپ سے بیزار ہونے والے اور ان سے بے رغبتی کرنے والی لڑکی اور اپنی اولاد سے بیزار اور الگ ہونے والا باپ اور وہ شخص کہ جس پر کسی قوم کا احسان ہے وہ اس سے انکار کر جائے اور آنکھیں پھیر لے اور ان سے یکسوئی کرے۔

(۷) ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنا سودا بازار میں رکھا اور قسم کھائی کہ وہ اتنا بھاؤ دیا جاتا تھا تا کہ کوئی مسلمان اس میں پھنس جائے، پس یہ آیت نازل ہوئی صحیح بخاری میں بھی یہ روایت مروی ہے۔

(۸) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین شخصوں سے جناب باری تقدس تعالیٰ قیامت والے دن بات نہ کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دکھ درد کے عذاب ہیں۔ ایک وہ جس کے پاس بچا ہوا پانی ہے پھر وہ کسی مسافر کو نہیں دیتا، دوسرا وہ جو عصر کے بعد جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال فروخت کرتا ہے، تیسرا وہ جو مسلمان بادشاہ سے بیعت کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ اسے مال دے تو پوری کرتا ہے، اگر نہیں دیتا تو نہیں کرتا ہے یہ حدیث ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُنَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ  
وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ  
عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

یقیناً ان میں ایسا گروہ بھی ہے جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبان مروڑتا ہے تا کہ تم اسے کتاب ہی کی عبارت خیال کرنے لگو اور دراصل وہ کتاب میں نہیں اور یہ کہتے بھی ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ دراصل وہ اللہ کی طرف سے نہیں وہ تو دانستہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں ○

غلط تاویل اور تحریف کرنے والے لوگ: ☆☆ (آیت: ۷۸) یہاں بھی انہی ملعون یہودیوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کا ایک گروہ یہ بھی کرتا ہے کہ عبارت کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا دیتا ہے، یعنی اللہ کی کتاب بدل دیتا ہے اصل مطلب اور صحیح معنی خطا کر دیتا ہے اور جاہلوں کو اس چکر میں ڈال دیتا ہے کہ کتاب اللہ یہی ہے، پھر یہی خود اپنی زبان سے بھی اسے کتاب اللہ کہہ کر جاہلوں کے اس خیال کو اور مضبوط کر دیتا ہے اور جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہے اور جھوٹ بکتا ہے زبان موڑنے سے مطلب یہاں تحریف کرنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ یہ لوگ تحریف اور ازالہ کر دیتے تھے مخلوق میں ایسا تو کوئی نہیں جو اللہ کی کسی کتاب کا لفظ بدل دے مگر یہ لوگ تحریف اور بے جا تاویل کرتے تھے۔ وہب بن معبہؓ فرماتے ہیں کہ توراۃ وانجیل اسی طرح ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اتاریں۔ ایک حرف بھی ان میں سے اللہ نے نہیں بدلا لیکن یہ لوگ تحریف اور تاویل سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو کتابیں انہوں نے اپنی طرف سے لکھ لی ہیں اور جسے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشہور کر رہے ہیں اور لوگوں کو بہکاتے ہیں حالانکہ دراصل وہ اللہ کی طرف سے نہیں۔ اللہ کی اصلی کتابیں تو محفوظ ہیں جو بدلتی نہیں (ابن ابی حاتم)



حضرت وہبؒ کے اس فرمان کا اگر یہ مطلب ہو کہ ان کے پاس اب جو کتاب ہے تو ہم بالیقین کہتے ہیں کہ وہ بدلی ہوئی ہے اور محرف ہے اور زیادتی اور نقصان سے ہرگز پاک نہیں اور پھر جو عربی زبان میں ہمارے ہاتھوں میں ہے اس میں تو بڑی غلطیاں ہیں، کہیں مضمون کو کم کر دیا گیا ہے، کہیں بڑھا دیا گیا ہے اور صاف صاف غلطیاں موجود ہیں بلکہ دراصل اسے ترجمہ کہنا زیادتی نہیں وہ تو تفسیر اور وہ بھی بے اعتبار تفسیر ہے اور پھر ان سمجھداروں کی لکھی ہوئی تفسیر ہے جن میں سے اکثر بلکہ کل کے کل دراصل محض الٹی سمجھ والے ہیں اور اگر حضرت وہبؒ کے فرمان کا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب جو درحقیقت اللہ کی کتاب ہے پس وہ بیشک محفوظ و سالم ہے اس میں کمی و زیادتی ناممکن ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَالِيكَ وَالنَّبِيْنَ أَرْبَابًا ۚ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝

کسی ایسے انسان کو جسے اللہ کتاب و حکمت اور نبوت دے یہ لائق نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ (وہ تو کہے گا کہ) تم سب رب کے ہو جاؤ تمہارے کتاب سمجھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے سبب ○ نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالینے کا حکم کرے کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا ○

مقصد نبوت: ☆☆ (آیت: ۷۹-۸۰) رسول اللہ ﷺ کے پاس جب یہودیوں اور نجرانی نصرانیوں کے علماء جمع ہوئے اور آپ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی تو ابوراہم قرظی کہنے لگا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی عبادت کی، ہم بھی آپ کی عبادت کریں؟ تو نجران کے ایک نصرانی نے بھی جسے ”آئیس“ کہا جاتا تھا، یہی کہا کہ کیا آپ کی یہی خواہش ہے؟ اور یہی دعوت ہے؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا معاذ اللہ نہ ہم خود اللہ واحدہ لا شریک کے سوا دوسرے کی پوجا کریں نہ کسی اور کو اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت کی تعلیم دیں نہ میری پیغمبری کا یہ مقصد نہ مجھے اللہ حاکم اعلیٰ کا یہ حکم۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ کسی انسان کو کتاب و حکمت اور نبوت و رسالت پالینے کے بعد یہ لائق ہی نہیں کہ اپنی پرستش کی طرف لوگوں کو بلائے، جب انبیائے کرام کا جوتانی بڑی بزرگی، فضیلت اور مرتبے والے ہیں یہ منصب نہیں تو کسی اور کو ب لائق ہے کہ اپنی پوجا پاٹ کرائے اور اپنی بندگی کی تلقین لوگوں کو کرے۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں ادنیٰ مومن سے بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کو اپنی بندگی کی دعوت دے یہاں یہ اس لئے فرمایا یہ یہود و نصاریٰ آپس میں ہی ایک دوسرے کو پوجتے تھے۔

قرآن شاہد ہے جو فرماتا ہے اَتَّخِذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ الْح، یعنی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا ہے۔ مسند ترمذی کی وہ حدیث بھی آ رہی ہے کہ حضرت عدی بن حاتمؒ نے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ تو ان کی عبادت نہیں کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ وہ ان پر حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتے تھے اور یہ ان کی مانند چلے جاتے تھے۔ یہی ان کی عبادت تھی۔ پس جاہل درویش اور بے سمجھ علماء اور مشائخ اس مذمت اور ڈانٹ ڈپٹ میں داخل

ہیں رسول اور ان کی اتباع کرنے والے علماء کرام اس سے یکسو ہیں۔ اس لئے کہ وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے فرمان اور کلام رسول کی تبلیغ کرتے ہیں اور ان کاموں سے روکتے ہیں جن سے انبیاء کرام روک گئے ہیں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے حضرات انبیاء تو خالق و مخلوق کے درمیان سفیر ہیں حق رسالت ادا کرتے ہیں اور اللہ کی امانت احتیاط کے ساتھ بندگان رب عالم کو پہنچا دیتے ہیں۔ نہایت بیداری، مکمل ہوشیاری، کمال نگرانی اور پوری حفاظت کے ساتھ وہ ساری مخلوق کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ احکام رب رحمن کے پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ رسولوں کی ہدایت تو لوگوں کو رہائی بخشنے کی ہوتی ہے کہ وہ حکمتوں والے، علم والے اور حلم والے بن جائیں۔ سمجھدار، عابد و زاہد، متقی اور پارسا رہیں۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ قرآن سیکھنے والوں پر حق ہے کہ وہ با سمجھ ہوں تَعْلَمُونَ اور تَعْلَمُونَ دونوں قرأت ہیں پہلے کے معنی ہیں 'معنی سمجھنے کے دوسرے کے معنی ہیں تعلیم حاصل کرنے کے تَذَرُّشُونَ کے معنی ہیں الفاظ یاد کرنے کے۔

پھر ارشاد ہے کہ وہ یہ حکم نہیں کرتے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کر دو خواہ وہ نبی ہو بھیجا ہوا، خواہ فرشتہ ہو قرب الہ والا یہ تو وہی کر سکتا ہے جو اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت کی دعوت دے اور جو ایسا کرے وہ کافر ہو اور کفر نبیوں کا کام نہیں ان کا کام تو ایمان لانا ہے اور ایمان نام ہے اللہ واحد کی عبادت اور پرستش کا اور یہی نبیوں کی دعوت ہے۔ جیسے خود قرآن فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں۔ تم سب میری عبادت کرتے رہو اور فرمایا وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ یعنی ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اللہ کے سوا ہر کسی کی عبادت سے بچو ارشاد ہے تجھ سے پہلے تمام رسولوں سے پوچھ لو۔ کیا ہم نے اپنی ذات رحمان کے سوا ان کی عبادت کیلئے کسی اور کو مقرر کیا تھا؟ فرشتوں کی طرف سے خبر دیتا ہے کہ مَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ لَحْ أَنْ مِیْن سے اگر کوئی کہہ دے کہ میں معبود ہوں بجز اللہ تو اسے بھی جہنم کی سزا دیں اور اسی طرح ہم ظالموں کو بدلہ دیتے ہیں۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ

جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ

قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ

فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۖ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو کچ بتائے تو تمہیں اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے فرمایا کیا تم اس کے اقراری ہو؟ اور اس پر میرا مذمہ لے رہے ہو سب نے کہا ہاں ہمیں اقرار ہے فرمایا تو آپ گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں ○ پس اس کے بعد بھی جو پلٹ جائیں وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں ○

انبیاء سے عہد و ميثاق: ☆☆ (آیت ۸۱-۸۲) یہاں بیان ہو رہا ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کے تمام انبیاء کرام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا کہ جب کبھی ان میں سے کسی کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کتاب و حکمت دے اور وہ بڑے مرتبے تک پہنچ جائے پھر اس

کے بعد اسی کے زمانے میں (آخری) رسول آجائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت و امداد کرنا اس کا فرض ہوگا۔ یہ نہ ہو کہ اپنے علم و نبوت کی وجہ سے اپنے بعد والے نبی کی اتباع اور امداد سے رک جائے پھر ان سے پوچھا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اور اسی عہد و میثاق پر مجھے ضامن ٹھہراتے ہو۔ سب نے کہا ہاں ہمارا اقرار ہے تو فرمایا گواہ رہو اور میں خود بھی گواہ ہوں۔ اب اس عہد و میثاق سے جو پھر جائے وہ قطعی فاسق، بے حکم اور بدکار ہے۔ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی امداد کرے اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کرے کہ وہ بھی حضور پر ایمان لائے اور آپ کی تابعداری میں لگ جائے۔ طاؤسؓ، حسنؓ، بصریؓ اور قرقہؓ فرماتے ہیں: نبیوں سے اللہ نے عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں، کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تفسیر اور پر کی تفسیر کے خلاف ہے بلکہ یہ اس کی تائید ہے۔ اسی لئے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے لڑکے کی روایت مثل روایت حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کے بھی مروی ہے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ میں نے ایک دوست قرظی یہودی سے کہا تھا کہ وہ تو رات کی جامع باتیں مجھے لکھ دے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں انہیں پیش کروں۔ حضور کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن ثابتؓ نے کہا کہ تم نہیں دیکھتے کہ آپ کے چہرہ کا کیا حال ہے؟ تو حضرت عمرؓ کہنے لگے میں اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر محمدؐ کے رسول ہونے پر خوش ہوں (ﷺ) اس وقت حضور کا غصہ دور ہوا اور فرمایا قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر حضرت موسیٰ تم میں آجائیں اور تم ان کی تابعداری میں لگ جاؤ اور مجھے چھوڑ دو تو تم سب گمراہ ہو جاؤ تمام امتوں میں سے میرے حصے کی امت تم ہو اور تمام نبیوں میں سے تمہارے حصے کا نبی میں ہوں۔

مسند ابویعلیٰ میں لکھا ہے اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو وہ خود گمراہ ہیں تو تمہیں راہ راست کیسے دکھائیں گے بلکہ ممکن ہے تم کسی باطل کی تصدیق کر لو یا حق کی تکذیب کر بیٹھو اللہ کی قسم اگر موسیٰ بھی تم میں زندہ موجود ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے اور کچھ حلال نہ تھا، بعض احادیث میں اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا، پس ثابت ہوا کہ ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور امام اعظم ہیں۔ جس زمانے میں بھی آپ کی نبوت ہوتی، آپ واجب الطاعت تھے اور تمام انبیاء کی تابعداری پر جو اس وقت ہوں آپ کی فرمانبرداری مقدم رہتی، یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات بیت المقدس میں تمام انبیاء کے امام آپ ہی بنائے گئے اسی طرح میدان محشر میں بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو انجام تک پہنچانے میں آپ ہی شفیع ہوں گے۔ یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں، تمام انبیاء اور کل رسول اس دن اس کام سے منہ پھیر لیں گے بالآخر آپ ہی خصوصیت کے ساتھ اس مقام میں کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ اپنے درود و سلام آپ پر ہمیشہ ہمیشہ بھیجتا رہے قیامت کے دن تک آمین۔

أَفْخِرَ دِينَ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿١٠٠﴾ قُلْ أَمَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا  
وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ  
وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ

بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَخُنَّ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿٨٥﴾ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ  
دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿٨٦﴾

کیا پس اللہ کے دین کے سوا اور دین کی تلاش میں ہیں؟ تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں خوشی سے ہوں تو اور جبراً ہوں تو بھی سب اسی کی طرف لوٹنا جائیں گے ○ تو کہہ دے کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا اور جو کچھ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوبؑ اور ان کی اولادوں پر اتارا گیا سب پر ایمان لائے اور جو کچھ موٹی اور عیسیٰؑ اور دوسرے نبی اللہ کی طرف سے دیئے گئے اس پر بھی ایمان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں ○ جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا وہ دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا ○

اسلامی اصول اور روز جزا: ☆☆ (آیت: ۸۳-۸۵) اللہ تعالیٰ کے سچے دین کے سوا جو اس نے اپنی کتابوں میں اپنے رسولوں کی معرفت نازل فرمایا ہے یعنی صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کرنا، کوئی شخص کسی اور دین کی تلاش کرے اور اسے مانے، اس کی تردید یہاں بیان ہو رہی ہے۔ پھر فرمایا کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں اس کی مطیع ہیں خواہ خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طٰوْعًا وَكَرْهًا رَّخٍ، یعنی زمین و آسمان کی تمام تر مخلوق اللہ کے سامنے سجدے کرتی ہے اپنی خوشی سے یا جبراً اور جگہ ہے اُولٰٓئِہٖمَ يَرْوٰاۤ اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ رَّخٍ، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ تمام مخلوق کے سائے دائیں بائیں جھک جھک کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں اور اللہ ہی کیلئے سجدہ کرتی ہیں آسمانوں کی سب چیزیں اور زمینوں کے کل جاندار اور سب فرشتے کوئی بھی تکبر نہیں کرتا۔ سب کے سب اپنے اوپر والے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم دیئے جائیں، بجالاتے ہیں، پس مومنوں کا تو ظاہر و باطن، قلب و جسم دونوں اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اس کے فرمانبردار ہوتے ہیں اور کافر بھی اللہ کے قبضے میں ہے اور جبراً اللہ کی جانب جھکا ہوا ہے۔ اس کے تمام فرمان اس پر جاری ہیں اور وہ ہر طرح قدرت و مشیت اللہ کے ماتحت ہے۔ کوئی چیز بھی اس کے غلبے اور قدرت سے باہر نہیں، اس آیت کی تفسیر میں ایک غریب حدیث یہ بھی وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، آسمانوں والے تو فرشتے ہیں جو بخوشی اللہ کے فرمان گزار ہیں اور زمین والے وہ ہیں جو اسلام پر پیدا ہوئے ہیں، یہ بھی بہ شوق تمام اللہ کے زیر فرمان ہیں، اور ناخوشی سے فرماں بردار وہ ہیں جو لوگ مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں میدان جنگ میں قید ہوتے ہیں اور طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے لائے جاتے ہیں، یہ لوگ جنت کی طرف مھکیے جاتے ہیں اور وہ نہیں چاہتے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے تیرے رب کو ان لوگوں سے تعجب ہوتا ہے جو زنجیروں اور رسیوں سے باندھ کر جنت کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ اس حدیث کی اور سند بھی ہے، لیکن اس آیت کے معنی تو وہی زیادہ قوی ہیں جو پہلے بیان ہوئے، حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ آیت اس آیت جیسی ہے وَلٰٓئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ اَکَر تَوٰن سے پوچھ کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ بھی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد وہ وقت ہے جب روز ازل ان سب سے میثاق اور عہد لیا تھا اور آخر کار سب اسی کی طرف لوٹ جائیں گے یعنی قیامت والے دن اور ہر ایک کو وہ اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

پھر فرماتا ہے تو کہہ ہم اللہ اور قرآن پر ایمان لائے اور ابراہیمؑ اسماعیلؑ اسحاقؑ اور یعقوبؑ علیہم السلام پر جو صحیفے اور وحی اتری ہم اس پر بھی ایمان لائے اور ان کی اولاد پر جو اتر اس پر بھی ہمارا ایمان ہے اسبساط سے مراد بنو اسرائیل کے قبائل ہیں جو حضرت یعقوبؑ کی نسل میں سے تھے۔ یہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں کی اولاد تھے، حضرت موسیٰؑ کو تو راقی گئی تھی اور حضرت عیسیٰؑ کو انجیل اور بھی جتنے انبیاء کرام

اللہ کی طرف سے جو کچھ لائے ہمارا ان سب پر ایمان ہے ہم ان میں کوئی تفریق اور جدائی نہیں کرتے یعنی کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں بلکہ ہمارا سب پر ایمان ہے اور ہم اللہ کے فرما بردار ہیں پس اس امت کے مومن تمام انبیاء اور اللہ تعالیٰ کی کل کتابوں کو مانتے ہیں۔ کسی کے ساتھ کفر نہیں کرتے ہر کتاب اور ہر نبی کے سچا ماننے والے ہیں۔

پھر فرمایا کہ دین اللہ کے سوا جو شخص کسی اور راہ چلے وہ قبول نہیں ہوگا اور آخرت میں وہ نقصان میں رہے گا۔ جیسے صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن اعمال حاضر ہوں گے نماز آ کر کہے گی کہ اے اللہ میں نماز ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اچھی چیز ہے صدقہ آئے گا اور کہے گا پر درگاہ میں صدقہ ہوں جواب ملے گا تو بھی خیر پر ہے رزق آ کر کہے گا میں روزہ ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بھی بہتری پر ہے پھر اسی طرح اور اعمال بھی آتے جائیں گے اور سب کو یہی جواب ملتا رہے گا پھر اسلام حاضر ہوگا اور کہے گا اے اللہ تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں۔ اللہ فرمائے گا تو خیر پر ہے۔ آج تیرے ہی اصولوں پر سب کو جانچوں گا پھر سزا یا انعام دوں گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے وَمَنْ يُتَّبِعِ اٰیٰتِیَ حَدِیْثٌ سِرْفِ مَسَدِ اَحْمَدِ مِیْلَہٗ اُوْر اِسْ کَے رَادِیْ حَسَن کا حضرت ابو ہریرہؓ سے سننا ثابت نہیں۔

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ  
الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝  
أُولَٰئِكَ جَزَاءُهُمْ أَتَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ  
أَجْمَعِينَ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَخَفُّ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ  
يُنْظَرُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ  
اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے جو اپنے ایمان لانے اور رسول کی حقانیت کی گواہی دینے اور اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد کافر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بے انصاف لوگوں کو راہ راست پر نہیں لاتا ○ ان کی تو یہی سزا ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو جس میں یہ ہمیشہ پڑے رہیں۔ نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے نہ انہیں مہلت دی جائے ○ مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○

توبہ اور قبولیت: ☆ ☆ (آیت ۸۶: ۸۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک انصار مرتد ہو کر مشرکین میں جا ملا۔ پھر بچھتانے لگا اور اپنی قوم سے کہلوا یا کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر دو کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ ان کے دریافت کرنے پر یہ آیتیں اتریں۔ اس کی قوم نے اسے کہلوا بھیجا وہ پھر توبہ کر کے نئے سرے سے مسلمان ہو کر حاضر ہو گیا (ابن جریر) نسائی حاکم اور ابن حبان میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ امام حاکم اسے صحیح الاسناد کہتے ہیں۔ مسند عبدالرزاق میں ہے کہ حارث بن سویدؓ نے اسلام قبول کیا پھر قوم میں مل گیا اور اسلام سے پھر گیا۔ اس کے بارے میں یہ آیتیں اتریں اس کی قوم کے ایک شخص نے یہ آیتیں اسے پڑھ سنائیں تو اس نے کہا جہاں تک میرا خیال ہے اللہ کی قسم تو سچا ہے اور اللہ کے نبی تو تجھ سے بہت ہی زیادہ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ سب سچوں سے زیادہ سچا ہے پھر وہ حضورؐ

کی طرف لوٹ آئے اسلام لائے اور بہت اچھی طرح اسلام کو نبھایا۔ بینات سے مراد رسول کی تصدیق پر جنتوں اور دلیلوں کا بالکل واضح ہو جانا ہے۔ پس جو لوگ ایمان لائے رسول کی حقانیت مان چکے، دلیلیں دیکھ چکے پھر شرک کے اندھیروں میں جا چھپے یہ لوگ مستحق ہدایت نہیں کیونکہ آنکھوں کے ہوتے ہوئے اندھے پن کو انہوں نے پسند کیا اللہ تعالیٰ نا انصاف لوگوں کی رہبری نہیں کرتا انہیں اللہ لعنت کرتا ہے اور اس کی مخلوق بھی ہمیشہ لعنت کرتی ہے نہ تو کسی وقت ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی نہ موتوفی پھر اپنا لطف و احسان رافت و رحمت کا بیان فرماتا ہے کہ اس بدترین جرم کے بعد بھی جو میری طرف جھکے اور اپنے بد اعمال کی اصلاح کر لے میں بھی اس سے درگزر کر لیتا ہوں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ أَزَادُوا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ  
تُوبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ۖ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ  
كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلُّ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوْ افْتَدَى  
بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ ۝

بیشک جو لوگ اپنے ایمان کے بعد کفر کریں پھر کفر میں بڑھ جائیں ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی یہی گمراہ لوگ ہیں ○ ہاں ہاں جو لوگ کفر کریں اور مرتے دم تک کافر رہیں ان میں سے کوئی اگر زمین بھر سونادے گوندے میں ہی ہو تو بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے تکلیف دینے والا عذاب ہے اور جن کا کوئی مددگار نہیں ○

جب سانس ختم ہونے کو ہوں تو توبہ قبول نہیں ہوگی ☆ ☆ (آیت: ۹۰-۹۱) ایمان کے بعد پھر اسی کفر پر مرنے والوں کو پروردگار عالم ڈرا رہا ہے کہ موت کے وقت تمہاری توبہ قبول نہ ہوگی جیسے اور جگہ ہے وَلَیْسَتْ التَّوْبَةُ لِلَّذِینَ اِلَیْہِمْ اَخْرَجْتُکُمْ مِنْ دَارِکُمْ لَیْسَ لَہُمْ تَوْبَةٌ اِلَیَّیْہِمْ اُولَٰئِکَ هُمُ الضَّالُّونَ ابھی لوگ وہ ہیں جو راہ حق سے بھٹک کر باطل راہ پر لگ گئے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ مسلمان ہوئے پھر مرتد ہو گئے پھر اسلام لائے۔ پھر مرتد ہو گئے۔ پھر اپنی قوم کے پاس آ دی بھیج کر بھجوا یا کہ کیا اب ہماری توبہ قبول ہے؟ انہوں نے حضورؐ سے سوال کیا اس پر یہ آیت اتری (بزار) اس کی اسناد بہت عمدہ ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ کفر پر مرنے والوں کی کوئی نیکی قبول نہیں گو اس نے زمین بھر کر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہو نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ عبد اللہ بن جذعان جو بڑا امہان نواز غلام آزاد کرنے والا اور کھانا پینا دینے والا شخص تھا کیا اسے اس کی یہ نیکی کام آئے گی؟ تو آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اس نے ساری عمر میں ایک دفعہ بھی رَبِّ اغْفِرْ لَیْ خَطِیئَتَیْ یَوْمَ الدِّینِ نہیں کہا یعنی اے میرے رب میری خطاؤں کو قیامت والے دن بخش جس طرح اس کی خیرات نامقبول ہے اسی طرح فدیہ اور معاوضہ بھی جیسے اور جگہ ہے وَلَا یُقْبَلُ مِنْہَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُہَا شَفَاعَةُ اَنْ سَے نہ بدلہ مقبول نہ انہیں سفارش کا نفع اور فرمایا لَا یَبِیْعُ فِیْہِ وَلَا حِلُّلُ اس دن نہ خرید و فروخت نہ مروت و محبت۔ اور جگہ ارشاد ہے اِنَّ الدِّیْنَ کَفَرُوْا لَآ اَنْ لَّہُمْ اِلَیَّ یعنی اگر کافروں کے پاس زمین میں جو کچھ ہے ہو اور اتنا ہی اور بھی ہو پھر وہ اس سب کو قیامت کے عذابوں کے بدلے فدیہ دیں تو بھی نامقبول ہے۔ ان تکلیف والے المناک عذابوں کو سہنا پڑے گا یہی مضمون یہاں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ بعض نے وَلَوْ افْتَدٰی کی واؤ کو زائد کہا ہے لیکن واؤ کو عطف کی ماننا اور وہ تفسیر کرنا جو ہم نے کی بہت بہتر ہے واللہ اعلم پس

ثابت ہوا کہ اللہ کے عذاب سے کفار کو کوئی چیز نہیں چھڑا سکتی چاہے وہ بڑے نیک اور نہایت سخی ہوں۔ گوزمین بھر بھر کر سونا راہ اللہ لٹائیں یا پہاڑوں اور ٹیلوں کی مٹی اور ریت، نرم زمین اور سخت زمین کی خشکی اور تری کے ہم وزن سونا عذاب کے بدلے دینا چاہیں یا دیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، 'جہنمی سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ زمین پر جو کچھ ہے اگر تیرا ہو جائے تو کیا تو اس کو ان سزاؤں کے بدلے اپنے فدیے میں دے ڈالے گا۔ وہ کہے گا ہاں تو جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ میں نے تجھ سے بہ نسبت اس کے بہت ہی کم چاہا تھا، میں نے تجھ سے اس وقت وعدہ لیا تھا جب تو اپنے باپ آدم کی پیٹھ میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا لیکن تو شرک کئے بغیر نہ رہا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی دوسری سند کے ساتھ ہے۔

مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، 'ایک ایسے جنتی کو لایا جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو تم نے کیسی جگہ پائی؟ وہ جواب دے گا اللہ بہت ہی بہتر۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا اور کچھ مانگنا ہو تو مانگو، دل میں جو تمنا ہو کہو تو یہ کہے گا باری تعالیٰ میری صرف یہی تمنا ہے اور میرا یہی ایک سوال ہے کہ مجھے دنیا میں پھر بھیج دیا جائے، میں تیری راہ میں جہاد کروں اور پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ ہو جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، اس مرتبہ ایسا ہی ہو، کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت اور شہید کے مرتبے کو دیکھ چکا ہوگا۔ اسی طرح ایک جہنمی کو بلایا جائے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تو نے اپنی جگہ کیسے پائی؟ وہ کہے گا اللہ بہت ہی بری۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا ساری زمین بھر کر سونا دے کر ان عذابوں سے چھوٹنا تجھے پسند ہے؟ وہ کہے گا ہاں اے باری تعالیٰ اس وقت جناب باری عز اسمہ فرمائے گا، تو جھوٹا ہے، میں نے تو اس سے بہت ہی کم اور بالکل آسان چیز تجھ سے طلب کی تھی لیکن تو نے اسے بھی نہ کیا چنانچہ وہ جہنم میں بھیج دیا جائے گا، پس یہاں فرمایا، ان کیلئے تکلیف وہ عذاب ہیں اور کوئی ایسا نہیں جو ان عذابوں سے اپنے آپ کو چھڑا سکے یا کوئی ان کی کسی طرح کی مدد کر سکے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے نجات دے۔ آمین)